Scanned by CamScanner

تختِ غالب

مصنف

اوتار کرشن گنجو، بھارتی سحر گاندربلی

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

کتاب	:	تختِ غالب
مصنف	:	اوتار کرشن گنجو، بھارتی سحر گاندربلی
سن اشاعت	:	17 جنوری 2014
قیمت	:	₹ 219
تعداد	:	500
کمپوزنگ	:	فوزیہ کمپیوٹر جموں
باہتمام	:	محترم کامل، میگزین گلی چوڑی بازار جامع مسجد نئی دہلی
مطبوعہ	:	جے۔ کے۔ آفسیٹ پریس دہلی

کتاب ملنے کا پتہ

یہ تصنیف ہفتہ وار انگریزی اخبار کے مدیر (ڈیمو) کے دفتر میں بھی دستیاب ہے۔
سرکاری رہائش رولرشیڈ متصل شیڈ پیٹر سکول بی سی روڈ جنرل بس اسٹینڈ جموں توی۔

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین

یوم پیدائش: ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء

یوم وفات: ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء

تاثرات

مجھے "تختِ غالب" دیکھ کر خوشی محسوس ہوئی جسے اوتار کرشن گنجو بھارتی سحر گاندربلی نے تحریر کیا ہے۔ اُردو میں اس تحقیقی کتاب میں مرزا غالبؔ کی شاعری کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

"تختِ غالب" گاندربلی کی 9 ویں کتاب ہے جس میں انہوں نے "دیوان غالب" سے کچھ اشعار منتخب کر کے ان کی تشریح کی اور ان کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ منصف نے غالب کے اشعار کے مابین باہمی ربط پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور جمہوری طرزِ نظام اور ایک ہم آہنگ سماج کو پروان چڑھانے اور امن کو فروغ دینے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے ان اشعار کے موضوع کو ان سے وابستہ کیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب، جسے قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کے مالی تعاون سے شائع کیا جا رہا ہے، ایک بامعنی کتاب ثابت ہوگی اور اُردو وادب کے بیش

بہاخزانے میں اضافہ کرے گی۔

میں مصنف کو ''تختِ غالب'' تحریر کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں اور مجھے یقین کامل ہے کہ مصنف اُردو ادب کی ترقی کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں گے۔ میں ان کی مستقبل میں کی جانے والی ادبی کوششوں کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔

این این ووہرا
گورنر جموں وکشمیر

تاثرات

دیوانِ غالب کے ایک قاری اوتار کرشن گنجو صاحب نے دیوانِ غالب سے بعض الفاظ کا انتخاب کر کے ان سے متعلق غالب کے اشعار تلاش کیے اور پھر ان پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔ یہ ان کے دیوانِ غالب سے بے پناہ محبت کا مظہر ہے ۔ اوتار کرشن گنجو کی مادری زبان اردو نہیں ہے کشمیر سے ان کا تعلق ہے ۔ ان کی تحریر میں بھی علاقائی لہجہ صاف دکھائی دیتا ہے ۔ غالب کے اشعار پر ظاہر کئے گئے ان کے خیالات سے عدم اتفاق کیا جاسکتا ہے ۔ لیکن اس کے پیچھے ان کا جو جذبہ ہے، غالب سے جوان کی عقیدت ہے اس کی داد دینی پڑتی ہے ۔ چار سال کی محنت و مشقت سے انہوں نے اپنی کتاب ''تختِ غالب'' مرتب کی اسے اب چھپوانے بھی جارہے ہیں ۔ چھپنے سے پہلے مسودہ نظرِ ثانی کا مستحق ہے ۔ گنجو صاحب کے کام کیلئے خراجِ تحسین پیش کیا جاسکتا ہے ۔

ڈاکٹر عقیل احمد

سکریٹری غالب اکیڈمی

غالب اکیڈمی، بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی

یوں تو تختِ غالب عنوان ہے　　پر دیوان غالب سے ہی پہچان ہے
ہر کسی سوچ میں بوستان ہے　　ہر کسی سوچ میں گلستان ہے
اقسام ادبی رائے کی دُکان ہے　　بیچتے کیا ''وہ'' ان کے مہربان ہے
ہرکسی کواپنے قلم کی شان ہے　　ہر کسی الفاظ پر حیران ہے

سب کے سب للکارتے ہیں ایسے شعر
داددیکر کہہ رہے ہیں غالب یہاں

مثال

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

مکتوب

اُردوزبان اُردوشاعری سے ہی تسلیم کی جاتی ہے۔ اُردوزبان میں نثر زیادہ لکھا گیا ہے پھر بھی اُردو کی شاعری باقی زبانوں سے بہت بہترین تسلیم کی جاتی ہے۔اُردوشاعری میں بہت سے شاعروں نے اپنے اپنے کلام لکھے جو کہ مقبول عام ہوئے،شاعروں کی کثیر تعداداُردوزبان میں پائی جاتی ہے۔متعدد شاعروں میں چند شاعر بہت مشہور ہوئے ہیں، جن کا کلام غیر زبانوں میں بھی لکھا گیا مطلب اُن کا ترجمہ مختلف عالمی زبانوں میں کیا گیا ۔ان میں سے بہت سے ایسے اُردوشاعر ہیں جو کہ اپنی قلم اوراپنے خیالات سے مشہور ہوئے ہیں۔ مثلاً غالبؔ، اقبال، درد، ولی، حالی وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔انہیں میں سے میں نے دیوانِ غالب پڑھا۔ جس کی اشاعت فروری ۱۹۸۶ء میں ہوئی۔ اس کا تعارف سکریٹری غالب انسٹی ٹیوٹ محمد شفیع قریشی کے زیراہتمام دیوان غالب کو غالب انسٹی ٹیوٹ (ایوانِ غالب) نے شائع کیا ہے۔آج کل جناب محمد شفیع قریشی صاحب ایوان غالب چیئرمین کے حیثیت سے کام انجام دیتے ہیں۔

اس ادارے کے سکریٹری نے غالب کی غزلیں، مثنوی اور قطعہ چھاپے۔ اگرچہ غالبؔ نے کتابیں نہیں لکھیں لیکن دیوانِ غالب اُردوزبان میں ایک سنگ میل کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ غالب کی بہت سی غزلوں کو دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا گیا جو کہ لوگوں میں دلچسپی کا باعث بنا رہا۔ غالب کی غزلوں میں مختلف پہلو کو

مدنظر رکھ کر میں نے اپنے تاثرات بیان کئے ہیں۔اگر چہ غالبؔ پر بہت سے مصنفوں نے اپنی اپنی رائے لکھی ہے میں نے بھی یہ مناسب سمجھا کہ کیوں نہ میں دیوانِ غالب پر چند سطور لکھ کر پڑھنے والوں کے سامنے اپنا اظہار خیال پیش کروں۔

میں نے یہ نویں کتاب غالب کے شاعری پر مرتب کی ہے۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ کیوں نہ غالب کی شاعری پر تاثرات بیان کروں۔غالب کی شاعری طرز جمہور کے ساتھ وابستہ ہوسکتی ہے۔غزل کا بیان عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے برابر سمجھی جاتی ہے۔اس کتاب کے پہلے حصے میں اس کو بیان کیا ہے۔دوسرے حصے میں دور جمہور کے ساتھ غزل کے شعروں کو وابستہ رکھا ہے۔

دیوانِ غالب کی غزلوں کا مطالعہ اور تحقیق کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کتاب کا عنوان ''تختِ غالب'' مناسب رہے گا۔

میں ریاست جموں وکشمیر کے گورنر جناب این این ووہرا صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب میں تاثرات لکھے اور میں ڈاکٹر عقیل احمد صاحب سکریٹری غالب اکیڈمی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔جنہوں نے اس کتاب کے بارے میں تاثرات لکھیں ہیں۔اور قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان حکومتِ ہند کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے مالی تعاون سے اس کتاب کو شائع کرتا ہوں اور انہیں کے حکم نامے کے تحت قیمت منظور کر کے ادبی عوام کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

اوتار کرشن گنجو
بھارتی سحر گاندربلی

طرز جمہور اور خوفِ خدا

غالب نے بہت سی غزلوں میں معشوق اور محبوب کو نصیحت دی ہے کہ خدا کے خوف سے ڈرنا چاہئے۔ شاعر اپنی غزلوں کے شعروں میں یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دُنیا میں خوفِ خدا نہیں ہوتا تو سرِ عام قتل و غارت اور افرا تفریح کا ماحول سرگرم رہتا۔ خود شاعر تسلیم کرتے ہیں کہ میں اپنی شاعری میں خدا سے ڈرتا ہوں اور سچائی کے اصولوں پر اپنی زندگی بسر کرتا ہوں۔ مندرجہ ذیل شعر میں مثالیں دے کر شاعر فرما رہے ہیں کہ اے معشوق، اے محبوب خدا سے ڈرنا چاہئے۔ میں خدا کی شان میں حمد لکھ کر خدا سے رجوع ہو کر یہ کہتا ہوں کہ مجھ میں ایسے اصول ہی نہیں کہ میں حمد لکھوں، پھر بھی ایک گنہگار ہونے کے سبب دُور سے رجوع ہو کر سلام کرتا ہوں۔

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ!
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

غالب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کسی خاص شکل کے ساتھ گزاری ہے اور

اس شکل کی وجہ سے مجھے کئی باتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ میں ایسی شکل اپنی آنکھوں سے محروم نہیں کرسکتا ہوں۔ مطلب معشوق نے اگر مجھ پر بہت ظلم وستم کئے لیکن میں اس ظلم کو محبت کی نگاہوں سے دیکھ کر پاک محبت کا لقب دیتا ہوں۔ باوجود یہ کہ مجھے معشوق سے کوئی سمجھوتہ ہی نہیں ہوتا لیکن میں اس سمجھوتے کو ایک جانب کر کے یہ کہہ رہا ہوں کہ کبھی مجھ سے پوچھیں گے کہ کیا آپ معشوق کے پیچھے پیچھے ہمیشہ رہے، کیا آپ کو خدا کی یاد ہی نہیں آئی لیکن پاک محبت میں میں اپنی زندگی گزارتا ہوں اور پاکیزگی کی بنیاد پر ہی خدا رضامند ہوگا۔ میں نے کوئی بھی ناپاک ارادہ اور ناپاک خیال نہیں رکھا۔ اسی لئے سب یہی کہیں گے کہ غالب بھی خدا کا نام اپنے دل میں رکھتا تھا۔ ہمیشہ جذبۂ خدا میرے دل میں رہتا ہے۔ میں خدا کے نام کو کبھی بھی نہیں بھول سکتا۔

طرز جمہور میں ہم یہ کہتے ہیں کہ خاص بات کا ذکر کر کے کچھ نہ کچھ حاصل کرتے ہیں۔ جس کے لئے انسان جدو جہد کرتا ہے اور اس جدو جہد میں کبھی کامیاب ہوتا ہے کبھی ناکامیاب بھی ہوتا ہے۔ تو وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کو منظور ہی نہیں تھا۔ اگر کامیابی حاصل ہوتی ہے تو اس صورت میں کہتے ہیں کہ جو کچھ کیا وہ خدا کی رضامندی سے ہی ہوا ہے۔ مطلب طرز جمہور میں خدا کو کوئی انسان نہیں بھولتا ہے۔ ہر انسان خدا کا نام لیتا ہے۔

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم، اللہ اللہ
اس قدر دشمن اربابِ وفا ہوجانا!

خدا کو حاضر وناظر جان کر شاعر فرماتے ہیں کہ میں اپنے معشوق سے جدارہ کر یہ کہتا ہوں کہ شاید اس کے دل میں میرے خلاف کئی غلط فہمیاں ہیں جس کی وجہ سے وہ مجھے وفا کی نظر سے نہیں دیکھتی۔ پھر بھی اس سے دشمنی کا جذبہ میرے اندر نہیں ہے۔ اگر اس سے دشمنی کا جذبہ ہوتا تو وہ کسی نہ کسی طریقے سے مجھ سے دور بھاگتی۔ مجھے ایسے

آثار نظر نہیں آتے ہیں۔اے خدا اگر میں معشوق کی جفا سے محروم ہوا ہوں پھر بھی میں انہیں دشمن کا ارباب وفا نہیں کہتا۔ میں اس سے ہمیشہ پیار کرتا ہوں اور دوسروں کے سامنے بھی ان کی عزت واحترام کرتا ہوں۔ مجھے دشمنی سے کوئی غرض نہیں ہے۔

طرز جمہور میں کئی ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں جس سے ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن مشکلات کا سامنے کرتے کرتے ہم خدا کا نام بھی لیتے ہیں۔ ہم خدا کو نہیں بھولتے اگر چہ مشکلات کے دوران ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ہم ناکامیابی میں خدا سے رجوع ہوکر یہ کہتے ہیں۔ہم ہمیشہ آپ کے وفادار رہیں گے۔

اللہ رے ذوق دشت نوردی! کہ بعد مرگ
ہلتے ہیں خود بخود مرے اندر کفن کے پانو

غالب فرماتے ہیں کہ جب میں کسی ڈھلان یا پہاڑ میں بیٹھتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ مجھے عشق میں یا پاک محبت میں ناکامیابی کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے میں خدا سے رجوع ہوکر یہ کہتا ہوں کہ میرے لئے یہی بہتر تھا اور اگر خدا نے اچھا نہیں کیا ہوتا تو کیا پتہ معشوق سے ملنے پر پاک محبت میں خلل پیدا ہو جاتا اور پھر کفن باندھنا ضروری ہو جاتا۔ پاک محبت سے تنگ آکر میں یہ کہتا کہ اس سے بہتر موت ہی اچھی ہے لیکن ڈھلانوں میں، باغوں میں، ندیوں میں، لہلہاتے کھیتوں میں میں خدا سے رجوع ہوکر پاک محبت کا ذکر کرتا ہوں اور خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر مجھے موت آئے گی بھی تو معلوم نہیں کہ مجھے کفن پہنانے کے لئے رشتہ دار موجود بھی ہوں گے یا نہیں۔ خدا ہی علام الغیوب ہے اسی لئے میں خدا کے ساتھ ہمیشہ رجوع ہوکر شکر کرتا رہتا ہوں۔

طرز جمہور میں اگر چہ لوگ بہت سے مشکل یا آسان کام خوش اسلوبی نبھاتے ہیں۔ ہر ایک خدا سے رجوع ہوکر دعا کرتا ہے کہ اے خدا ہر کام میں کامیابی دے اگر چہ ناکامیابی ہی ملے۔لیکن ہم رجوع ہونے سے انکار نہیں کریں گے ہم ہمیشہ خدا

کا نام لیتے رہیں گے جب تک ہم کو کفن نہ پہنا دیا جائے۔ ہمارے لواحقین خدا کا نام لیں گے خدا کا نام لینے سے ہمارے دل میں سکون محسوس ہوگا۔

نہ حشر ونشر کا قائل، نہ کیش وملت کا
خدا کے واسطے! ایسے کی پھر قسم کیا ہے

غالب فرماتے ہیں کہ میں نے کئی ایسے اشخاص دیکھے ہیں جو راستے میں ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں کل آپ کے بارے میں ذکر کرتا رہا لیکن میں حیران ہوں کہ آپ کیسے راستے میں مل گئے۔ کئی لوگ شکایت کرتے ہیں کہ بہت عرصے کے بعد ملے۔ اسی طرح معشوق اپنی محبت کے خیال کا اظہار محبوب سے کرتا ہے۔ میں اپنی پاک محبت میں خدا کو حاضر وناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ کوئی غلط بات نہیں کہنی چاہئے۔ صاف صاف کہنا چاہئے کہ ہم مل نہیں سکے جس سے کہ ٹکراؤ پیدا ہو۔ میں معشوق سے گزارش کرتا ہوں کہ صاف دل اور صاف بیان بازی ہونی چاہئے جس سے کہ پاک محبت کا راستہ صاف وشفاف رہے۔

طرز جمہور میں کئی ایسے سوالات بھی ابھرتے ہیں جن کا جواب لوگوں کو فراہم نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں کئی اشخاص ایسے بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو ٹال مٹول کر کے اپنا وقت گزارتے ہیں کئی لوگ خدا کے خوف سے صحیح باتیں لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ مطمئن ہوتے ہیں۔ طرز جمہور میں صحیح باتیں بتانے سے ہی ہر ایک کو عزت اور احترام ملتا ہے۔ خدا کا نام سچائی کے اصولوں پر لینا چاہئے اس سے طرز جمہور کا دور بہت ہی بہترین ثابت ہوسکتا ہے۔

مجھ کو دیارِ غیر میں مارا، وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے معشوق سے تناؤ ہونے پر مجھے افسوس ہونے لگا۔ میں

خدا سے رجوع ہوا اور اپنا شکوہ کرنے لگا اور کہا کہ میں نے کونسی ایسی دشمنی کی ہے جس سے معشوق کے درمیان تناؤ پیدا ہوا۔ مجھے وصل کا امکان نظر ہی نہیں آتا میں خدا سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں کہ مجھے ان مشکلات سے نکال اور میرے دل میں ایسے خیالات پیدا کر جس سے کہ ہمارے درمیان تناؤ نہ رہے۔ مطلب شاعر خدا سے رجوع ہوکر پاک محبت کے شکوے کا ذکر کرتا ہے۔ میں وطن کے لئے قربانی دے سکتا ہوں اور اپنے وطن سے دور نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے مجھے معشوق جدا کرنا چاہتی ہے یا غیر سمجھتی ہے کیا میں اس کے وطن میں ساتھ نہیں رہ سکتا کیا وہ اپنے وطن کے ہم عصروں کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ہے اگر چہ میں اپنے وطن میں اپنی غربت کی وجہ سے تنہا، بیکس، مفلس ہوں لیکن اس شرم سے میں ملک سے الگ نہیں ہوں گا میں معشوق سے یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ مجھے شہزادہ نہیں سمجھیں۔ لیکن خدا کے واسطے میں آپ کے ہی ملک میں آپ کا ہی ایک شہری ہوں مجھے غیر نہیں سمجھنا۔ ہاں اگر میں غریب ہوں پھر بھی غربت کا احساس لازمی ہے۔

طرز جمہور میں بہت سے ایسے عناصر ہیں جو صحیح باتوں کو غلط انداز سے کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے ملکی امن کے آثار خطرے میں نظر آتے ہیں لیکن ایسے عناصر خدا سے نہیں ڈرتے ہیں بعد میں جب انہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہوتا ہے تو خدا سے رجوع ہوکر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ملک کے ساتھ دشمنی کی اور ہمیں ایسی غلطیوں سے مبرا کیا جائے تا کہ ہم وطن کے لئے کام کرسکیں۔ ہمیں طرز جمہور میں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم اس وطن کے باشندے نہیں ہے۔ اگر چہ ہم امیر نہیں ہیں ہمیں وطن میں رہتے غربت پر شرم نہیں کرنی چاہئے۔ ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ یہ ہمارا وطن ہے۔ ہاں اگر چہ ہم بہت غلطیاں وطن میں کریں گے تو خدا کے واسطے ہمیں ان غلطیوں کا تدارک ضرور کرنا چاہیئے۔ اسی لئے خدا

کا خوف اور اس کا واسطہ ہر ایک ہم وطن کو دل میں رکھنا چاہئے۔ طرز جمہور میں ہر کوئی وطن کی بہبودی، آبیاری اور ترقی کے لئے خدا سے ہمیشہ رجوع رہتے ہیں۔

اللہ رے! تیری تندی خو، جس کے بیم سے

اجزائے نالہ دل میں مرے رزق ہم ہوئے

شاعر فرماتے ہیں کہ خدا کا خوف ہمیشہ دل میں رکھتے ہیں لیکن خوف کے باوجود معشوق میرے دل میں غم وحزن پیدا کرتی ہے۔ مطلب جدائی کے آنسو سے میرا دل بھر آتا ہے کیا یہ رویہ معشوق کا صحیح ہے میں معشوق سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہی صحیح رزق ہے۔ کیا آپ کو میرے صدمے سے کوئی رزق حاصل ہوتا ہے اور اگر رزق حاصل ہوتا ہے تو میں بہت خوش ہوں کہ آپ کو میرے صدموں سے کوئی نہ کوئی فائدہ دستیاب ہوتا ہے۔ کیا آپ کو خوف خدا نہیں ہے۔ اے معشوق میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تیری بے وفائی سے مجھے اس طرح کے حالات نہیں دیکھنے چاہئے۔ پھر بھی میں ان باتوں کو ایک طرف رکھ کر پاک محبت کے اصولوں پر تلا ہوا ہوں اور میں جدائی دیکھ کر سوچتا ہوں کہ میرے معشوق کو اس جدائی سے کوئی نہ کوئی رزق حاصل ہوتا ہے۔ اسی لئے رزق فراہم کرنا ایک ثواب ہے۔ میں خدا سے رجوع ہو کر یہ کہتا ہوں کہ اگر میری جدائی سے معشوق کو رزق ملتا ہے تو میں اس بے وفائی کو بھی قبولیت کا درجہ دیتا ہوں۔

طرز جمہور میں عام طور پر لوگ غربت کا سامنا کرتے ہیں اس کا سامنا کرتے ہوئے خدا سے رجوع ہوتے ہیں۔ اگر امیروں کا غلبہ غریبوں پر ہے پھر بھی یکسانیت کے حقائق اور فرائض دونوں میں قائم ودائم ہے۔ بہت لوگ اگر غلط کاموں سے رزق حاصل کرتے ہیں اور بعد میں خدا سے رجوع ہو کر یہ سوچتے ہیں کہ ایسا رزق کمانا اچھا نہیں ہے اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ آئندہ اس طرح کی کمائی ہم نہیں کریں گے۔

خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر اُلٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھینچتا جائے ہے مجھ سے

شاعر فرماتے ہیں کہ اے خدا مجھ میں آپ کا اثر ہے کہ میں صحیح باتیں کہتا ہوں اسی طرح سے مجھے معشوق کے لئے جذبۂ دل ہے اور اسی جذبہ سے میں صاف کہتا ہوں کہ میرے صحیح جذبات کو دیکھنا چاہیئے میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے نہ میں غلطی کرنے والا ہوں ۔ اگر معشوق کوئی غلطی کرتی ہے تو میں اس غلطی کو نظر انداز کر کے پاک محبت کے اصولوں پر چلتا ہوں ۔ پاک باش ہوں ۔ اگر میری صحیح باتوں کو ہر طریقے سے کھینچو گے تو صحیح ثابت ہونگی ۔ غالب فرماتے ہیں کہ اے خدا مجھ میں جذبۂ دل ہے اور پاک محبت کے اصولوں پر چلنے والا ہوں میں ۔ ہمیشہ آپ کے اصولوں پر پابند ہو کر کام کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا ۔

طرز جمہور میں رہنما کی غلطیاں دور نہیں کی جاتی ہیں بلکہ لوگ ان غلطیوں کا پتلا بنا کر اس پر جلاتے ہیں ۔ لوگ اس رہنما کے بارے میں جذبہ دل رکھتے ہیں جو کہ صحیح طور پر لوگوں کے لئے خادم ثابت ہوتا ہے اور اس کی خدمت ہر طریقے سے دیکھی جاتی ہے ۔ ہر زاویہ سے ان کا جذبہ دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ ایسے رہنما کے لئے دل میں جگہ رکھتے ہیں کہ ایسے ہی رہنما دور جمہور میں کامیاب تصور ہوتے ہیں اور ان کی عمر دراز ہوتی ہے ۔

بدگماں ہوتا ہے وہ کافر، نہ ہوتا کاشکے!
اِس قدر ذوقِ نوائے مُرغِ بستانی مجھے

شاعر فرماتے ہیں کہ میں شریک خدا ٹھہرانے والا نہیں ، میں کوئی کافر نہیں ہوں میں بت پرستی میں شامل نہیں ہوا ہوں ۔ میں ایک مسلمان ہونے کے ناطے یہ کہتا ہوں کہ وہ شریک خدا ٹھہرانے والا اس قدر ذوق رکھتا ہے کہ مجھے خدا کا دیدار میسر ہو جاتا ہے ۔ اگر وہ اپنے طریقے سے خدا کا نام لیتا ہے اور بت پرستی میں مذہبی رسوم ادا کرتا

ہے تو اس سے بھی کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا ہے۔ اگر ہم کہتے ہیں یہ کافر بدگماں ہے لیکن بدگماں نہیں ہے بلکہ وہ اپنے طورطریقے سے مذہبی رسم ادا کرتا ہے۔ پھر بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ مرتے وقت یہ ہم سے الگ رہتا ہے۔ مجھے ان باتوں پر کوئی بھروسہ نہیں ہے میں معشوق سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس قدر جذبہ پیدا کرو کہ آپ سوچو میں پاک محبت میں اعتقاد رکھنے والا ہوں۔ آپ کو میری مثال سے سمجھنا چاہیئے کہ کافر جو شریک خدا ٹھہرانے والا ہے وہ بھی اپنے مذہبی رسومات ادا کر کے اپنا کام کرتا ہے۔ اسی طرح سے آپ کو میری وفا پر اعتبار رکھنا چاہیئے۔ کوئی بدگمانی اپنے دل میں نہیں رکھنا چاہیئے۔

طرز جمہور میں ہر مذہب کو اپنے اپنے رسومات انجام دینے کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے ہر کوئی خدا کا نام لے سکتا ہے ہر کسی کو یہ بھی اجازت ہے کہ وہ مندر، مسجد یا کسی مذہبی گھر میں عبادت کر سکتا ہے۔ اسی لئے طرز جمہور میں ہر کوئی کام خدا کا نام لے کر کیا جاتا ہے اور خدا کو کوئی بھی نہیں بھول سکتا ہے۔

جب میکدہ چھٹا، تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو!

شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے برائی کرنے کی عادت ہے۔ میں اپنی بری عادات ترک نہیں کر سکتا۔ اگرچہ میں نے بہت کوشش کی کہ بری عادتوں سے باز آ جاؤں پھر بھی ان بری عاداتوں سے باز نہیں آ سکا۔ اب مجھے لوگ کہتے ہیں کہ آپ اس جگہ کوئی برائی نہیں کر سکتے۔ میں ان لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر میں بری عادات مسجد میں یا کسی خانقاہ میں جا کر نہیں کروں لیکن میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اور وہ ہر جگہ دیکھ سکتا ہے۔ کیوں مجھے مسجد میں یا خانقاہ میں بیٹھ کر برے کاموں سے باز رکھتے ہو گویا کہ میں ایسے مذہبی جگہوں کا احترام کرتا ہوں میں ہر ایک خانقاہ کا احترام کرتا ہوں میں مسجد کا احترام کرتا ہوں لیکن میں مسجد یا خانقاہ میں کوئی

برائی نہیں کروں گا میں ان مذہبی رہنماؤں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خدا ہر جگہ موجود ہے تو وہ میری بری عادات نہیں دیکھیں گے خواہ وہ گھر ہو، کوچہ ہو یا سڑک ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ خدا ہر برائی کو ہر ایک جگہ دیکھتا ہے۔ اس کی نگاہیں ہر جگہ موجود ہیں۔

طرز جمہور میں کئی واردات رونما ہوتے ہیں اور ان واردات کا جب علم ہوتا ہے تو لوگ حیران ہوتے ہیں کہ کس جگہ پر ایسی غلط واردات رونما ہوئیں ۔ اسی لئے طرز جمہور میں اگر کہیں برائی کا انکشاف ہوتا ہے تو لوگ اسکے خلاف ہوتے ہیں وہ خوفِ خدا پر بھروسہ رکھ کر برے کاموں سے دور رہ کر توبہ کرتے ہیں۔

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے
بھوں پاس آنکھ، قبلۂ حاجات، چاہیے

شاعر فرماتے ہیں کہ ہر جگہ میں خدا کا نام لیتا ہوں مجھے بری عادتوں سے لوگ منع کرتے ہیں لیکن میں بری عادت چھوڑ نہیں سکتا۔ اگر چہ میں نے بری عادت چھوڑنے کی کوشش کی لیکن پھر بھی باز نہیں آ سکا۔ جب کوئی غلطی کرتا ہوں تو مجھے یہ کہتے ہیں کہ مسجد کے سائے ایسی غلطی سے باز آجایئے۔ میں مسجد کا احترام کرتا ہوں میں مسلمان ہوں میں کوئی کافر نہیں ہوں میں شریک خدا ٹھہرانے والا نہیں ہوں اسی لئے مسلمان ہونے کے ناطے میں مسجد کا احترام کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ میں ان لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں جب میں مسجد سے دور کسی جگہ پر غلطی کروں گا تو کیا میری غلطی پر خدا کی نظر نہیں پڑے گی کیا وہ میری غلطی سے نا آشنا ہو سکتا ہے۔ خدا کی نظر چوبیس گھنٹے ہر چیز پر رہتی ہے۔ خدا ہر جگہ موجود ہے وہ ہر جگہ حاضر ہے اسی لئے میں ہر جگہ کا احترام کرتا ہوں ۔اس احساس سے میں خدا سے رجوع ہو کر یہ کہتا ہوں کہ مجھے میری غلطی سے مبرا کیا جائے کیونکہ میں نے بار بار اپنی غلطی سے مبرا ہونے کی کوشش کی لیکن پھر بھی غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔

طرز جمہور میں ہر کوئی اپنے خیالات لوگوں تک پہنچاتا ہے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط لیکن لوگ ماحول کو دیکھتے ہیں اور دیکھ کر خدا کا نام لیتے اور مقدس جگہ کا احترام کرتے ہیں۔ طرز جمہور میں بلالحاظ مذہب وملت ہر مقدس عمارت کا احترام کیا جاتا ہے۔

بندگی میں بھی وہ آزادہ وخود بیں ہیں کہ ہم
اُلٹے پھر آئے درِ کعبہ اگر وا نہ ہوا

شاعر فرماتے ہیں کہ میں معشوق کو سلام کرتا ہوں لیکن وہ میرے سلام کا احترام نہیں کرتی۔ میں بحیثیت مسلمان سلام کرنا نہیں بھول سکتا ہوں مجھے بندگی کرنی ہے اگر چہ وہ میری بندگی کا احترام نہ کرے۔ اسی طرح سے اگر میں اپنی معشوق کی بندگی کرتا ہوں لیکن وہ میری بندگی پر معقول جواب نہیں دیتی ہے۔ پھر بھی میں بندگی کرنے والا محبوب ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ آزاد نہیں ہے اگر وہ آزاد ہوتی تو پھر وہ ضرور بندگی کا جواب دیتی۔ شاید اس میں غلامی کے آثار موجود ہیں جس کی وجہ سے وہ بندگی کا جواب نہیں دیتی ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم سفر محمود پر نہیں جا سکتے ہیں لیکن بحیثیت مسلمان اسلامی اصولوں کے تحت میں سفر محمود نہیں کرسکا پھر بھی میں ہمیشہ اپنے دل میں کعبہ کی عظمت رکھ کر سلام پہنچاتا ہوں۔ سلام اور بندگی کرتے کرتے میں خدا سے یہ کہتا ہوں کہ بحیثیت اسلامی اصول ہونے کے ناطے میں سفر محمود نہیں کرسکا۔ شاعر کا کہنا ہے کہ اگر چہ ہم کسی وجہ سے کعبہ نہ جاسکے پھر بھی ہمیں دل میں کعبہ رکھ کر ہر روز سلام کرنا چاہئے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے معشوق کو سلام کیا لیکن سلام کا جواب حاصل نہیں ہوا تو پھر بھی مسلمان ہونے کے ناطے اور پاک محبت ہونے کے ناطے میں سلام کو بھول نہیں سکتا۔

طرز جمہور میں کسی بڑے یا چھوٹے کا احترام عوامی سطح پر کیا جاتا ہے۔ ہر کوئی ہر کسی کو سلام کر کے احترام کرتا ہے کئی ایسے رہنماؤں کو بھی سلام اور احترام کرنے کے

لئے جلسہ جلوس منعقد کئے جاتے ہیں۔

مشکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جان
نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے

شاعر فرماتے ہیں کہ جب ہم سفرِ محمود پر جاتے ہیں تو ہم اپنے بھائی بندوں اور رشتہ داروں دوستوں سے رخصت ہونے پر ایسا پوشاک پہنتے ہیں کہ صرف اللہ کو خبر ہے کہ سفرِ محمود سے بسلامت واپس آئیں گے یا نہیں۔ ہم خدا پر بھروسہ کر کے یہ توقع کرتے ہیں کہ ہم صحیح سلامت واپس آئیں گے۔ میں یہ حوالہ دے کر معشوق سے کہہ رہا ہوں کہ آپ ان باتوں پر غور کر کے یہ کہیں کہ پاک محبت پر یقین ہے۔ اگر ہم پاک محبت پر بھروسہ کرتے ہیں تو ہمیں اپنے دل کو پاکیزگی کے ماحول میں رکھنا چاہئے۔

طرزِ جمہور میں مذہبی رسومات پر لوگ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں اور بلا لحاظ مذہب وملت آپس میں خوشیاں مناتے ہیں اور ہر مذہبی جگہ کا احترام کرتے ہیں۔ اور ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ طرزِ جمہور میں بھی خوفِ خدا کا ذکر ہے اور رہے گا بھی۔ ہر ایک کے دل میں غلط یا صحیح کام کرتے وقت خوفِ خدا ہوتا ہے۔

غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کا عشق موجود ہے میں عشق کو نہیں بھولتا ہوں، مطلب معشوق کو یاد کرتا ہوں پھر بھی خدا سے ڈرتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ حمد پیش کرنے کے لئے اصول میرے جگر میں رہے۔ تاکہ جو سلام میں آپ کو کرتا ہوں وہ قبول ہو جائے۔

غالب نے خود اپنی غزلوں میں تسلیم کیا ہے جو کہ غزل کے مقطع میں بحیثیت شہادت موجود ہے۔ جس میں غالب فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس سمندر جیسا موجود ہے وہ یہ کہ مجھے معشوق اور محبوب کے لئے سمندر ابھرا ہے لیکن خدا کو یاد کرنے کیلئے میں چاہتا ہوں، مجھے اس کی یاد کرنے سے ایسا سمندر ابھر کر آیا جس کہ میں نیک کام

عمل میں لا کر ہر ایک کو خوش رکھوں۔

غالب نے خوفِ خدا سے اس بات کا احساس دلایا کہ خدا کا احترام ہمیشہ دل میں رہتا ہے میں خدا کو نہیں بھولتا ہوں میں ہمیشہ اللہ اللہ پکارتا ہوں، لیکن اس بات کا احساس میرے محبوب اور معشوق کو دلایا جائے کہ جب میں خدا کا نام ہمیشہ لیتا ہوں آپ میری وفا پر میرا نام کیوں نہیں پکارتے۔ کیا میری وفا پر کوئی شک ہے جبکہ میں جفا کرتا ہوں۔

غالب فرماتے ہیں کہ اگر خدا کا نام نہیں لیں گے تو دہشت پھیلنے کا امکان ہے، خدا کا نام احترام سے لینا چاہئے، کوئی شخص اس دُنیا سے رخصت ہوتا ہے تو دفن، کفن کرنے کیلئے کوئی ہمدرد حاضر نہیں ہوتا ہے۔ لیکن خدا کا خوف رکھنے والوں کے لئے لوگ حاضر رہتے ہیں۔

غالب نے اپنی غزلوں میں بہت سے ایسے اشعار لکھے ہیں جن سے ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ دُنیا میں خدا کے خوف سے کام کرنا چاہیے۔ کئی ایسے شخص بھی ہیں جو غلط کام کرنے کیلئے خدا کی قسم کھا کر وہ کام انجام دیتے ہیں۔ غالب کہتے ہیں کہ معشوق اور محبوب نے اُن کی بے وفائی کے لئے لوگوں کے پاس ایسے ایسے غلط قسم کئے ہیں جن سے اُن میں خوفِ خدا کا احساس ہی پیدا نہیں ہوا۔ مطلب ایسی بات بتانا جن سے سچ کو جھوٹ بنا کر اور جھوٹ کو سچ بنا کر خدا کا نام لیتے ہیں۔ ایسے بندوں کو یہ احساس نہیں کہ ہمیں خدا سے ڈرنا چاہئے۔

اسی لئے غالب فرماتے ہیں کہ اگر معشوق یا محبوب جھوٹ کی باتیں بتاتیں ہیں لیکن ان میں خدا کا خوف ضرور ہونا چاہئے۔

غالب فرماتے ہیں کہ مجھے خدا کا خوف ہمیشہ رہتا ہے اور میں سچ بولنے والا ہوں میں نے کبھی اپنی غزلوں میں جھوٹی باتیں نہیں لکھیں۔ جو بھی میرا شعر ہے وہ سچ ہے اور

مجھے خدا کا خوف ہمیشہ سامنے نظر آتا ہے۔ وہ یہ کہ میں نے اپنے غزلوں کے شعروں میں تسلیم کیا ہے کہ میں نشہ کرتا ہوں۔ مطلب شراب پیتا ہوں جو کہ اسلام کے خلاف ہے، لیکن یہ بری عادت چھوٹتی ہی نہیں اسی لئے میں نے سچائی بتائی۔ میں خدا کو کبھی غیر نہیں سمجھتا ہوں اسی طرح میں اپنی معشوق کو بھی غیر نہیں سمجھتا ہوں۔ اگر معشوق مجھ سے وفا نہیں کرتی ہے لیکن میں اسے وفائی کا جامہ پہنا کر کبھی بھی غلط نہیں کہوں گا۔ اگرچہ میں یا میری معشوق غربت کے مارے شرم سار ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ان کے ساتھ رشتہ ترک کردوں محبت میں امیری اور غریبی کا نام ہی نہیں ہے۔ خدا کے گھر میں یکسانیت سے انصاف ملتا ہے۔ اسی لئے میں یہ کہتا ہوں کہ اے معشوق نہ آپ بیکسی پر نظر ڈالنا نہ میں اپنی بیکسی پر نظر ڈالوں گا۔ خوفِ خدا میرے دل میں موجود ہے، میں کیوں کسی لفظ پر بے وفائی کا جامہ پہناؤں میں ہمیشہ خوفِ خدا کو تسلیم کر کے وفائی کا علم اٹھا کر چمن میں ادھر ادھر چلتا پھرتا ہوں۔

یہ نہیں سمجھنا کے وطن میں کئی غریب، کئی امیر رہتے ہیں۔ وطن میں ہر کوئی بندہ چلنے پھرنے والا ہے خواہ وہ کسی بھی تجارت سے تعلق رکھتا ہو۔ وہاں یہ نہیں کہ کوئی غریب ہے، کوئی امیر ہے۔ جس طرح باغ میں ہم مختلف پھول دیکھتے ہیں اور دیکھ کر ہر ایک کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی پھول کو الگ کیا جائے۔ مالی نے مطلب خدا نے ہر ایک کو رہن سہن کیلئے بھیجا ہے۔

غالب نے اپنے غزلوں میں غیر مسلموں کے بارے میں بھی اس طرح شعر بیان کئے ہیں

خواہش کو، احمقوں نے پرستش دیا قرار
کیا پوجتا ہوں اُس بُت بیداد گر کو میں؟

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے بتخانے میں، تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

غزلوں میں غالب نے بہت سے شعر لکھیں ہیں جس میں ہر ایک مذہب کو نصیحت دی ہے۔لیکن غزل کے شعروں کا مطلب معشوق اور محبوب سے وابستہ کیا جاتا ہے۔لیکن میں اس بات سے الگ ہوں ۔ کیونکہ معشوق اور محبوب کی دلیل پیش کرنے پر خوفِ خدا کا احساس بھی شعروں میں ملتا ہے۔جیسا کہ غالب فرماتے ہیں کہ معشوق اور محبوب کی خواہش کیا ہے۔اگر معشوق مسلم ہوگی اور محبوب غیر مسلم دل کے لگاؤ سے مذہب کو بالائے طاق رکھ کر دونوں میں محبت اور پیار انسانی جذبات و دلگی کے اصولوں پر ہوتا ہے۔اسی لئے جب کوئی ہندو مسلم کے ساتھ یا کوئی مسلم کسی ہندو کے ساتھ اپنی محبت نبھاتا ہے تو اس وقت وہ دل کو پوجتے ہیں بت کو بھول جاتے ہیں۔

اسی لئے غالب کہتے ہیں کہ خدا کے پاس یہ نہیں ہے کہ ہندو یا مسلمان کون ہے۔ ان کے پاس احترام ہے اور احترام کی نگاہ سے پیار کی کشش بڑھ جاتی ہے اگر پیار کی کشش بڑھ جاتی ہے تو اس کا مطلب وہ مذہب کو بالائے طاق نہیں رکھتے بلکہ وہ مذہب کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔اسی لئے یہ سوال نہ کرنا کہ وہ کیا پوجتے ہیں بلکہ وہ پاک محبت کو پوجتے ہیں۔

غالب فرماتے ہیں کہ اگر خدا کو شریک ٹھہرانے والے کو کافر کہتے ہیں لیکن میں ان کا بھی احترام کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ خدا کا نام لیتے ہیں ۔ یہ سمجھنا کوئی بت پرست ہے،کوئی آتش پرست ہے یہ بدگمانی میرے دل میں نہیں۔میں اُسے کافر کے نام سے نہیں پکارتا ہوں بلکہ میں اُسے دل میں جگہ دیتا ہوں۔بحثیت مسلمان میں خدا کے ڈر سے ہر ایک کا احترام کرتا ہوں اور سچائی کے اصولوں پر کاربند ہوں۔

غالب نے کعبہ اور خانقاہ کے بارے میں اپنی غزلوں میں کچھ اس طرح شعر

بیان کیئے ہیں:

اپنا نہیں وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں
اُس در پہ نہیں بار، تو کعبے ہی کو ہو آئے

غالب فرماتے ہیں کہ میں بحیثیت مسلمان خدا سے ڈرتا ہوں اور اسلامی اصولوں کا پابند ہوں۔ جب بھی کسی مذہبی جگہ پر پہنچتا ہوں میں احتراماً سلام کرتا ہوں۔ جب میں مسجد کے پاس جاتا ہوں تو احتراماً مذہبی رسم ادا کرتا ہوں، میں ایسا نہیں ہوں کہ جب میں مسجد سے دُور جاتا ہوں تو میں خدا کو بھول جاتا ہوں یہ بات غلط ہے میں خدا کو ہمیشہ یاد کرتا ہوں۔ نماز کو انجام دینے کے بعد میں ان اسلامی اصولوں پر چلتا ہوں جو مذہبی قاعدے کے مطابق ہیں۔ اسی لئے غالب فرماتے ہیں کہ میں ایسا شخص نہیں ہو کہ اگر مسجد میں موجود ہوں تو اسکا احترام کروں اور اگر مسجد سے باہر ہوں تو غلط راستہ اختیار کروں۔

غالب فرماتے ہیں کہ میں خدا کا ایک غریب بندہ ہوں، میں سفر محمود پر جانا چاہتا ہوں لیکن نہیں جا سکتا۔ مجھ میں وہ اصول ہی نہیں میری آرزو یہ ہے کہ میں کعبہ جاؤں اور وہاں نماز ادا کروں، اور وہاں حاضر ہونے پر وہیں کے اصولوں کا پابند رہوں۔ اسی لئے میں دل میں کعبہ رکھ کر بندگی کرتا ہوں اور اپنی آرزو پوری کرتا ہوں۔ معشوق اگر چہ آپ میرے دل میں ہو لیکن مجھے معلوم نہیں کہ آپ بھی میرے دل کو اپنے دل میں پناہ دیتی ہو۔

غالب فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں سفر محمود پر جاؤں اور لباس پہن کر کعبہ میں نماز ادا کروں، اے خدا آپ کی مرضی ہی نہیں کہ میں حاضر ہوسکوں۔ میرے پاس ایسے وسائل ہی نہیں کہ میں خانہ کعبہ میں نماز ادا کروں۔ غالب فرماتے ہیں کہ میں سفر محمود پر نہیں جا سکا لیکن میرا ضمیر آرام سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ یہ ضروری نہیں کہ میں خانہ

کعبہ میں حاضر ہوں کیونکہ میرے پاس ایسے وسائل موجود نہیں کہ جس سے کہ میں خانہ کعبہ میں نماز ادا کروں لیکن مجھے مسلمان ہونے کے ناطے آرام سے نہیں بیٹھنا ہے بلکہ خانہ کعبہ کو دل میں رکھ کر نماز ادا کرنی ہے۔

غالب نے اپنے غزلوں میں مسیحا کے بارے میں دو شعر بیان کئے ہیں:۔

اک کھیل ہے اورنگ سلیماں، مرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے
لب عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی
قیامت، کشتۂ لعل بُتاں کا خواب سنگیں ہے

غالب فرماتے ہیں کہ میں ہر ایک مذہب کا احترام کرنے والا شاعر ہوں۔ میں مسیحا کہ اُصولوں پر بھی چلنے والا ہوں۔ میں نے اُس کے اصولوں پر چل کر محبوب اور معشوق کے ساتھ کوئی کھیل نہیں کھیلا۔ میں نے مسیحا کے سچائی پر اے معشوق دل میں پناہ دے کر اس بات کا تحیہ کیا ہے کہ میرے آگے اعزاز مسیحا ہے۔

غالب فرماتے ہیں کہ دُنیا مسیحا کے یوم پیدائش پر جشن مناتی ہے کہ ان کے کارناموں کو اُجاگر کر سکے لیکن یہ بت پرستی کے برابر نہیں یہ اپنے مذہبی رسومات کو انجام دیتے ہیں۔ اس کو میں بت پرستی نہیں کہتا۔

عید کے بارے میں اپنے غزلوں میں ایک ایسا شعر بیان کیا ہے جو کہ درجہ ذیل ہے:۔

کہ آج بزم میں کچھ فتنہ وفساد نہیں
علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب

غالب کہ اس شعر سے یہ علم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلم سلطنت کے دوران عید کس طریقے سے منائی جاتی تھی۔ غالب معشوق کو شکوہ کر کے یہ بتاتے ہیں کہ آپ کے ساتھ میں بزم میں حاضر ہوتا تو کوئی فتنہ وفساد ہی نہیں ہوتا۔ جب میں حاضر ہی

نہیں ہوں تو آپ کا دل میری غیر حاضری پر غمگین نظر آتا ہے۔ اگر میں حاضر رہتا تو عید کی طرح آپ بزم میں خوش رہتے اور دن بھر شراب کی محفل نظر آتی۔ لیکن یہ شعر جو غالب نے جو کچھ فرمایا ہے وہ خوفِ خدا کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ ایک نصیحت ہے۔ وہ یہ کہ عید کیسے مسلم سلطنت کے دوران منائی جاتی تھی۔ مطلب اُن دنوں شراب کا ہونا لازمی مانا جاتا تھا اگرچہ عید کو ہم اردو زبان میں خوشی اور مسرت کہتے ہیں پھر بھی یہ شعر تواریخی صورت میں مانا جائے گا۔

غالب نے مذہب کے بارے میں نصیحتیں اپنی غزلوں میں لکھی ہیں۔

وہ آیا بزم میں دیکھو، نہ کہیو پھر کہ غافل تھے
شکیب و صبر اہل انجمن کی آزمائش ہے

غالب فرماتے ہیں کہ میں جب بزم میں حاضر نہیں رہا میرے بارے میں بہتوں نے سوال اٹھائے کہ اے معشوق وہ بزم میں حاضر کیوں نہیں۔ معشوق نے جواب دیا انہوں نے کوئی ایسا کام کیا جس کی وجہ سے وہ غیر حاضر رہے۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات سنی کہ انجمن میں مجھے ڈھونڈا گیا لیکن انہوں نے میری حاضری کا صحیح جواب نہیں دیا۔ اسی لئے میرا دل آزردہ ہوا۔ کیا مجھے اس جواب پر صبر کر کے کوئی کام انجام دینا ہے۔ معشوق نے یہ نہیں کہا کہ اس نے میری جفا پر صبر سے کام لیتے وقت وفائی دکھائی جس سے وہ نیک بندہ بنا۔ ہم اس بات پر توجہ مرکوز کرتے ہیں کہ غالب نے خوف خدا پر یہ بات صحیح کہی ہے کہ اگر لوگ جھوٹ کہیں گے لیکن ہمیں اس جھوٹ کو صبر کی طرح تولنا چاہئے۔ جس سے کہ سچائی منظر عام پر آئے۔

انسان کو خوفِ خدا پر ہمیشہ کاربند رہنا چاہئے۔ اگر غالب نے شعر معشوق و محبوب کے نام سے غزلوں میں جرح کئے ہیں میں اس جرح کو خوفِ خدا کے لفظ سے مربوط کرتا ہوں۔

حرف جمہور

غالب نے اپنے دور کے واقعات اشعار میں بیان کئے ہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ غالب نے غزلوں میں صرف عشق کے بارے میں یا عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے بارے میں ہی شعر لکھے ہیں۔ ویسے تو ادب میں غزل کا مفہوم عورتوں کے ساتھ باتیں کرنا کے برابر کہا جاتا ہے۔ اگر ہم بغور اندازہ لگائیں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ غالب کی غزلوں میں محض عورتوں کے ساتھ باتیں کرنا نہیں ہے بلکہ اس میں مختلف نصیحتیں بھی فراہم ہوتی ہیں۔ جس سے یہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ غالب کی شاعری وسیع شاعری ہے۔ غالب نے عشق پر بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ گل پر اشعار لکھ کر ہمیں اس بات کا اشارہ دیا ہے کہ گل کے ساتھ تعلقات رکھنے سے کیا کیا فائدے روزمرہ کی زندگی میں ہو سکتے ہیں۔ غالب نے آنکھ، داغ، نشاط، شراب، دماغ، چراغ، قفس، چہرہ، سینہ،

خواب ، جانور، آئینہ ، شوق ، وطن ، چمن ،دشمن ،ساقی ،صبح وشام ، شب ،ساگر، سمندر، عشق ،دل وغیرہ ہر ایک لفظ پر اپنے اشعار لکھ کر ہمیں احساس دلاتے ہیں کہ کس طرح انسان کو اس دُنیا میں ہمت سے مقابلہ کرنا چاہئے اور کم ہمت انسان نہیں ہونا چاہئے۔ چاہے مقابلے میں جیت ہو یا ہار۔ غالب کی غزلیں تشبیہات سے بھرپور ہیں۔

غالب اور عشق

ہم کسی باغ کے پھولوں کی خوبصورتی سے محظوظ ہوتے ہیں اور سبزہ دیکھتے ہیں۔ ہم کسی خاص پھول کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں۔اس تاثر سے ہم میں عشق ابھرتا ہے۔ غالب نے جذبۂ عشق میں یہ نہیں کہا ہے کہ عورتوں کے ساتھ بیٹھنے سے ہمیں عشق ہوتا ہے غالب نے یہ بتایا ہے کہ انسان کو کس کس طرح سے عشق پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح سے طرز جمہور میں بھی ہم کئی باتوں سے یا کئی نظاروں سے متاثر ہوکر عشق کا تصور کرتے ہیں۔ غالب نے بھی اس بات کی وضاحت کی کہ مختلف صورتوں سے انسان میں عشق پیدا ہوتا ہے۔ جب ہم غالب کی شاعری کو عشق کے الفاظ سے جوڑتے ہیں تو پھر ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ غالب نے عشق کے بارے میں صحیح وضاحت کی ہے۔ جیسے کہ مندرجہ ذیل شعر میں عرض کرتے ہیں:

دھمکی میں مر گیا، جو نہ باب نبرد تھا
عشق نبرد پیشہ طلب گارِ مرد تھا

ہم دور جمہور میں کسی دھمکی سے نہیں ڈرنے والے۔ ہاں جب شخصی راج ہوا کرتا تھا تو اس وقت ہم راستے میں چلنے پھرنے سے ڈرتے تھے وہ اس لئے کہ نواب کے کنبے کے آدمی جب راستے میں چلتے تھے تو اس وقت لوگوں کو اطلاع دی جاتی تھی کہ

اس راستے پر کوئی شہری نہیں چل سکتا ہے جب تک کہ نواب کے کنبے والے اس راستے کو پار نہ کرلیں لیکن طرز جمہور میں ایسے قوانین ہر ایک شہری پر نافذ نہیں ہوتے ہیں۔ مانتے ہیں کہ دنیا میں خطروں سے حفاظت کے لئے آج کل کئی عوامی رہنماؤں کے لئے حفاظتی انتظامات کئے گئے ہیں حفاظتی انتظامات ہونے کے ناطے بھی ہر ایک شہری ڈر کے بغیر سڑک پر چل سکتے ہیں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ غالب فرماتے ہیں کہ ہم عشق کسی بھی چیز کو دیکھ کر کر سکتے ہیں اور یہ ضروری بھی نہیں ہے کہ ہم عورت کا چہرہ دیکھ کر عشق میں مبتلا ہو جائیں۔ جیسے کہ ایک آدمی راستے میں چلتا ہے تو اس کی نظر کسی مکان پر پڑتی ہے مکان کو دیکھ کر وہ متاثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کے دل میں عشق ابھرتا ہے اور یہ کہتا ہے کاش ایسا مکان میرا ہوتا۔ عشق میں مطالبات بھی ابھرتے ہیں لیکن تب تک انسان پریشان رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے مطالبات حاصل نہ کرلے۔ حاصل ہونے کے بعد انسان کا عشق پروان چڑھتا ہے اور اسی عشق کے زور سے وہ کوئی نہ کوئی کامیابی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح سے شاعر نے اوپر کے شعر میں طرز جمہور کے ساتھ وابستگی دی ہے شاعر فرماتے ہیں کہ ہمیں عشق کرنے کے بعد ہر ایک کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ ہمیں جس پیشے سے عشق ہوا ہو، اسے ہمیں کسی بھی ذریعے سے حاصل کرنا چاہئے۔ عشق کرنے کے بعد زندگی کو مردہ دلی سے نہیں جینا چاہئے۔ غالب نے ایسے بہت سے اشعار عشق کے موضوع پر لکھے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے عشق پر کافی زور دیا ہے۔ انسان کو کبھی بھی کم ہمت نہیں ہونا چاہئے۔ خواہ وہ کسی بھی درجے سے تعلق رکھتا ہو۔

غالب نے اپنے شعروں میں عشق کے بارے میں یہ بات سمجھائی ہے کہ انسان کو یہ نہیں سمجھنا کہ ہم مردوں کو عورتوں کے ساتھ بات کرنے سے عشق پیدا ہوتا ہے یہ بات غلط ہے۔ غالب کا صحیح انداز یہ ہے کہ ہمیں کئی نظاروں سے عشق ہوتا ہے۔ غالب

ہمیشہ اپنے اشعار میں یہ زور دیتے ہیں کہ انسان کومختلف طریقوں سے عشق ہوتا ہے لیکن ہمیں عشق کو قابو بھی رکھنا چاہئے ۔ اگر چہ ہمیں کسی چیز سے عشق ہو ہمیں ایسے اصول اپنانے چاہئے جس سے کہ عزت واحترام کرنا چاہیے ۔ غالب نے اپنے شعروں میں لکھا ہے کہ اگر انسان کی عزت میں خلل پیدا ہوتو اس عشق کو تسلیم نہیں کرنا چاہئے ۔ ایسا عشق تسلیم کرنا چاہئے جس سے عزت وآبرور برقرار رہے ۔ ہمیں اپنا دل ہر ایک کو پیش کرنا چاہئے کیونکہ عشق کا معاملہ ہے ۔ یہ بات غالب نے کہی ہے اپنا دل کسی کو پیش کرنے سے پہلے دل دینے والا ہم سے رضامند ہو پھر عشق کے ماحول میں ابھرنا چاہئے ۔ غالب نے عشق کو محدود رکھنے کے لئے انسان کونصیحت دی ہے کہ اگر وہ کسی چیز سے متاثر ہوتا ہے تو اسے ہر ایک چیز کا خیال رکھنا چاہئے اور عشق کے اصولوں سے کام لینا چاہئے ۔

غالب نے پھولوں ، ندیوں ، نالوں پر مختلف حرفوں پر عشق کے بارے میں باتیں کہی ہیں لیکن ہم ان باتوں کو پڑھتے ہیں تو متاثر ہوتے ہیں غالب کی غزلوں سے متاثر ہو کر عشق میں مبتلا ہونے پر بلا لحاظ مذہب وملت انسان میں رونما ہوتا ہے جس سے انسان بالکل خوشحال محسوس ہوتا ہے ۔ غالب نے بیماریوں کے بارے میں بھی اشعار لکھے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی بیمار ہوتا ہے ، بیماری سے نجات پانا چاہتا ہے یا درد سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے تو اس وقت انسان کو غیر عشقیہ خیالوں میں رہ کر عشق میں مست ہونا چاہئے ۔ جس سے کہ وہ بیماری کو ٹال سکتا ہے ۔ اسی طرح سے غالب یہ احساس دلایا ہے کہ عشق سے انسان متاثر ہو کر غموں سے دور رہ سکتا ہے ۔

غالب نے بہت سے حرفوں پر اپنے اشعار لکھے ہیں جن سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے مختلف اشعار سے متاثر ہو کر گل اور چہرے کے بارے میں بھی بہت سے اشعار لکھیں ۔

ہم اس نتیجے میں پہنچیں ہیں کہ غالب کی شاعری سنہری سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے ،جس میں مورخین کے لئے مختلف واقعات کا بیان ہے۔غالب نے بہت سے ایسے الفاظ شاعری میں لکھے ہیں جن کو ہم الگ کر کے یہ بتا سکتے ہیں کہ غالب کی شاعری میں ایک عجیب سا موڑ پڑھنے میں آتا ہے۔جیسے کہ دشمن کے بارے میں شاعر فرماتے ہیں کہ

دوست دارِ دشمن ہے ، اعتمادِ دل معلوم!
آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا

غالب اور دشمن

میں نے اس کتاب میں شعر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ طرز جمہور کے ساتھ اس شعر سے مطابقت پڑھنے والے کو متاثر کرتا ہے۔میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ غالب نے مختلف اشعار حرفِ ''دشمن'' پر اپنی غزلوں میں صحیح بات لکھی ہے کہ ہمیں اپنے دوست کو دشمن بھی تصور کرنا چاہئے کیونکہ کسی وقت دوست بھی دشمن کا کام انجام دیتا ہے کہ ہمیں دوست پر اعتبار ہی نہیں ہے۔جب ہم دوست کو دشمن کے روپ میں دیکھتے ہیں تو ہم واویلا کرتے ہیں۔ہم دوستی کا اثر کم دیکھتے ہیں۔دوستی میں بگاڑ لالچ کے وجہ سے ہوتا جس کی وجہ سے دوست دشمن بن جاتا ہے۔اور اس پر اعتبار کر کے دھوکہ کھاتے ہیں۔اسی لئے غالب فرماتے ہیں دشمن کو دوست کہنا اور دوست کو دشمن کہنا بہت ہی مشکل ہے۔حرف دشمن کے اشعار میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ہمیں حرف دشمن سے گھبرانا نہیں چاہئے ااور کسی پر بھروسہ رکھنا خدا کے رحم وکرم پر ہے۔ دشمن سے نہیں ڈرنا چاہئے۔میں پڑھنے والوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حرف دشمن کے

اشعار کو پڑھیں اور پڑھ کر وہ خود یہ بتائیں کہ غالب نے سچائی سے کہا ہے کہ دشمن کوئی نہیں ہوتا بلکہ دشمن دلوں کے اعتبار سے بنتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے ہیں کس وجہ سے دشمن نمودار ہوا۔ غالب فرماتے ہیں کہ میں دشمن سے ڈرنے والا آدمی نہیں ہوں بلکہ میں دشمن سے پیار کرنے والا آدمی ہوں۔ میری عادت دشمن کے ساتھ کوئی بدلہ لینا نہیں ہے بلکہ دشمن سے دوستی کرنا میرا مقصد ہے۔

طرز جمہور میں ایسی باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں جس سے دُنیا کے مما لک میں آپسی دشمنی کس طرح نمودار ہوتی ہے اور اس کو نیست و نابود کیا جائے کہ دشمنی کا سامنا نہیں کرنا پڑے۔ حرف دشمن کے شعروں سے بہت سی نصیحتیں فراہم ہوتی ہیں۔

غالب اور گل

حرف گل پر غالب نے بہت سے اشعار اپنے غزلوں میں لکھیں ہیں جن کو پڑھ کر ہم متاثر ہوتے ہیں۔ 'گل' پر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کس گل میں کون سا احترام موجود ہے۔ گل کے دیکھنے سے ہماری آنکھوں کو مسرت حاصل ہوتی ہے۔ مختلف گلوں کے بارے میں اپنے شعروں میں وضاحت کرتے ہوئے یہ بتایا کہ کبھی گل اس حالت میں دیکھنے میں نہیں آتا جس حالت میں ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہر ایک شخص کی شکل عمر کے لحاظ سے تبدیل ہوتی ہے۔ جس طرح گل کی شکل موسم بہار اور موسم خزاں میں تبدیل ہوتی ہے۔ جس سے ہمیں یہ نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ انسان ایک ہی حال میں نہیں رہ سکتا ہے۔ چہرہ کبھی اچھا اور کبھی خراب دکھائی دے گا۔ انسان کو سوچنا چاہئے کہ گل میں بہار رہنے والی نہیں۔ دیانتداری سے کام کرنا چاہئے کسی کے ساتھ دھوکہ بازی نہیں کرنی چاہئے۔ باغوں میں بیٹھ کر گل کو دیکھنے سے اگر ہم متاثر

ہوتے ہیں تو ہمیں اس سے نصیحت ملنی چاہئے ، جاڑے کے وقت ہم اس انداز میں 'گل' کو کیسے دیکھیں گے موسم بہار، موسم خزاں میں باغ میں ضرور سیر کرنی چاہئے سیر کرتے کرتے ہمیں احساس ہوگا کہ ہماری شخصیت بھی وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتی ہے۔ اسی لئے ہمیں نیکی سے کام لینا چاہئے۔

غالب حکیم کی طرح مریضوں کا علاج کرنے والے ہیں کئی شعروں میں حرف 'گل' میں یہ بیان کیا ہے کہ کس گل سے بیماری دور ہوسکتی ہے جس کی وضاحت شاعر نے گل خنداں کے حرف سے کی ہے۔

'گل' میں ایسی نصیحت بھی فراہم کی ہے جس سے ہمیں طرز جمہور کا واقعہ یاد آتا ہے۔ طرز جمہور میں کبھی مالی کی حالت اچھی اور کبھی خراب ہوتی ہے۔ جاڑے اور بہار کے موسموں کو مدنظر رکھ کر احساس ہونا چاہئے ہمیں اپنے ملک کا اقتصادی نظام بہتر طریقے سے چلانا چاہئے۔

غالب اور شوق

شوق کے بارے میں بھی کئی اشعار مرتب کیے ہیں۔ غالب فرماتے ہیں انسان کو دنیا میں مختلف شوق پیدا ہوتے ہیں۔ کئی شوق پورے نہیں ہوتے اور کئی شوق انسان پورا کرتا ہے۔ شوق پورا نہ ہونے پر انسان کم ہمت ہو جاتا ہے۔ شوق پر مختلف شعروں میں یہ نصیحت فراہم ہوتی ہے اگر شوق پورا نہ ہوا تو کم ہمت نہیں ہونا چاہئے۔ شوق کو حاصل کرنے کے لئے جدو جہد کرنی چاہئے ناکامی نہ ہونے پر کم ہمت نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں ہمت سے مسئلہ حل کرنا چاہئے ناکامی پر خود انسان کو جانچ لینا چاہئے اور ناکامی کی وجہ معلوم کرنی چاہیے تاکہ کوئی تدبیر کر کے پھر کامیابی حاصل کریں۔

غالب اور ساقی

میں شراب پیتا ہوں مجھے پینے کی عادت اس لئے ہے کہ میرا دل غمگین ہے اور غم کو مٹانے کیلئے میں شراب کا استعمال کرتا ہوں۔ ساتھ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ غم کو مٹانے کیلئے شراب اچھی نہیں۔ حرف 'ساقی' میں یہ بیان کرتے ہیں شراب پینا بھی ایک بری عادت ہے جس عادت کو ترک کرنے کیلئے بہت سی کوشش کی لیکن ناکامیاب رہا۔ کسی کو دباؤ نہیں ڈالتا کہ شراب پیئے وہ شراب پینے کی وضاحت اپنے شعروں میں اس طرح سے کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کو یہ نصیحت ملتی ہے کہ شراب پینا اچھا نہیں۔ حرف 'ساقی' میں ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ شراب پینا بہت ہی غلط بات ہے۔ حرف 'ساقی' میں تذکرہ کیا ہے کہ ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ خدا خاص مقدس جگہوں پر موجود ہے بلکہ خدا ہر جگہ اور ہر ایک ذرہ میں موجود ہے۔ وہ برائی اور اچھائی بھی دیکھتا ہے۔ اسی لئے غالب نے حرف 'ساقی' میں یہ فرمایا ہے کہ میں اگر شراب پیتا ہوں اور اسے تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے غلط کام کیا ہے میں یہ بتانا چاہتا ہوں اگر کوئی برا کام کسی جگہ انجام دیں گے تو وہ خدا دیکھتا ہے۔ یہ کہنا مناسب نہیں کہ مقدس جگہوں پر ہی خدا برائی اور اچھائی دیکھتا ہے حرف 'ساقی' میں شاعر یہ فرماتے ہیں کہ ہر ایک اچھائی اور برائی خدا کے علم میں ہے۔

غالب اور حرف داغ

اگر ہم غالب کی شاعری پر تذکرہ کریں تو کئی ایسے شعر حرف 'داغ' پر غالب نے لکھے ہیں جن سے نصیحت ملتی ہے کہ انسان کو کبھی بھی ایسی بات نہیں کہنی چاہئے جس

سے کہ اپنے ہم عصر کے دل میں نفرت یا کراہیت پیدا ہو۔اس دنیا میں آپسی تناؤ ملکوں کے درمیان ہوتا ہے۔کئی باتوں پر ملک دوسرے ملک کے ساتھ جھگڑا مول لیتے ہیں۔ جس سے تناؤ رہتا ہے۔ایسے داغ اگر ہم خیال ہو کر مٹاتے تو دوستی قائم رہتی۔اس بات کا بھی احساس دلاتے ہیں کہ ہمیں کوئی بھی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے آپس میں نفرت یا انتشار پیدا ہو۔آپس کے میل ملاپ سے زندگی گزارنی چاہئے۔ نفرت ابھرنے سے دشمنی پیدا ہوسکتی ہے۔

لے گئے خاک میں ہم داغ تمنائے نشاط
تو ہو اور آپ بہ صد رنگ گلستاں ہونا

غالب فرماتے ہیں کہ آپسی تناؤ رکھنے سے کون سا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔آپسی تناؤ رکھنے سے آپس میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔جس سے دشمنی پیدا ہوتی ہے اسی لئے غالب فرماتے ہیں کہ جو دشمنی آپس میں ہو اس کو دفن کرنا چاہئے اور بدنما داغ کو بھی ہمیشہ کے لئے ختم کرنا چاہئے۔نفرت کے بجائے دل میں محبت پیدا کرو۔جس سے دوستی ہمیشہ کے لئے برقرار رہے۔

غالب اور نشاط

نشاط کے حرف سے ہمارا دل سجے۔مطلب ہم آپس میں میل ملاپ اور خوشحالی سے رہیں۔جب میل ملاپ اور خوشحالی سے رہیں گے تو ہر کوئی ہم سے متاثر ا ہوگا کہ ایسے آدمی گلستان کے صدر بن سکتے ہیں۔مطلب یہ گلستان سج سکتا ہے اسی لئے غالب کی شاعری کا تذکرہ طرز جمہور سے بھی جوڑ سکتے ہیں جیسے کہ ملک میں امن و امان ہو اور شہریوں میں آپسی نفرت نہ ہو۔تو پھر اس ملک میں جو بھی

صدارت کرنے والا ہو وہ اس گلستان کو سجا سکتا ہے اور تمام ممالک ایسے گلستان کی رونق سے خوشی محسوس کر سکتے ہیں۔

حرف 'نشاط' کے ذیل میں یہ تذکرہ کرتے ہیں کہ ہمیشہ ہمیں خوشحالی سے زندگی بسر کرنی چاہئے۔ حرف 'نشاط' میں اپنی غزلوں کے شعروں میں بیان کیا ہے کہ ہمیں کبھی بھی غمگین نہیں ہونا چاہئے ہمیں غم کو نیست و نابود کرنے کیلئے حرف 'نشاط' کے خیالات دل و دماغ میں رکھنے چاہئے۔ حرف نشاط پر بہت سے اشعار لکھے ہیں لیکن عام شعروں میں پڑھ کر کہتے ہیں جو غم میں مبتلا ہیں وہ غم کو دور کرنے کے لئے نشاط کا رُخ کریں اور حرف 'نشاط' کو زیادہ اہمیت دیں۔ غالب نے فرمایا کہ

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاطِ دل
ابر بہار خم کدہ کس کے دماغ کا

غالب نے یہ فرمایا کہ اگر ہم معشوق اور محبوب کے ساتھ محبت کریں لیکن محبت غم اٹھانے کیلئے نہیں بلکہ نشاط کو دیکھنے کے لئے۔ ہمیں غم کے منظر سے الگ رہنا چاہئے۔ غالب فرماتے ہیں کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں جس سے خوشی فراہم ہو اور ایسی خوشی فراہم ہو جس سے میرا دماغ ہمیشہ اور ہر وقت بہار کی طرح منظر دیکھے۔ شعر کو تذکرہ جمہور کے ساتھ بھی جوڑ سکتے ہیں۔ جیسے اگر ہم گلستان کی خوبصورتی ملک کی طرح دیکھنا چاہتے ہیں جہاں امن میں خلل پیدا نہ ہو۔ جب ملک میں امن کا ماحول ہوگا تو ہمارا دل کہے گا کہ یہ نشاط ہے اور ہم نشاط جیسے مناظر دیکھتے ہیں اور ہمارا دماغ تا ابد موسم بہار کے نظاروں سے مسرور ہوگا اور ہم ایسے ملک سے محبت کرتے ہیں۔ طرز جمہور میں بھی لوگ ایسا نظام دیکھنا چاہتے ہیں۔ طرز جمہور میں نشاط جیسا ماحول ملک میں ہونا چاہئے جس سے کہ لوگ خوشحال رہیں۔

غالب اور قفس

'قفس' کے بارے میں بہت سے شعر لکھے ہیں جن سے ہمیں یہ نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ ہر کوئی قید میں نہیں رہنا چاہتا۔ ہر کوئی آزادی سے اپنی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ غالب نے اپنی غزلوں میں حرف 'قفس' کے بارے میں بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ اس بات کا احساس پڑھنے سے ہوتا ہے کہ قفس میں زندگی بسر نہیں کرنی چاہیئے ہمیشہ اس بات کا احساس ابھرتا ہے کہ معشوق اسے قفس میں رکھنا چاہتی ہے لیکن میں قفس کو ہمیشہ کے لئے توڑتا ہوں اور اپنی زندگی قفس میں نہیں رکھنا چاہتا۔ غالب نے قفس کے بارے میں بہت سی نصیحتیں کیں ہیں۔ ہمیں آزادی کے طور طریقے سے نصیحت مل سکتی۔ ایسی بات کا بھی اشارہ دیا ہے کہ کئی قوانین پر چلنے کیلیئے حرف 'قفس' کا استعمال کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ حرف قفس سے ہی ربط وضبط کا تعاون کر سکتے ہیں۔ جیسے کہ اگر کوئی بزرگ راستے میں چلتا ہو تو اسکا ہمیں احترام کرنا چاہیئے یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ یہ بزرگ بوڑھا ہے تو اسکا احترام نہ کریں۔ اسی لئے حرف قفس نے اس بات کا احساس دلایا ہے کہ ہمیں اپنے کنبے میں ربط وضبط سے کام لینا چاہیئے۔ جیسے کہ

مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے
دامِ خالی قفس مرغِ گرفتار کے پاس

غالب اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ ہمیں ربط وضبط سے کام لینے کے لئے حرف 'قفس' کو سمجھنا لازم ہے۔ جس طرح ہم شوق سے یہ کہیں کہ ہمیں ایسی چیز فراہم ہونی چاہیئے جس سے کہ ہم خوشحال رہیں لیکن ایسی چیز فراہم نہیں ہوتی کیونکہ ہمارے پاس ایسے وسائل موجود نہیں ہیں۔ اسی لئے غالب فرماتے ہیں کہ کوئی بھی شوق ہو تو اس کو قید میں رکھ کر دیکھنا چاہیئے تب وہ قید سے رہا ہو سکتا ہے جب ایسی محنت دیکھائے

گا جس سے کہ وہ شوق پورا کر سکتا ہے اور قید سے رہائی تب ہو سکتی ہے جب وہ خواہش پوری ہوتی ہے اس خواہش کو پوری کرنے کے بعد رہائی محسوس کرتا ہے ۔ شعر کو طرز جمہور کے ساتھ وابستہ کریں گے ہمیں اس بات کا احساس ہوگا کہ ملک دن بدن ترقی یافتہ ہوگا تو ہم ایسی چیزیں ملک میں دیکھ سکتے ہیں جن کی امید لوگوں میں نہیں ہوتی ۔ان چیزوں کو پانے اور شوق رکھنے کے لئے تب تک ہماری اقتصادیات قید خانے میں ہیں ۔ جب تک نہ ہم ایسے خیالات یا ایسی چیزیں یا ایسے وسائل خود بخود پیدا کریں اور پیدا کرنے کے بعد ہمیں اس بات کا احساس ہو کہ ہم اب قید میں نہیں ہیں بلکہ ان چیزوں کے فراہمی سے ہم قید خانے سے رہا ہوئے ہیں ۔

غالب اور خواب

'خواب' پر شعر لکھیں ہیں شعروں سے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی زندگی بنانے کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے ۔ اگر انسان سوچتا ہے کہ میں اس دنیا کا بہت بڑا آدمی بننا چاہتا ہوں تب تک جب تک نہ اس کے خیالات پورے ہو جائیں تب تک اس سے یہ سوچنا چاہئے کہ یہ سب خواب ہے ۔خواب کو پورا کرنے کے لئے محنت کرنی چاہئے ۔ حرف 'خواب' میں انسان اچھا ہی سوچتا ہے لیکن کئی وجوہات کی وجہ سے اچھائی نہیں ہوتی ہے بلکہ برائی ہوتی ہے ۔ ایسے ایسے خواب دیکھنے چاہئے جن خوابوں سے ہماری زندگی بالکل صحیح سلامت رہے ۔ ہمیں ایسے خواب نہیں دیکھنے چاہئے جس سے ہمیں برائی کا سامنا کرنا پڑے ۔اس بات کا بھی احساس حرف خواب میں ہوا ہے کہ جو کچھ بھی میں نے اپنی غزلوں میں لکھا ہے وہ معشوق اور محبوب کے درمیان کی باتیں ہیں ۔مگر ایسا ماحول دیکھا کہ دونوں کی محبت خواب کے مناظر میں پایا

ہے حرف 'خواب' کا ذکر غزلوں میں کیا ہے اور ایسے واقعات بیان کئے جن سے کہ محبوب اور معشوق کا تناؤ رہا اور آپسی وصل ہی نہیں ہوا جن کو پورا کرنے کیلئے حرف خواب سے ایسے خیالات کا اظہار ہوا۔

جمہوریت کو حرف خواب کے ساتھ اگر جوڑیں تو ہمیں اس بات کا ذکر کرنا پڑے گا جسے ہم یہ کہیں گے کہ غالب نے صحیح طور پر تذکرہ جمہوریت کے ساتھ ان شعروں کو وابستہ کیا ہے۔ جن سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ دور جمہور میں ملک کی ترقی کو عمل میں لانے کے لئے کئی رہنما لوگوں کو اعتماد میں لا کر یہ کہتے ہیں ہم سڑک کو کشادہ کریں گے۔ جب تک نہ سڑک کشادہ ہوجاتی تب تک ان رہنماؤں کے اور لوگوں کے درمیان حرف 'خواب' کا تصور رہتا ہے۔

اسی لئے شعروں سے ہمیں نصیحت ملتی ہے کہ ہر کام کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے انسان خواب میں ہی ڈوبا رہتا ہے اور پائے تکمیل تک پہنچنے کے بعد انسان کہتا ہے کہ خواب پورا ہوا۔

غالب حرف 'خواب' میں فرماتے ہیں کہ

شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں
دُکھتے ہیں آج اُس بت نازک بدن کے پانو

'خواب' کے اس شعر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی ہم دن بھر سوچتے ہیں وہ شب کے دوران خواب میں دیکھتے ہیں ہم ایسے خیالات بھی رکھیں جن سے ہم اچھے خواب شب کے وقت دیکھ سکیں۔ اسی لئے حرف 'خواب' میں ہمیں شاعر اس بات کی طرف توجہ مرکوز کرتا ہے کہ ملک اور اپنے کنبے کی ترقی کے لئے اچھے خیالات رکھیں۔ شب کے وقت ہم اچھے خواب دیکھیں خوابوں کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے جدو جہد کریں اور خدا کی مدد سے ایسے خواب کو پورا کریں۔

غالب اور جانور

حرف 'جانور' پر بھی کئی شعر بیان کئے ہیں شعروں کو پڑھ کر ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے ساری مخلوقات خدا کے ساتھ واسطہ رہتی ہے۔ حرف 'جانور' میں شاعر یہ نصیحت کرتا ہے ہمیں بلبل کی آواز سن کر نصیحت ملنی چاہئے جو کہ اپنی بولی سے کئی باتیں کہتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا پھر بھی ہمیں بلبل کی بولی سے دلوں اور کانوں میں تراوٹ محسوس ہوتی ہے بلبل کے ساز سے دل خوش رہتا اور کان بھی ساز سن کر آفرین آفرین کہنے لگتے ہیں۔ حرف 'جانور' کی مشابہت دے کر شاعر نے ہمیں اس بات کا احساس بھی دلایا ہے کہ انسان کو کوئی غلطی نہیں کرنی چاہئے جس سے کہ انسانیت کا چال چلن ہی دُنیا میں برباد ہو۔ حرف 'جانور' پر ایسی ایسی مثالیں دی ہیں جن سے کہ معشوق اور محبوب کو اس بات کا احساس دلایا محبت میں تناؤ نہیں رکھنا۔

جمہوریت میں بھی ہم حرف 'جانور' کو وابستہ کریں تو ہمیں اس بات کا احساس ہوگا کہ جانور کی مشابہت دے کر شاعر اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ ملک کو برباد نہیں کرنا چاہئے۔ ملک کو سنبھالنے کیلئے جانور کی طرح کام میں لانا باغ میں بیٹھ کر کئی جانوروں کی بولی سے ایسی نصیحت لینا کہ ملک میں ہر ایک فرد بشر کا دکھ اور سکھ سمجھنا۔ ہمیں ہمیشہ لوگوں کا ساتھ دینا چاہئے۔ اگر چہ ہم جمہوری دور میں قیام کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کا احساس ضرور ہونا چاہئے لوگوں کو ہر وقت ہر ہمیشہ مصیبت اور خوشی میں قدم بقدم چلنا چاہئے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ

ہے کس قدر ہلاک فریب وفائے گل
بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل

اب ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے بلبل کی طرح ملک میں وفاداری کے

ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔ جس طرح ایک بلبل باغ میں بیٹھ کر اپنے گانے سے خوش کرتی ہے اسی طرح سے ہر ایک شہری کو ملک کے خدمت اور ترقی کے لئے اپنا کام نبھانا چاہیے اور جب ہم سب لوگ ایسے کریں گے تو ہمیں گلقند کی طرح مزہ محسوس ہو جائے گا۔

غالب اور آئینہ

حرف 'آئینہ' کے بارے میں اپنے غزلوں میں بہت سے شعر لکھے جن شعروں کو پڑھ کر ہمیں محسوس ہوتا ہے ہمیں معشوق اور محبوب کے ساتھ تعلقات رکھنے ہیں ایسے تعلقات ہونے چاہیے جن کو دیکھ کر غیر کہیں کے ان دونوں میں کوئی میل، داغ نہیں ہمیں شیریں فرہاد، لیلیٰ مجنون جیسی نصیحت دے کر اس بات کا احساس دلایا ہمیں محبت کو پاکِ محبت میں بتلا کرنا چاہیے۔ مطلب آئینہ پاک محبت کی طرح ہر کسی کو دیکھنا چاہیے۔

غزلوں کے شعروں کو حرف 'آئینہ' میں پڑھنے پر ہمیں اس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ طرز جمہور میں بھی ایسے ہی واقعات رونما ہوتے ہیں۔ جب ہم کسی رہنما کو دیکھتے ہیں تو اس کو آئینے کی طرح دیکھتے۔ ہم اس کے چہرے کو آئینہ کے ساتھ مشابہت کر کے سمجھتے ہیں رہنما لوگوں کے بھلائی کے لئے کام کرنا لوگوں کے ترقی کے لئے اپنا دل و دماغ کا استعمال کرنا۔ طرز جمہور میں کام کرنا ہے یا طرز جمہور کا دور دیکھنا ہے۔ ہمیں آئینہ کے طرح کام نبھانا چاہیے۔ ہمیں دیانتداری سے کام کرنا چاہیے۔ ہمارے چہرے لوگوں کے دلوں میں آئینے کی طرح رہنے چاہیے۔ شاعر حرف 'آئینہ' میں خود فرماتے ہیں کہ

سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا
روبرو کوئی بتِ آئینہ سیما نہ ہوا

شاعر فرماتے ہیں کہ انسانیت کا جذبہ ہمیں اس بات سے مل سکتا ہے جب ایک رہنما انسانیت کی یکتائی دیکھتا اور یکتائی دکھا کر لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بناتا ہے۔ انہیں لوگ اپنے دلوں میں پانے کے بعد یہ سوچتے ہیں کہ کب ایسے رہنما کا دیدار روبرو کریں۔ حرف 'آئینہ' میں فرماتے ہمیں ایسے ایسے کام نبھائیں چاہئے جس سے کہ ہم لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ پاسکے۔ اگرچہ اس شعر کا واسطہ محبوب اور معشوق کے ساتھ وابستہ لیکن میں ایسے شعر کو طرز جمہوریت کے ساتھ مندرجہ بالا شعر تشبیہ دے کر لکھتا ہوں۔

حرف حرف باتوں سے اس بات کی نصیحت ملتی حرف حرف میں غالب جمہوریت کے تقاضے کا جوڑ ملتا ہے۔ ہم آج تک کے طرز جمہور کے ساتھ ایسے حرف حرف شعر دہرا سکتے ہیں۔ میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں حرف حرف غالب کا منظر حرف حرف جمہور کے ساتھ ملتا ہے۔ میرے خیال میں ایسے شعر طرز جمہور میں بہت سی مثالوں کے ساتھ مل کر احساس ہوتا ہے کہ طرز جمہور میں ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں اور دیکھنے میں بھی آتے ہیں۔

آج کل کی غزل اور غالب

(جمہوری دور میں شاعروں کا ردعمل)

شاعروں نے غزلیں لکھیں تو اس بات کا تذکرہ کیا کہ غزل لکھتے وقت ہم عورتوں کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔ بہت سے شاعروں نے اپنے اپنے غزلوں میں ایسے باتوں کا ذکر کر کے ہمیں اس بات کا احساس دلایا ہے کہ صحیح طور پر غزل پڑھ کے ہمیں ایسے الفاظ کا ذکر ہر ایک شعر میں ملتا ہے اور ہم پڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ غزل کی تشبیہ عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے برابر ہے۔ اب کئی تنقید نگار بھی ایسی مشابہت دیتے ہیں جن سے پڑھ کر ہم یہ کہتے ہیں کہ غزل میں بہت قسم کے تشبیہ ملتے ہیں جیسے کے روحانی غزل اور عشقیہ غزل کئی ایسے تنقید نگار بھی یہ لکھتے ہیں کہ غزل کو عورتوں کے ساتھ تشبیہ نہیں دینی چاہئے۔ وہ اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ اگر شاعروں نے غزل لکھی ہے وہ ان شعروں کو خدا کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کو ڈھونڈنے اور خدا کے تعریف کرنے کے لئے وہ غزل کے انداز میں اپنے شعر بیان کرتے ہیں۔ آج کل کے دور میں اگر دیکھا جائے تو غزل کی تشبیہ عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے برابر تسلیم

کی جاتی ہے۔آج کل کے دور میں غزلوں میں روحانیت بھی پائی جاتی ہے اور کئی غزلوں میں سیاسی، معاشی، اقتصادی، تجارتی، وابستگی شعروں میں پائی جاتی ہے اور جن شعروں کا تشبیہ ہم محبوب اور معشوق کے مشابہت سے دیتے ہیں ان سب باتوں کو مدنظر رکھ کر ہم غالب کی غزلوں پر نظر ڈالتے تو ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ غالب کی شاعری ہر دور کے ساتھ اور ہر کسی مشابہت کے ساتھ وابستہ ہوسکتی ہے۔ہم غالب کی شاعری کو روحانی عشق سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔مطلب اگر ہم غالب کی شاعری اور ان کی غزلوں پر بحث ومباحثہ کریں گے تو اس بات کا احساس ہوگا کہ غالب نے یہ غزل اسی دور میں لکھی ہے۔پڑھنے والے کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ غالب زندہ ہیں اور انکے اشعار تازہ ماحول کی عکاسی کرتے ہیں۔خیر ہمیں غزل میں خاص باتیں دیکھنی ہیں جیسے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ غزل کو عورتوں کے ساتھ تشبیہ دے کر ہی معنی نکالنا ہے۔مطلب غزل کا سلسلہ اور غزل کی تشبیہ عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے برابر تسلیم کی جاتی ہے جو کہ حالی نے اپنے کتاب شعروشاعری میں لکھا ہے۔انہوں نے بیان کیا ہے کہ اگر چہ ہم غزل کا مفہوم بہت طریقوں سے نکال سکتے ہیں پھر بھی غزل کے قوانین کے تحت ہمیں مشابہت عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے برابر ملنی چاہئے۔

اگر چہ ہم غالب کی غزل پر تذکرہ بیان کریں گے تو ان سب حروف اور الفاظ پر اپنے شعروں میں مختلف غزلوں میں بیان کیا ہے جیسے کہ آنکھ، دل، چہرہ وغیرہ وغیرہ۔ جن شعروں سے زیادہ تر عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کی مشابہت ملتی ہے۔غزل کا رُخ عورتوں کی تعریف کے برابر تسلیم کیا جاتا ہے۔اسی لئے غالب نے زیادہ شعر آنکھ، دل، ساغر اور چہرہ پر لکھے ہیں۔

غالب اور آنکھوں کا تذکرہ

غالب نے آنکھوں پر بہت سے شعر اپنی غزلوں میں بیان کئے ہیں معشوق کی آنکھوں سے کیا کیا اثرات دل میں محسوس ہوتے ہیں۔ غالب نے آنکھوں پر اپنی غزلوں میں یہ بیان کیا ہے کہ چشموں سے ہی ہم معشوق کی حرکتوں سے واقف ہوتے ہیں۔کئی بار اپنی غزلوں میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنکھوں کے دیکھنے سے انسان خود بخود اندھا پن محسوس کرتا ہے۔کبھی شاعر نے آنکھوں پر ایسا تبصرہ بھی کیا ہے کہ کسی وقت آنکھوں کو دیکھ کر سرخم ہوتے ہیں۔ کسی وقت آنکھوں کو دیکھ کر ہم روتے بھی ہیں کسی وقت ہم آنکھوں سے نہیں دیکھتے بلکہ آنکھوں سے مراد پوری کرتے ہیں اگر چہ حرکتوں سے مراد پوری نہیں ہوتی ہے لیکن آنکھوں سے اپنی اپنی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

اسی طرح سے غالب نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنکھوں سے سمندر ابھرتا ہے، آنکھوں سے ایسے حالات بھی رونما ہوتے ہیں جس سے کہ ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم کسی باغ میں بیٹھے ہیں۔آنکھوں سے ہمیں کئی بار رونق دیکھ کر اپنے آپ کو ویران محسوس کرتے ہیں۔شاعر نے اس بات کا بھی احساس دلایا ہے کہ آنکھوں کو دیکھ کر بھی ہمیں خوشی اور غم کا جذبہ الگ الگ محسوس ہونے لگتا ہے۔

شاعر فرماتے ہیں کہ آنکھوں کا غلط استعمال کرنے سے ہماری زندگی غلطیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔اسی طرح سے شاعر نے آنکھوں کے شعروں میں بہت سے مختلف مختلف باتیں کہہ کر اس بات کا احساس دلایا ہے کہ ہمیں آنکھوں کی تشبیہ غزل میں ظروری دینی چاہیے۔مطلب اگر ہم غزل کو عورتوں کیساتھ باتیں کرنے کے برابر مشابہت دیتے ہیں تو آنکھوں کا ذکر صحیح طور سے کرنا شعر میں لازم ہے۔ہمیں اس بات کا بھی احساس غالب دلاتے ہیں کہ اگر ہماری مرادیں پوری نہیں ہوتی ہیں پھر

بھی آنکھوں سے مراد پوری کرتے ہیں جیسے کہ

آنکھ کی تصویر سرنامے پہ کھینچی ہے ، کہ تا
تجھ پہ کھل جاوے کہ اس کو حسرتِ دیدار ہے

اب پڑھنے والے کو اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ جب ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور دیکھ کر دماغ میں محفوظ کرتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آنکھوں سے دیکھنے پر تصویر دل میں نمودار ہو سکتی ہے۔ آنکھوں سے جب ہم کوئی چیز دیکھتے ہیں جس چیز کو ہم نے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہو تو ہمیں حیرانگی محسوس ہوتی ہے اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ آنکھوں سے دیکھ کر ہمیں حسرت بھری دیدار عطا ہوتی ہے۔ جس سے کہ ہم حیران ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے آنکھوں سے دیکھ کر تصویر بھی کھینچ سکتے ہیں اور نئے نئے چیز دیکھ کر ہمیں حسرت بھری کہانی دل میں نمودار ہو سکتی ہے۔ اسی لئے شاعر نے فرمایا ہے کہ اگر ہمیں غزل میں عورتوں کی تعریف لکھنی ہے تو لازماً ہمیں آنکھوں کی تعریف بھی کرنی ضروری ہے۔

دورِ جمہور میں کوئی بھی ذکر آنکھوں سے دیکھ کر ہی کرتے ہیں اسی لئے غالب کا ہر ایک شعر طرز جمہور کے ساتھ میل کھاتا ہے۔ میل کھانے سے ہمیں اس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ آنکھوں سے ہم اپنے ملک کی ترقی دیکھتے ہیں اور ہم اپنی آنکھوں سے ہی ملک کے وفاداری کے لئے مزدور اور افسر بن کر کام نبھاتے ہیں۔ آنکھوں سے ہی ہم ہر ایک چیز کو پا سکتے ہیں اور ہر ایک چیز کو نبھا سکتے ہیں اسلئے دور جمہور میں آنکھوں کا ہونا لازم ہے تا کہ ملک اور دنیا۔ کے ترقی کر سکیں۔ اور آنکھوں سے ہی اپنے ملک کو سنواریں۔ اب شاعر نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ آنکھیں پاک ہونی چاہئے۔ جس آدمی کی اپنی آنکھیں پاک ہونگی تو وہ دیدار باش ہے۔ اسی لئے شاعر نے اپنی غزلوں میں اس بات کا احساس بھی دلایا ہے کہ ہر ایک انسان کی آنکھیں پاک ہونی

چاہئے۔ جس سے کہ پاک محبت کے اصول ہمیشہ دل میں رہے۔
خیر ہمیں غزل کے حصوں کو تقسیم کرتے کرتے اس بات کا بھی احساس ہے کہ شاعر نے ہمیں غزلوں میں عورتوں کے برابر تشبیہ دینے کے لئے کون کون سے حرف استعمال کرنے کے لئے لازماً قرار دیا ہے۔ اگرچہ ہم نے آنکھ کے بارے میں ذکر کیا ہے تو غزل میں آنکھوں کی تعریف لکھنا ضروری ہے۔
اب ہم غزل میں دل کی تعریف بھی پڑھتے ہیں بہت سے شاعروں نے اپنی غزلوں میں دل کے بارے میں مختلف شعر لکھیں ہیں جن کو پڑھ کر ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ غزل میں عورتوں کے ساتھ بات کرتے وقت دل کے بارے میں بھی شعر لکھنے بہت ضروری ہیں۔
مرزا غالب نے دل کے بارے میں ہزاروں شعر دیوانِ غالب میں لکھیں ہیں اور کہ شاعر نے مختلف شعروں میں دل کے بارے میں مختلف باتوں کا احساس دلایا ہے۔ احساس ہی نہیں بلکہ دل کے بارے میں بہت سی مثالیں اپنے شعروں میں دی ہیں۔ غزل میں دل ایک ضروری کردار ہے۔ دل سے ہی عشق ابھرتا ہے۔ دل سے ہی چاہت ابھرتی ہے، دل سے ہی ہم محنت کر سکتے ہیں، دل سے ہی ہم ہر ایک بات کا جذبہ رکھ سکتے ہیں، دل سے ہی انسان کو ہر ایک حرکت کا جذبہ ملتا ہے۔
اب غالب مختلف غزلوں میں دل کے بارے میں مختلف باتیں سنا کر اور لکھ کر اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ انسان کا دل ایک اہم حصہ ہے۔ جس سے ہم ہر ایک کام نبھاتے ہیں۔
غالب فرماتے ہیں کہ اگر چہ آپ آنکھوں سے دیکھتے ہو دیکھ کر آپ کو دل سے احساس ہوتا ہے۔ مطلب جب آپ آنکھوں سے باغ کا نظارہ کرتے ہیں تو آپ کے دل میں سکون نہیں تو اس جذبے سے آپ تسلی بخش نظارہ نہیں دیکھ سکتے ہے۔ کیونکہ

آپ کے دل میں سکون ہی نہیں ہے۔اسی لئے غالب فرماتے ہیں کہ دل کے سکون سے ہی آنکھوں کی بینائی کا تعلق ہے۔

کئی ایسی باتیں غالب نے دل کے بارے میں مختلف شعروں میں بیان کی ہیں جیسے کہ ہمیں کوئی نفاق پیدا ہوتا ہے تو ہمیں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے جس ٹکراؤ سے دل میں داغ نمودار ہوتا ہے۔ جب دل میں داغ نمودار ہوتا ہے تو ہم دل کے سکون کے لئے اس داغ کو مٹانے کے لئے بہت سی کوشش کرتے ہیں پھر اس دل سے داغ ہٹا کر بھی دل میں سکون نہیں آتا ہے۔

غالب دل کا تذکرہ

غالب نے دل کے شعروں میں اس بات کا بھی احساس دلایا ہے کہ دل اور دماغ کو کافی وابستگی ہے اور ایسی وابستگی آج کل کے ڈاکٹر اور حکیم بھی اپنے مریضوں کو بتاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ جب ہمارا دماغ پورے انداز سے کام کرے گا تو دل میں بھی سکون ہوگا۔ جب دل میں سکون نہیں ہوگا تو دماغ بھی کام ٹھیک طرح سے نہیں کرے گا کئی شعروں میں غالب نے ایسے شعر لکھ کر ان باتوں کی واقفیت کرائی۔

غالب نے اس بات کا بھی احساس دل کے کئی شعروں میں دلایا ہے کہ اگر ہم کسی محفل میں بیٹھیں گے تو وہاں پر چراغاں ہوگا اور بہت سے چراغاں دیکھنے کے لئے آئیں گے۔ اگر ہمیں سکون نہیں ہوگا تو ہم صرف آنکھوں سے چراغاں دیکھیں گے اور دل سے محفل میں حاضر نہیں رہیں گے۔ مطلب دل میں جب سکون ہوگا تو چراغاں دیکھنے کا مقصد پورا ہوسکتا ہے۔

کئی ایسے شعر بھی دل کے بارے میں غالب نے لکھے ہیں جن میں غالب نے

فرمایا ہے کہ دل کو اگر ہم منتشر حالت میں پائیں گے تو اس وقت ہمارے دل میں سکون نہ ہونے کی وجہ سے دل میں سمندر جیسا ابھرے گا۔ ہم الگ تھلگ اپنی زندگی بصر کریں گے اور دل میں سکون نہ ہونے کی وجہ سے سمندر کی لہر محسوس ہوگی۔

غالب نے دل کے مختلف شعر بیان کر کے ہمیں مختلف باتوں کا احساس دلایا ہے۔ جس سے ہمیں اس بات کی نصیحت ملتی ہے کہ اگر ہم کوئی بھی چیز دیکھیں تو ہمیں اطمینان سے دیکھنی چاہئے جس سے کہ دل میں کوئی ٹھیس نہ پہنچے۔ شاعر نے اپنے شعروں میں اس بات کا بھی احساس دلایا ہے کہ انسان کا اہم حصہ دل ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اگر ہم کوئی چیز دیکھتے ہیں ہمارے دل میں گھبراہٹ پیدا نہیں ہونی چاہئے۔ اس بات کا احساس دل میں پیدا کرنا چاہئے کہ چہرے سے دیکھ کر ہمارا دل کمزور نہیں ہوگا بلکہ بہادری سے ایسی چیز کو دیکھ کر دریا میں پھینکتے ہیں۔ شاعر کا کہنا ہے کہ دل سے ساغر ابھرتا ہے، دل سے خوشی ابھرتی ہے، دل سے سکون ابھرتا ہے، دل سے کئی ایسے جذبے ابھرتے ہیں جن سے سماج میں نفرت ملتی ہے۔ اسی لئے ایسے الفاظ دل میں ابھرنے چاہیے جس سے سماج میں اور تمام دُنیا میں عزت ملے۔

شاعر نے کئی ایسے جذبات بھی دل کے شعروں میں لکھیں ہیں جن سے کہ ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ شاعر خود ڈاکٹر یا حکیم امراضِ دل کے تسلیم کئے جاتے ہیں۔ مطلب ہمیں اس بات کا علم ہوتا ہے کہ غالب نے زیادہ تر شعر دل کے الفاظ پر بھی مختلف غزلوں میں تحریر کئے۔ دیوان غالب میں عام طور پر ہم غالب کے شعروں میں زیادہ حرف دل کے ہی پڑھتے ہیں پڑھ کر ہمیں جذبۂ دل پیدا ہوتا ہے اور ہم کہتے ہیں ہر ایک بات میں سکون دل ضرور رکھنا چاہئے۔

اگر ہم جمہوریت کے بارے میں ان شعروں کی مشابہت کریں تو ہم یہ سمجھیں گے کہ طرز جمہور کے مطابق دل کے شعر شاعر نے مختلف غزلوں میں لکھے ہیں۔ جیسے

کے شاعر نے فرمایا کہ دل کو غلامی میں مبتلا نہیں کرنا چاہئے۔ دل کو آزادی کے طرز پر رکھنا چاہئے۔ غالب کے دور میں شخصی راج کا ماحول تھا پھر بھی غالب نے مختلف طریقوں سے اس بات کا احساس دلایا ہے کہ طرز جمہور کے دور سے ہی دل اچھے طور طریقے سے انسان کو کام دلاسکتا ہے۔ مطلب جذبۂ دل کو آزاد ماحول میں رہنا لازم ہے۔ ہمیں کوئی بھی کام غلامی کے جذبے سے انجام نہیں دینا چاہئے۔ غالب فرماتے ہیں کہ دل سے مجھے سکون حاصل ہی نہیں ہوا۔ سکون پانے کے لئے ماحول پیدا کرتا ہوں مطلب شاعر اپنے شعروں میں اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ سکون کے ماحول سے ہی دل میں تراوٹ آسکتی ہے۔

اسی لئے خود غالب طرز جمہور کا دور پسند کرتے ہیں اور طرز جمہور کے ماحول میں ہی اپنے دل کو رکھنا چاہتے ہیں۔ خیر ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ غالب کی شاعری میں آج کل کے دور کے ساتھ بہت ہی وابستگی ہے ہمیں شعر پڑھ کر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ شاید غالب یہ شعر ابھی بتا کر اپنے آپ چپ چاپ کسی جگہ پر بیٹھے ہیں یا وہ ادبی ماحول میں خفیہ طور سے اپنے شعر سناتے ہیں۔

میرؔ اور غالبؔ کی شعروں پر بحث

ہم میرؔ کی شاعری پر بحث کریں گے تو ہمیں اس بات کا بھی احساس ہوگا کہ میرؔ کی شاعری بھی طرز جمہور کے ساتھ وابستہ ہوسکتی ہے میر اور غالب کے شعر اپنے اپنے غزلوں اور خیالات کے بحث پر الگ رہتے ہیں۔ اگر چہ میر نے اپنے دور میں بلند پایہ کی شاعری کی ہے لیکن غالبؔ نے بھی اپنے دور میں بلند پایہ کی شاعری ادب نواز دوستوں تک پہنچائی ہے۔ غالب اور میرؔ کی غزل دونوں ایک ساتھ میل کھاتے ہیں

اگر چہ دونوں کا مفہوم الگ الگ پڑھنے والا یہ بھی کہتا ہے کہ غالب نے جن حرفوں پر شاعری کی ہے ان حرفوں پر میر نے بھی شاعری کی ہے۔ لیکن اُردو ادب میں میرؔ کو غزل کا بادشاہ کہتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ غالبؔ کو بھی غزل کا بادشاہ کہا کرتے ہیں گو میر نے بہت سے غزلیں لکھیں ہیں لیکن غالبؔ نے کم غزلیں لکھیں ہیں۔ جس کو دیوانِ غالب کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ غالبؔ کے چند غزلوں میں ایسا مفہوم پڑھنے میں آتا ہے ہمیں یہ محسوس ہوا ہے کہ میر کے غزل زیادہ تعداد میں لکھ کر بھی غالب کے شاعری کے ساتھ الگ تھلگ رہی ہے۔

میں نے 'کلیاتِ میر' جلد اول پڑھی جو کہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے جانب سے چھاپی گئی ہے۔ مصنف جناب شمس الرحمٰن فاروقی صاحب نے اس کتاب میں صفحہ ۱۹۸، غزل نمبر ۴۰ پر میر کی غزل چھاپی ہے۔

ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہیں شاید
کہ روزگار کے سر خون ہے ہزاروں کا

(میر تقی میرؔ)

شاعر اپنی غزل میں یہ بتا رہا ہے کہ ہزاروں پھول کھلے ہیں۔ بہت سارے لوگ ہزاروں کی تعداد میں ان پھولوں کو دیکھنے کے لئے آئے ہیں۔ شاعر فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کئی لوگ بے روزگاری میں مبتلا ہوں۔ اسی لئے وہ بے روزگاری کا وقت گزارنے کے لئے باغ میں بیٹھے ہیں۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق آپ کی رونق پھولوں جیسی دیکھنے میں آتی ہے۔ اسی لئے آپ کا تبصرہ بہت سے باغوں میں کیا جاتا ہے۔ مطلب آپ کی شکل پھولوں جیسی ہے اور آپ چمن میں رہتی ہو۔ بہت سارے معشوق آپ کو دیکھنے کے لئے ترستے ہیں اور ان کا جذبہ آپ کو دیکھنے کے لئے بار بار ابھرتا ہے۔ آپ کو دیکھ کر اپنی بے روزگاری کا مسئلہ حل کرتے ہیں۔ اسی لئے جب

آپ ان کو اپنا چہرہ دکھاتی ہیں تو ان کی وہ بے روزگاری ختم ہوتی ہے لیکن یہ شعر بادشاہی دور میں میر تقی میر نے لکھا ہے ہم اس سے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس دور میں ملک کے اندر بہت قسم کی بے روزگاری پائی جاتی تھی ۔ شاعر نے ان روزگاروں کا حوالہ دے کر یہ کہا ہے کہ جب انہیں روزگار ہی نہیں ہے تو ہزاروں کے تعداد میں باغ میں بیٹھ کر قسم قسم کے رنگین پھولوں کو دیکھ کر اپنی بے روزگاری کا وقت اسی میں صرف کرتے ہیں ۔ ممکن ہے شاعر نے دور جمہور کے آغاز کیلئے ایسا شعر مرتب کئے ہیں کہ بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو چمن کو اس ڈھنگ سے دیکھنا چاہتے ہیں کہ کوئی بھی بے روزگار دیکھنے میں نہ آئے ۔ اگرچہ ہم غالب کے شعر پر بحث کریں گے تو انہوں نے بھی گل کے بارے میں اپنے تاثرات اس غزل کے شعر میں بیان کئے ہیں ۔

ہوائے سیر گل، آئینہ بے مہری قاتل
کہ انداز بخوں غلتیدنِ بسمل پسند آیا

غالب نے میر تقی میر سے بڑھ کر اپنے خیالات گل کے بارے میں لکھے ہیں جو کہ ہم نے اوپر کے شعر میں پڑھے ۔ میر کہتے ہیں کہ اس نے ہزاروں کے تعداد میں پھول دیکھے اور ان پھولوں کو شاید چمن میں بے روزگار دیکھنا چاہتے ہیں ۔ مطلب میر نے گل کی تعریف درہم برہم کی ہے ۔ میر نے گل کو دیکھنے کیلئے بے روزگار کی مشابہت دی ہے عوام کی مشابہت سے الگ رکھا ہے لیکن غالب نے گل کی تعریف اس انداز میں بیان کی ہے گل ایک آئینہ ہے جس سے دیکھنے کے لئے لوگ صبح سیر کرنے نکلتے ہیں ۔ وہ سیر کے انداز میں پھول کو نذرانہ عقیدت کے لئے اپنے پسندیدہ خیالات نچھاور کرتے ہیں ۔ وہاں میر نے اپنے حرف 'گل' میں یہ لکھا ہے کہ شاید گل کو پسند کرتے ہیں لیکن ادھر غالب نے اپنے شعر میں لکھا ہے گل کو دیکھنے کے لئے لوگ سیر کرتے ہیں ۔ خیر دونوں شاعروں کا جذبہ اپنے الگ الگ خیالات اور رائے بیان کرنا ہے ۔ میر نے

آنکھوں کے بارے میں کیا تذکرہ بیان کیا ہے۔

آنکھیں کفک سے اس کی لگا کر چاک برابر ہم بھی ہوئے
مہندی کے رنگ ان پاؤں نے تو بہتوں کو پامال کیا

(غزل نمبر ۱۴۱۔ صفحہ ۱۹۸)

میر نے آنکھوں پر بہت سے شعر بیان کئے ہیں، مختلف غزلوں میں ہم میر کا بیان حرف آنکھوں کے لفظ پر پڑھتے ہیں، پڑھ کر ہم بہت ہی متاثر ہوتے ہیں لیکن ہمیشہ میر نے آنکھوں کو معشوق کے اندازِ بیان پر ہی تذکرہ بیان کیا ہے۔ میر نے زیادہ تر اپنے غزلوں میں معشوق کے آنکھوں پر ایسی تعریف بیان کی ہے جس سے ہم حیران ہوتے ہیں لیکن ساتھ میں محبوب کی آنکھوں پر بھی اپنا ردعمل اپنی شعروں میں بیان کیا ہے دونوں کا مشاہدہ کر کے ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ میر نے اپنے غزلوں میں دونوں کو یکسانیت کے طرز سے بیان کیا ہے۔ جس طرح میر کہہ رہے ہیں کہ ہم جب معشوق کی آنکھیں دیکھتے ہیں تو ہم گھبراتے ہیں گھبرا کر خوش بھی ہوتے ہیں لیکن ہم خوشی اور گھبراہٹ میں برابر متاثر ہوتے ہیں۔ جب ہماری نظریں معشوق کے پاؤں پر پڑتی ہے اور ہم معشوق کے پاؤں کو مہندی کے رنگ میں دیکھتے ہیں دیکھ کر بہت سی آنکھیں پامال ہوتی ہیں۔ مطلب میر نے معشوق کے آنکھوں پر ایسا تبصرہ کہا ہے کہ ہماری نگاہیں معشوق کو دیکھنے سے پامال ہوتی ہے۔ مانتے ہیں کہ میر صحیح کہتے ہے کہ پامال اس انداز سے ہوتی ہیں کہ بقول میر جب معشوق کے پاؤں مہندی کے رنگ میں دیکھتے ہیں۔ اس شعر کو پڑھیں گے تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاعر غلامی کی نگاہوں سے معشوق کی تعریفوں پر تذکرہ کرتا ہے اگر ہم غزل کے شعر پر غور سے سوچیں گے تو ہم یہ تبصرہ بیان کریں گے کہ شاعر نے بحر طویل جیسا شعر لکھا ہے۔ اس شعر میں آنکھیں، کفک کے الفاظ میر نے لکھیں ہیں اور لفظ بہتوں جس کو ہم آج کل

کے دور میں بہت کہتے ہیں لیکن میر کو اس شعر پر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ایک غزل گو شاعر رہا ہے۔اس شعر کو ہم نثری شعر کہتے ہیں۔اس میں میر نے اگرچہ آنکھوں کی تعریف کی ہے لیکن نثر کے انداز میں۔

اب ہم حرف آنکھوں پر غالب کے شعر پڑھتے ہیں۔ پڑھ کر ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ غالب نے اگرچہ کم غزلیں لکھیں ہے لیکن ہمیں حرف 'آنکھوں' پر ایسا جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں آنکھوں پر بہت سی نصیحتیں فراہم ہوتی ہیں۔ غالب نے حرف 'آنکھوں' پر ایسے شعر مرتب کئے ہیں جن کو پڑھ کر ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ پاک باش لا کہ دیدار باش۔

غالب نے بھی اگرچہ میر کی طرح بہت سے شعر حرف آنکھوں پر لکھیں ہے جیسے

آنکھ کی تصویر سرنامے پہ کھینچی ہے، کہ تا
تجھ پہ کھل جاوے کہ اس کو حسرتِ دیدار ہے

غالب اس شعر میں ہمیں میر سے اوپر کی بات کہتے ہیں، میر فرماتے ہیں کہ آنکھیں کنک سے لیکن غالب فرماتے ہیں کہ آنکھ کی تصویر۔میر فرماتے ہیں کہ مہندی کے رنگ، غالب فرماتے ہیں کہ تجھ پر کھل جائے۔ دونوں کی مشابہت اس شعر سے پڑھ کر ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ میر نے نثری انداز میں شعر لکھا۔غالب نے شعر کے انداز میں شاعری لکھی۔میر فرماتے ہیں جب ہم مہندی کے رنگ محبوب کے پاؤں میں دیکھیں گے تو ہماری آنکھیں متاثر ہوں گی۔لیکن غالب فرماتے ہیں کہ جب ہماری آنکھیں معشوق کو دیکھے گی تو ہم تصویر کھینچیں گے غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کو دیکھ کر تصویر دل میں نمودار ہوتی ہے جس سے کہ ہم حیران ہوتے ہیں۔میر فرماتے ہیں کہ ہم معشوق کی آنکھیں دیکھ کر تب متاثر ہو سکتے ہیں جب اس کے پاؤں میں مہندی کے رنگ میں ہوں۔ دونوں کا نچوڑ پڑھ کر ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اگر

دونوں کے شعروں میں مختلف خیالات ہے پھر بھی غالب کے شعر میں ایسے تاثرات پائے جاتے ہیں جن سے کہ حیران ہوتے ہیں۔میر اپنے شعر میں معشوق کے لئے پامال ہوتا ہے لیکن غالب آنکھیں دیکھ کر حسرت میں رہتا ہے۔ الگ الگ خیالات دونوں میں پائے جاتے ہیں۔

طرز جمہور کے بیان پر دونوں کے شعروں کو نچوڑیں تو ہم یہ بیان کریں گے کہ آج کل کے دور جمہور میں دونوں شعر وابستگی میں موجود ہیں۔ جیسے کہ میر فرماتے ہیں کہ یکسانیت کے انداز میں ہر ایک کے ساتھ سلوک کیا جائے۔مطلب اگر ہم کسی کے ساتھ محبت کریں گے تو دوسرے کیساتھ بھی ایسا ہی رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ہمیں کسی کو کسی کے جذبے سے پامال نہیں کرنا چاہئے۔ اگر ہم مختلف رنگ دیکھتے ہیں تو سب رنگوں کے ساتھ برابر سلوک کرنا چاہئے۔

غالب کے خیالات دورِ جمہور کے ساتھ ایسے ہی ملتے جلتے ہیں۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب بھی ہم آنکھوں سے کسی کو دیکھیں دیکھ کر ہمیں ایسی تصویر کھینچنی چاہئے جس سے کہ انسانیت کا جذبہ پیدا ہو جائے اور ہمیں اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ ہمیں ایسی تصویر کا دیدار ہمیشہ دلوں میں موجود رکھنا چاہئے۔ مطلب دورِ جمہور کے ساتھ وابستہ کر کے اس بات کا ذکر ہمیں کراتا ہے کہ ہر ایک کو ایسی تصویر دل میں رکھنی چاہئے جس سے کہ دوسرے کو حسرت ہو جائے اور ایسی تصویر کھینچنے پر دورِ جمہور میں کوئی بھی پابندی نہیں ہے۔جس طرح کی شخصی راج میں پابندی عائد ہوا کرتی تھی۔

اگر ہم میر کے اندازِ بیان پر تبصرہ کریں تو ہم ان کی شاعری پر حیران بھی ہوتے ہیں میں نے پہلے ہی اس کتاب میں ایسا ذکر کیا ہے کہ جس کسی بھی لفظ پر شعر شاعری بیان کرتے ہیں وہ عموماً آج کل کے شاعر بھی اسی انداز سے اپنے غزلوں میں بیان کرتے ہیں جیسے کہ میں نے یہ بیان کیا کہ بلبل کو گلستان کے ساتھ شعرا اپنے غزلوں

میں مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔اسی طرح سے میرؔ نے بھی دوست کو دشمن کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔مطلب حرف دوست کو بہت سے شاعروں نے دشمن کے حرف سے بھی تشبیہ دی یا دوست کو شعر میں لکھتے وقت دشمن کا بھی حرف استعمال کیا ہے۔اسی طرح سے میر نے اپنے غزل کے شعر میں یہ بیان کیا ہے کہ

اے دوست کوئی مجھ سا رسوا نہ ہوا ہوگا
دشمن کے بھی دشمن پر ایسا نہ ہوا ہوگا

(غزل۔۵۴۔صفحہ۲۰۳)

میرؔ فرماتے ہیں کہ میں ایسا دوست ہوں کہ میں کسی کو اپنی دوستی میں ناراض نہیں کرتا ہوں نہ ناراض رکھتا ہوں۔مجھ سے کسی کو ایسی شکایت نہیں ہے کہ اس دُنیا میں ایسے دشمن بھی ہیں جو دشمنی میں دوستی نبھاتے ہیں۔مطلب میرؔ اپنے غزل کے شعر میں یہ بیان کرتا ہے کہ اے معشوق میں نے آپ کو کبھی رسوا نہیں کیا ہے نہ میں آپ کو رسوا کروں گا۔لیکن آپ نے مجھ سے ایسی رسوائی دکھائی جس سے کہ میں یہ بیان کرتا ہوں کہ دشمن کا رویہ بھی ایسا دیکھنے میں نہیں آتا جیسا کہ آپ نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ میرؔ نے اپنے شعر میں معشوق کو الگ تھلگ کرنے پر دشمن کا حوالہ دیا ہے۔کئی باتوں پر کئی اصولوں پر میر نے اس شعر میں معشوق کے سلوک پر دشمن کا اعتراف کیا ہے ساتھ ہی ساتھ میں اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ دوستی میں کئی ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں کہ دوست دشمن کے برابر دیکھنے میں آتے ہیں اور سلوک کرنے میں بھی آتے ہیں۔ایسی دوستی سے ہمیں الگ تھلگ رہنا چاہئے۔ہمیں اس طریقے سے رسوا نہیں ہونا چاہئے کہ دوست کے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کریں۔

اس کے برعکس اگر ہم غالبؔ اور میرؔ کے حرف دوست پر بحث ومباحثہ کریں۔تو غالبؔ نے دوست کو بھی دشمن کے حرف سے بیان کیا ہے میں نے اس کتاب میں

لکھا ہے کہ کئی غزلوں پر مختلف شعروں میں حرف دوست کے ساتھ حرف دشمن بھی جوڑا ہے۔ مطلب آج کل کے شاعری میں بھی دوست کو دعویٰ شعر میں دشمن کا حرف استعمال کیا ہے۔ عموماً غزلوں میں جب ہم مختلف اشعار پڑھتے ہیں تو ہمیں ایسے حرف پڑھنے میں آتے ہیں کہ شاعروں نے دوست کو دشمن کے ساتھ مشابہت دی ہے۔ غالب نے بھی اپنے غزل کے شعر میں میر کے طرح دوست کو دشمن کے ساتھ مشابہت دی ہے۔

تا کرے نہ غمازی، کرلیا ہے دشمن کو
دوست کی شکایت میں ہم نے ہم زباں اپنا

غالب فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی غم نہیں ۔ہے اگر دشمن دوستی کا رویہ اختیار کرے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہر ایک کو ہم زباں ہونا چاہئے۔ مطلب اگر دوست دشمن بھی ہو اور وہ اگر اتفاق کریں تو مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن میر نے اپنے شعر میں یہ بیان کیا ہے کہ وہ دوستی میں اپنا رویہ دکھاتا ہے اور دوست پر رسوا نہیں ہوتا ہے۔ دشمن کے رویہ سے وہ برابر اتفاق نہیں کرتا ہے اس کے برعکس غالب فرماتے ہیں کہ دشمن ہو یا دوست ہو لیکن ہم خیال ہو۔ مطلب ایک قد آور شخصیت ہو اس پر اگر دوسرا اتفاق کرتا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ دوست ہے اگر یہی الفاظ دشمن بھی اختیار کرے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ غالب کسی کو دشمن اور دوست قرار نہیں دیتے ہیں بلکہ وہ ہم خیال انداز میں ہر ایک کو دوست اور ہر ایک کو دوستی کا احترام کراتے ہیں خواہ وہ دشمن بھی ہو۔

طرز جمہور میں دونوں شعروں کی رائے متفق ہے۔ مطلب سبھی یہ کہہ رہے ہیں کہ دورِ جمہور میں دشمن کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا جائے بلکہ اس سے اپنایا جائے ۔ اگر چہ کسی بات پر رسوا ہوا ہے کیوں نہ اس رسوائی کو بات چیت کر کے دوستی کا اتفاق کریں یا اگر ہمیں کوئی دوست دشمن محسوس ہوتا ہے ہونے دو۔ دورِ جمہور میں دشمن کو

دوستی سے ہی اپنا کام نبھانا چاہئے۔

میر نے بہت سے اشعار اپنی غزلوں میں حرفِ آئینہ پر لکھیں ہیں لیکن حرف 'آئینہ' بہت سے غزلوں میں پڑھ کر ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ میر نے حرف آئینہ کا حوالہ دے کر مختلف باتیں بتائی ہیں۔ ان کے شعروں سے دل بہت ہی متاثر رہتا ہے۔ معشوق کے ساتھ وابستہ کر کے حرف آئینہ کے لفظ سے ہم حیران ہوتے ہیں کہ میر آئینہ کو تشبیہ دے کر یہ بتاتے ہیں کہ ہمیں معشوق کی خوبصورتی سے زیادہ متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں دل کے آئینہ کو سنبھال کر رکھنا چاہئے۔ جب ہمارے دل میں آئینہ بہت ہی بہترین ثابت ہوسکتا ہے تو ہم دوسرے کے آئینہ کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ میر نے اپنے شعروں میں حرف آئینہ پر یہ تذکرہ بیان کیا ہے کہ ہمیں آئینہ ایسا دیکھنا چاہئے جس سے کہ ہمیں نصیحت فراہم ہوسکتی ہے۔

آئینہ بھی حیرت سے محبت کی ہوئے ہم
پر سیر ہوا اس شخص کا دیدار نہ ہو

(غزل ۵۵۔ صفحہ ۲۰۴)

میر اس شعر میں فرماتے ہیں کہ ہم حیران ہیں کہ معشوق کے ساتھ محبت کرنے پر ہمیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ معشوق کو پورے انداز سے دیکھ کر محبت ابھرتی ہے۔ محبت کرتے کرتے یہ نہیں اندازِ بیان کرتے کہ ہم پہلے چال چلن دیکھیں اگر ہم پہلے معشوق کے رویہ پر غور سے دیکھیں گے تو محبت کے آثار کم یا زیادہ ہوں گے پھر دونوں کے نچوڑ سے آئینہ دیکھنا چاہئے۔ شاعر آئینہ کے مشابہت معشوق کے چال چلن پر دیتا ہے۔ شاعر اپنے شعر میں فرماتا ہے کہ اگر آپ کو محبت کرنی ہی ہو تو ربط وضبط سے محبت کرنی چاہئے۔ محبت میں کبھی بھی معشوق کو دیکھ کر حیرت میں نہیں رہنا چاہئے محبت کے اصول رکھنے چاہئے۔ اگر ہم محبت کریں گے تو پاکِ محبت کے اصولوں سے ورنہ

ہم غمگین زندگی بسر کریں گے۔ محبت کرنے کے لئے ایک صحیح آئینہ دیکھنا چاہئے کہ کیا یہ صحیح معشوق ہے اور اگر صحیح ہے تو آئینہ بھی صحیح دیکھنے میں آئے گا ورنہ آئینہ کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھ کر زندگی اور چہرہ درہم برہم ہوسکتا ہے۔

غالب نے بھی حرف 'آئینہ' پر اپنا تذکرہ میر کے برابر ہم عصر ہوا ہے۔ مختلف غزلوں میں حرف آئینہ پر لوگوں کو یہی جذبہ اور احساس دلایا ہے کہ ہمیں پہلے پہل اپنے آپ کو آئینہ پر نظر ڈالنی چاہئے اور اپنے چہرے کو دیکھ کر ہی یہ سوچنا چاہئے کہ ہم کتنے طاقتور ہیں اور کتنے کمزور ہے۔ آئینہ کی تشبیہ غالب نے زندگی کے چال چلن پر دیا ہے۔ مطلب غالب کے مختلف شعروں میں یہی بیان ہے کہ معشوق کے اور محبوب کے ساتھ وابستہ ہونے سے پہلے آئینے کو دوہرانا چاہئے اور صاف ستھرے آئینے کو دیکھ کر ہی اپنے چہرے کو دیکھنا چاہئے۔ دیکھ کر یہ سوچنا چاہئے کہ کیا ہم پاکِ محبت کے اصولوں پر چل سکتے ہیں یا نہیں ہے۔ بہت سے غزلوں میں حرف آئینے کو غالب نے تشبیہ دے کر ہمیں اس بات کا احساس دلایا ہے آئینہ ایک ایسا دل ہے جس سے ہم غلطی سے باز آسکتے ہیں۔

آئینہ دیکھ، اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا!

غالب فرماتے ہیں کہ اے معشوق پہلے اپنے چہرے کو خود دیکھو پھر یہ سوچو کہ میں اس چہرے کو دوسرے کے چہرے کے ساتھ وابستہ رکھنا چاہتی ہوں۔ اگر اس چہرے کو وابستہ کروں تو کیا وابستگی اچھی ثابت ہوگی ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ آپ دل پیش کر کے دھوکہ کھائیں پھر اپنے چہرے کو آئینے پر دیکھ کر اس بات کا احساس ہو کہ محبت میں دھوکہ کھا کے مجھے چہرہ ہی گندہ نظر آتا ہے مجھے اپنی زندگی پر کتنا احساس تھا، کتنا غرور تھا جس غرور کو معشوق نے تہس نہس کر کے بربادی کے ماحول میں بدل دیا۔ اسی لئے

غالب فرماتے ہیں آئینے کو بار بار دیکھنا چاہئے دیکھنے کے بعد ہی معشوق پر اپنا دل نچھاور کرنا چاہئے۔ بعد میں ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جس سے پاک محبت میں پچھتانا پڑے۔

اگر چہ ہم دورِ جمہور کے ساتھ ان دونوں کے شعروں کی مشابہت کریں تو ہم یہی کہیں گے کہ میر نے بھی دورِ جمہور کیلئے ایسا شعر لکھا ہے۔ دورِ جمہور میں اُن رہنماؤں پر بھروسہ کرنا چاہئے جو لوگوں کی خدمت دیانتداری سے کریں۔ اسی لئے رہنما کو اپنانے سے پہلے لوگوں کو رہنما کو پرکھنا اور تولنا چاہئے تول کر لوگوں کو یہ سوچنا چاہئے ''کیا یہ عوامی رہنماؤں کے اصولوں کے ساتھ وابستہ ہے یا نہیں''۔ رہنما بنانے کے بعد پھر یہ نہیں کہنا چاہئے کہ بدیانت رہنما ہے۔ ایسے الفاظ لوگوں کو پہلے پہل رہنما کے آئینے کو دیکھ کر ہی بتانا چاہئے۔ مطلب رہنما کو ہر پڑاؤ پر تولنا چاہئے۔ تول کر ہی رہنما کو تسلیم کرنا چاہئے۔

اگر چہ ہم اس دور کے شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم میرؔ کو تا ابد نہیں بھول سکتے میرؔ نے مختلف غزلیں لکھیں ہیں مختلف شعر پڑھ کر ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے میر ابھی ہمیں یہ شعر کہہ کر چلے گئے۔ میر نے اگر چہ بہت سی غزلیں لکھیں ہیں لیکن پھر بھی ہم ان کی قلم کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں۔ مختلف حرفوں میں شعر لکھ کر ہمیں اس بات کا جذبہ دلایا ہے کہ شاعری میں بہت سے پڑاؤ آتے ہیں اور بہت سے پڑاؤں پر چل کر بہت سے نصیحت فراہم ہوتی ہے۔

مجرم ہوئے ہم دل دے کے ورنہ
کس کو کسو سے ہوتی ہیں جاں

(غزل ۳۳۴)

میرؔ نے اپنی غزلوں میں حرف دل پر بھی بہت سے شعر لکھیں ہیں جن کو پڑھ کر

ہمیں مختلف نصیحتوں سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ میر نے دل کے حرف سے ہمیں یہ بتایا کہ انسان کو اس دنیا میں مختلف سوچ آ کر دل کا لگاؤ بھی رہتا ہے۔ یہ نہیں ہم صرف معشوق کے ساتھ محبت کریں گے اور وہی دل کا لگاؤ ہے بلکہ میر کا کہنا ہے کہ عشق سے مختلف دل کا لگاؤ اور رجحان بڑھتا ہے۔ میر نے حرف دل کے بارے میں یہ بات بھی بتائی ہے کہ ہمیں ہمیشہ دل کے خیالات اچھے طور طریقوں سے رکھنا چاہئے۔ ہمیں دل میں ایسے ایسے خیالات رکھنے چاہئے جن سے ہماری زندگی بہت ہی بہترین بن جائے۔ ہمیں کبھی اپنے دل کو برائی میں مبتلا نہیں کرنا چاہئے میر نے پاکِ محبت میں دل کا ذکر ایسا بیان کیا ہے کہ اگر ہم کسی کے ساتھ محبت کا رشتہ رکھیں تو وہ اصولوں کے طور طریقے سے رکھنا چاہئے۔ تاکہ محبت میں کوئی تناؤ نہ ہو سکے۔

اسی طرح سے میر نے اپنے مندرجہ بالا شعر میں ہمیں اس بات کا احساس دلایا ہے کہ دل دے کہ ہم معشوق کے طرز بیان پر مجرم بنتے ہیں۔ مطلب دل کبھی محبت میں مجرم بنتا ہے۔ مجرم اسی لئے کہ جب معشوق کی رضامندی نہ ہوتی تو ہم اس سے محبت کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ مجبور کرتے کرتے ہم مجرم ثابت ہوتے ہیں جب معشوق کی مرضی ہی نہیں ہے اسی لئے میر کہتے ہیں کہ اس مجرمانہ حرکت سے ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ معشوق کو مرضی ہی نہیں تھی تب تک ہمیں مجرم بننا پڑتا ہے جب تک معشوق دل سے رضامند نہ ہو جائے۔ مطلب میر کا یہ کہنا ہے کہ کیوں آپ مجرم اپنے دل کو بناتے ہو جبکہ معشوق محبت کرنے پر رضامند ہی نہیں ہے۔ رضامند کرنے کے لئے ایک محبوب معشوق کا مجرم قرار دیا جاتا ہے۔ اگر دل کی لگی نہ ہوتی تو لفظ مجرم ہم نہیں پڑھتے۔ اسی لئے میر کہتے ہیں کہ دل کو پاک محبت میں مجرم بننا پڑتا ہے اگر پاک محبت کے اصول سچے طور سے ہوتے تو دل کو مجرم نہیں بننا پڑے گا۔ میر فرماتے ہیں کہ پاک محبت کے اصولوں پر چل کر ہم کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ دل مجرم بن سکتا ہے

جبکہ معشوق کی رضامندی نہیں ہوتی۔ باہمی رضامندی سے دل کبھی بھی مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

غالب کے شعر کو پڑھ کر ہمیں اس بات کا بھی احساس ہونا چاہئے کہ غالب نے دل کے بارے میں کیا کیا باتیں بتائی۔ مطلب اس نے مختلف شعر مختلف غزلوں میں حرف دل کے بارے میں لکھے ہیں جن کو پڑھ کر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ دل سے ہمیشہ پاک محبت کے اصولوں پر ہی محبت نبھانی چاہئے۔ ورنہ دل کو بہت سے دکھ جھیلنے پڑتے ہیں۔ میر کی طرح غالب بھی باہمی اتفاق رکھتے ہیں۔ جس سے ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ دونوں شاعروں نے پاک محبت کے اصول بتائے ہیں جیسے کہ

دکھاؤں گا تماشا، دی اگر فرصت زمانے نے
مرا ہرا داغِ دل، اک تخم ہے سروِ چراغاں کا

غالب فرماتے ہیں کہ پاکِ محبت سے دل کا تماشا نمودار نہیں ہوتا کیونکہ دل کی باتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ جب معشوق کے ساتھ تناؤ پیدا ہوا تو اس تناؤ کو دیکھنے کے لئے بہت سارے تماش بین تماشہ دیکھتے ہیں لیکن زمانے میں تماشا دیکھنے کے لئے فرصت ہی نہیں ہے ہر کوئی اپنے اپنے کام میں مصروف ہے اگر چہ معشوق اس تناؤ کو دیکھنے کے لئے اپنے دل کو تماش بین میں رجوع کرنا چاہتی ہے لیکن یہ تماشہ دیکھنے کے لئے لوگوں میں فرصت ہی نہیں ہے۔ اس لئے اس تماشہ کو آپسی محبت کا داغ کہہ سکتے ہیں۔ جس داغ کو معشوق کے چراغ سے ختم کر سکتے ہیں لیکن پھر بھی داغ دیکھنے میں آسکتا ہے۔ اگر چہ ہم کئی شربتیں بھی پئیں تو بھی اس داغ کو نہیں مٹا سکتے ہیں۔ مطلب شاعر کا یہ ہے کہ آج کل لوگوں میں فرصت ہی نہیں ہے کہ وہ اس داغ کو دیکھیں اور دیکھ کر اظہار افسوس کریں۔ میر کی طرح غالب کا یہی تذکرہ بیان ہے کہ ہمیں دل پاک محبت کے اصولوں سے ہی اپنانا چاہئے۔ دل کو دھوکہ لگنے سے تماشہ بنتا ہے۔

تماشہ میں مبتلا ہوکر لوگوں میں فرصت ہی نہیں ہے کہ اس تناؤ کو دیکھیں۔اسی لئے میرؔ کی طرح غالبؔ بھی اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ ہمیشہ پاک محبت کے اصولوں پر چلنا چاہئے۔

اگر چہ ہم دورِ جمہور کے ساتھ ان دونوں شعروں کے مشابہت کریں گے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ میرؔ اور غالبؔ کا ایک ہی اصول ہے وہ یہ کہ ہمیں دورِ جمہور میں ایسے کام کرنے چاہئے جس سے کہ ہمیں اس بات کا احساس ہو جائے کہ دل کو مجرم نہیں بنانا چاہئے۔مجرم بننے سے لوگوں کے لئے ایک تماشہ دیکھنے میں آتا ہے۔جس سے کہ سماج میں عزت وآبرو تہس نہس ہوسکتی ہے۔عزت وآبرو کو بچانے کے لئے دل کو مجرم نہیں قرار دینا چاہئے۔

اس دور کے شاعروں کی مشابہت اگر ہم غالبؔ کے شعروں کے ساتھ کریں گے تو ہمیں اس بات کا احساس ہوگا کہ غالبؔ نے ایسے شعر مرتب کئے ہیں جن کو پڑھ کر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ غالبؔ کے برابر کوئی غزل گو آج تک وجود میں نہیں آیا ہے اگر چہ بہت شاعروں نے اردو زبان میں غزلیں لکھیں لیکن غالبؔ کے درجے پر نہیں پہنچ سکے۔غالبؔ کو اردو غزل کا بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے اور آج کل کے دور میں اس وقت کے شاعروں کو غزل کے وزیر تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ طرز اور بیان غالبؔ کے ہی خیالات کے طرح پڑھتے ہیں۔اگر چہ مفہوم الگ تھلگ شعروں میں ہے پھر بھی ہمیں غالب کے شعروں کو ہی مشابہت دینی پڑتی ہے۔

غالب اور فیض احمد فیضؔ دورِ جمہور میں

اس دور کے شاعروں میں اگر چہ ہم فیض احمد فیضؔ کی شاعری کے خیالات پر

سوچیں گے تو غالب اور میر جیسا غزل گو کبھی نہیں مل سکتے ہیں اور ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آج کل کے شاعر میر اور غالب کے خیالات کے ساتھ ساتھ چلنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن پھر بھی شعر کہنے کا انداز دونوں شاعروں کے برابر ملتا جلتا ہے۔ اگر چہ مفہوم الگ تھلگ ہے پھر بھی خیال ایک جیسا دیکھنے میں آتا ہے۔ بہت سے غزلیں اور نظمیں بھی لکھیں ہیں۔ فیض احمد فیضؔ اس دور کے ایک اہم شاعر اُردو زبان میں تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اُن کی شاعری میں نے ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ سے چھپی ہوئی کتاب میں پڑھی۔ جس میں فیض احمد فیضؔ کے چند کلام چھاپے گئے ہیں۔ اسی کتاب میں مندرجہ ذیل غزلوں کے اشعار چنے ہیں جو کہ غالب کے کئی شعروں کے ساتھ وابستہ کر کے تنقیدی لحاظ سے لکھ کر بتانا چاہتا ہوں۔

حسن مرہوں جوش بادہ باز
عشق منت کش منون نیاز

(صفحہ۱۲)

فیض احمد برصغیر کے بلند پایہ شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اگر چہ فیض نے بہت سے غم اپنے ملک پاکستان میں دیکھے لیکن ہم سب ادیب اور اُردو کے دانشور قلم کا احترام کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا دانشور کے شعر پڑھتے ہیں۔ تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ شاعر نے شاید غالب کے اس شعر کا دو تین حرف جوڑے ہیں۔ مطلب "درد، منت کش دوا نہ ہوا/ میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا" اگر ہم فیض کے یہ شعر ان الفاظ کے ساتھ وابستہ کریں جیسے "منت کش" اور غالب نے دردِ منت کش" کا حوالہ دیا ہے۔ لگتا ہے فیض نے وزن کے حساب سے ابتدائی دور میں ایسا شعر لکھا ہوگا۔ اگر چہ ہم مفہوم کے حساب سے سوچیں گے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ غالب کے شعر کے ساتھ واسطہ ہی نہیں بلکہ فیض نے ابتدائی شاعری میں کوشش کی ہوگی۔ وہ کوشش فیض کی کامیابی ثابت ہوئی

ہے۔ پہلے ہم اس بات کا ذکر کریں گے کہ شاعروں نے عام طور پر حسن کو عشق کے ساتھ وابستہ بہت سے شعروں میں کیا ہے۔ میں نے اس کتاب میں پہلے ہی یہ بحث کر کے بتایا کہ جب تک نہ حسن کو دیکھیں گے تب تک عشق کا ذکر ہی نہیں آ سکتا ہے۔ اسی طرح سے فیضؔ نے اپنے شعر میں حسن اور عشق کا حوالہ دیا ہے اور دعوے شعر میں عشق کی بات کہی ہے۔ پہلے شاعر فرماتے ہیں کہ میں صبح کی ہوا سے اتنا متاثر رہا اور مجھ میں صبح کے حسن کے بہت ہی دلچسپ خیالات ابھرے لیکن میں یہ دیکھ کر عشق میں مدغم ہوا۔ مطلب حسن پر مجھ میں ناز اور نخرے ابھرنے لگے جس سے کہ میں نے عشق کا ذکر کیا۔ جب میں نے کوئی حسن دیکھا تو میں جوش میں متاثر رہا یہ جوش عشق میں مدغم ہو کر اثر انداز بہت دیر تک رہا۔ اب فیض کے اس شعر سے یہ مطلب ملتا ہے کہ اے معشوق جب ہم آپ کا حسن دیکھتے ہیں دیکھ کر ہم محسوس کرتے ہیں کہ کیا آپ ہمارا التماس منظور کرو گی۔ ہمیں آپ کے حسن سے عشق کا درد محسوس ہونے لگا۔ یہ درد ہم بحیثیت ایک خادم اور ایک نوکر التماس کرتے ہیں کہ ہمارے عشق پر غور کیا جائے کیونکہ آپ کے حسن نے ہمارے دلوں کو گھراؤ میں ڈالا ہے۔ جسے کہ ہم آپ سے التماس کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی نہ کوئی چارہ کیجئے۔ جب ہم غور سے شعر کو پڑھتے ہیں ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ غالب کے مفہوم کے ساتھ آج کل کی غزل میں اس طرح کے شعر نہیں مل سکتے ہیں۔ اگرچہ کئی شاعر کوشش کرتے ہیں پھر بھی غالبؔ جیسا شعر پڑھنے میں نہیں آتا ہے۔

اگرچہ ہم غالبؔ کے حرف عشق کے شعر پر فیض کے ساتھ وابستہ کریں گے تو ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ فیض غالبؔ کے ہم خیال اور ہم شعر نہیں بن سکتے۔

کم جانتے تھے ہم بھی غم عشق کو، پر اب
دیکھا، تو کم ہوئے پر غم روزگار تھا

غالب فرماتے ہیں کہ عشق کرنے والے کو ہمیشہ غم محسوس ہوتا ہے غم اس لئے کہ جب وہ کسی حسن پر متاثر رہتا ہے وہ حسن قابو میں نہیں رہتا۔قابو میں نہ رہنے کی وجہ سے غم میں مبتلا ہوتا ہے اور غم میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی اس حسن پر عشق ہمیشہ اپنے دل ودماغ اور آنکھوں میں محسوس ہوتا ہے اپنا وقت اسی میں گزار کر بہت قسم کی مجبوریوں کو ترک کر کے اس عشق میں روزگار فراہم کرتا ہے۔اگر چہ عیش وآرام کے وقت ہم حسن کا تذکرہ کریں گے تو عشق میں بھی مبتلا ہو سکتے ہیں لیکن غالب کے بیان کے مطابق انسان کو کسی حسن یا چیز پر عشق کی بیان بازی میں مبتلا ہوتا ہے۔اسی لئے غالب فرماتے ہیں کہ حسن اور عشق کا ایک ساتھ ہی واسطہ ہے لیکن فیض اپنے شعر میں صحیح کہتا ہے کہ حسن اور عشق میں انسان نیاز مند کے اصولوں پر مبتلا ہوتا ہے۔مطلب یہ وہ حسن اور عشق میں غلامی کے چکر دیکھتا ہے۔یہ سب کچھ ماحول حرف 'حسن' سے ابھر کر عشق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ہم دونوں شعروں کا نچوڑ دیکھیں گے تو تسلیم کریں گے کہ دونوں شاعروں میں حسن اور عشق کی آپسی برادری کا ماحول پایا جاتا ہے۔

طرز جمہور میں دونوں شعروں کا نچوڑ یہی ہے جب ہم عوامی جمہوریت میں رہتے ہیں تو ہم ایسا ماحول دیکھتے ہیں جس سے ہم متاثر رہتے ہیں کہ ہم خود بخود حکومت تشکیل دے سکتے ہیں۔اسی لئے ہر شہری یہ کہہ رہا ہے کہ جمہوریت کے ماحول کا حسن ہم عوامی طور سے عشق کے الفاظ کے برابر تعریف میں لاتے ہیں۔مطلب جمہوریت کا حسن موجود ہے لیکن اس حسن کا عشق عوامی رائے دینا اور خود بخود حکومت تشکیل دینا۔اسی لئے ان دونوں کا شعر یہی ہے کہ تب ہمیں عشق محسوس ہو سکتا ہے جبکہ ہم پہلے حسن میں مبتلا ہوتے۔

فیض نے اگر چہ حسن اور عشق کے بارے میں بہت سی باتیں اپنے غزلوں میں بتائی ہیں پھر بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فیض خدا کا بندہ سمجھ کر خدا کو کبھی بھی نہیں بھولتا

ہے۔ ہمیشہ خدا کو یاد کرتا ہے خدا کی یاد سے ہی انہیں ایک قسم کا عشق محسوس ہوتا ہے حسن اور عشق سے ایسی نزاکت محسوس ہوتی ہے کہ خود شاعر شعر میں فرماتے ہیں

ہو چکا عشق اب ہوس ہی سہی
کیا کریں فرض ہے ادائے نماز

(صفحہ ۱۲)

یہ پڑھ کر ہم خود کہہ سکتے ہیں کہ فیض کو کتنا بھروسہ خدا پر ہے اور خدا پرستی سے ایسا عشق ابھرا ہے کہ اب خود بخود بتا رہا ہے کہ نماز کی ادائیگی ایک مسلمان کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ اسی لئے فیض کہہ رہے ہیں کہ میرا فرض ہے کہ میں نماز ادا کروں۔ مطلب اس شعر سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس میں اگرچہ حسن کا ذکر نہیں ہے پھر بھی عشق کے حرف سے اس بات کا ذکر آتا ہے کہ جب ہم عشق کریں گے تو حسن کے بغیر نہیں۔ مطلب فیض کہہ رہے ہیں کہ جب میں خدا کے حسن کے ماحول کا ذکر کرتا ہوں تو ذکر کرتے کرتے مجھے حسن اتنا پسند آرہا ہے مجھے عشق ایسا اُبھرتا ہے کہ میں خود بخود یہ کہہ رہا ہوں کہ کیوں نہ میں نماز ادا کروں جس سے کہ حسن اور عشق کی نزاکت زیادہ اُبھرے۔

اسی طرح سے اگر ہم غالب کے شعروں پر بحث ومباحثہ کریں گے تو اس نے بھی خدا کا ذکر عشق اور حسن کے حرفوں سے واضح طور پر کہا ہے۔ وہ یہ ہے جو کہ میں نے پہلے سے ہی اس کتاب میں بیان کیا ہے۔

سراپا رہن عشق وناگزیر اُلفتِ ہستی
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

غالب فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا عشق ابھرا ہے کہ میں خود بخود یہ کہہ رہا ہوں کہ میں نے الفت کا سودا خریدا ہے اور خرید کر میں اس سے الگ تھلگ نہیں ہونا چاہتا ہوں،

تب الگ تھلگ ہوسکتا ہوں۔ جب کہ میں اس کی عبادت دل سے باہر کروں مطلب جب کہ میں اس کی عبادت سے الگ تھلگ رہوں۔ مطلب یہ کہ جب بھی مجھے خدا کی یاد آتی ہے میں عشق میں مبتلا ہوتا ہوں جو بھی خدا کے کارنامے اس دنیا میں دیکھتا ہوں دیکھ کر مجھے حسن ابھرنے لگتا ہے اور حسن میں مبتلا ہونے کے بعد عشق میں مبتلا ہوتا ہوں۔ مطلب خدا کے عبادت سے ہی مجھ میں عشق ابھرتا ہے جب میں ایسی عبادت سے الگ تھلگ رہتا ہوں تو مجھے عشق میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ جس سے کہ میں مایوس ہوتا ہوں۔ غالب فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا لگا ؤ عبادت سے محسوس ہوتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں خدا کے عبادت حسن اور عشق کے برابر ہے۔ میں کبھی بھی اپنی عبادت سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا ہوں۔

گو کہ دونوں شعروں کا نچوڑ ایک ہی جیسا پڑھنے میں آتا ہے۔ خیر غالب کی پرواز اور فیض کی پرواز میں کوئی فرق نہیں ہے اگر فرق دونوں شعروں میں ہے وہ لہجے اور زبان میں ہے۔

طرز جمہور میں دونوں شعروں کا نچوڑ یوں ہے کہ جب بھی ہم دورِ جمہور میں حسن میں مبتلا ہو جائیں تو ہمیں ایسے قانون ہاتھ میں لینے چاہئے جس سے کہ ہمیں سمجھ آنا چاہئے کہ کس طرح دور جمہور میں عشق اور حسن کا نچوڑ رکھنا ہے۔ مطلب ہمیں اس حسن پر نظر رکھنی ہے جو قانونی طور پر ہمیں جرم سے الگ رکھے اور عشق اس انداز سے کرنا چاہئے جو کہ قانونی طور پر صحیح ثابت ہو سکے۔ مطلب دونوں شاعروں کا یہی ذکر ہے کہ کوئی بھی کام اگر ہاتھ میں لینا ہو تو وہ قانونی طور طریقوں سے انجام دینا چاہئے۔

فیض نے بہت سی باتیں ساقی کے حرف پر بتائی ہیں لیکن غالب نے حرف 'ساقی' پر ایسے شعر غزلوں میں لکھے ہیں جس سے کہ ہم کسی بھی شاعر کا حوالہ بار بار نہیں دیں گے ہاں ہم ایک دوسرے کے نفاق پر ایک دوسرے کا شعر تذکرہ بیان میں کہہ سکتے

ہیں۔ساتھ ہی ساتھ ہم یہ سوچیں گے کہ ساقی کا حرف کس انداز سے غالب کے غزلوں میں لکھا گیا ہے اور یہی طرز بیان ہم دوسرے آج کل کے شاعروں کے وابستہ کریں گے۔جس سے ہمیں اس بات کا احساس ہوجائیگا کہ آج کل کے خیالات اور اُس وقت کے خیالات شاعروں میں حرف 'ساقی' پر کیسے رہے ہیں۔فیضؔ نے اپنے طور پر ایسی کوشش کی ہے کہ حرف 'ساقی' کو ناراضگی سے مبرا کیا ہے جیسے کہ

تیز ہے آج دردِ دل ساقی
تلخیٔ مئے کو تیز تر کردیں

(صفحہ ۴۲)

پہلے پہل ہم کہیں گے کہ فیض نے 'ساقی' کا حوالہ اس شعر میں کیا ہے اور ساقی سے مخاطب ہوکر کہہ رہا ہے کہ آج مجھے معشوق نے الگ کیا ہے جس سے کہ میرے دل میں درد ابھرا ہے میں سوچتا ہوں کن وجوہات سے معشوق میں تلخی ابھری ہے۔میں اس تلخی کو کسی ایسے شربت (جنت کی شراب) سے دور کرنا چاہتا ہوں جس سے کہ تلخی دور ہوسکے۔لیکن میں ایسا 'کوثر' شربت نہیں لاسکتا اسی لئے اے ساقی مجھے ایسے مئے سے خوش کیجئے جس سے کہ میرے دل کا درد دُور ہوسکے۔اگر چہ معشوق کی تلخی کا ذکر کرتا ہوں لیکن میں ان کے لئے کوئی کوثر نہیں لاسکتا ہوں۔مطلب فیض احمد فیض نے اس شعر میں 'ساقی' کا حوالہ دے کر اس بات کی وضاحت کی کہ شراب پینے سے غم دور ہوسکتا ہے اور شراب کی تعریف کی ہے لیکن ساتھ ساتھ فیض نے یہ بھی کہا ہے کہ شراب پینا اچھا نہیں، شراب سے بہتر کوثر شربت ہی اچھا ہے جو کہ یہ نہیں مل سکتا۔نہ ملنے کی وجہ سے درد کو دُور کرنے کے لئے شراب ہی بہتر ہے۔

غالب نے بھی شراب کے بارے میں بہت سی باتیں بتائی ہیں لیکن شراب کے بارے میں غالب نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ وہ شراب پینے والا نہیں ہے

لیکن شراب پینے کے لئے مجبور ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے کئی درد دُور ہو جاتے ہیں۔
غالب نے حرف کوثر کا بھی حوالہ اپنے شعروں میں دیا ہے۔ اب ہم یہ وضاحت سے بتا
سکتے ہیں کہ فیض کو غالب کے شعروں سے بہت ہی وابستگی رہی ہے اور غالب کا اثر
انداز بھی بنا ہے۔ غالب نے جو شعر حرف 'ساقی' پر اپنی غزلوں میں لکھے ہیں ہم پڑھ کر
یہ کہہ سکتے ہیں کہ غالب شراب کے خلاف رہے اور شراب کے حق میں بھی رہے۔

مے عشرت کی خواہش ساقی گردوں سے کیا کیجئے
لیے بیٹھا ہے اک دو چار جام واژگوں وہ بھی

غالب فرماتے ہیں کہ مجھے شراب پینے کے لئے کوئی مجبوری نہیں ہے مجبوری اس
لئے کہ مجھے شراب پی کر کئی غم دُور ہوتے ہیں۔ میں شراب پی کر مستی میں رہتا ہوں
میں کوئی خاص غم محسوس نہیں کرتا ہوں اسی طرح سے اگر ہم فیض کے ایسے شعر کو غالب
کے ساتھ وابستہ کریں تو مفہوم کے لحاظ سے ایک ہی مطلب سمجھ میں آتا ہے۔ ہمیں صحیح
طور سے یہ تحقیق کر کے معلوم ہوا کہ فیض نے کئی شعر غالب کے پڑھ کر اپنے شعروں
میں مفہوم سے اکٹھے کئے ہیں۔

طرز جمہور میں اگر ہم ان دونوں شعروں کا نچوڑ دیکھیں گے تو ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ
غربت کے وجہ سے لوگ غمزدہ ہوتے ہیں اور وہ غم کو مٹانے کیلئے بہت سے ایسے حربے
استعمال کرتے ہیں جس سے کہ انہیں چند منٹوں کے لئے اور چند گھنٹوں کے لئے غم کو
دور رکھ سکیں لیکن ہمیں اس بات کا بھی احساس ہونا چاہئے کہ کوئی بھی غم یا خوشی زیادہ دیر
تک نہیں ٹھہرتی ہے وقتاً فوقتاً انسان مختلف ماحول دیکھتا ہے شراب پینے یا نشہ آور
چیزوں سے کوئی غم نہیں مٹ سکتا ہے۔ یہ ایک بھول ہے انسان کو ان مشکلاتوں کا مقابلہ
کرنا چاہئے۔ اسی لئے ہمیں طرز جمہور میں یکسانیت کا خیال رکھنا چاہئے۔ ہمیں یہ نہیں
سوچنا چاہئے کہ کوئی غم ہم پر ابھرا ہے اور ہمیں غم کو اپنی محنت سے نیست و نابود

کرنا چاہئے۔

فیض نے بھی غالب کی طرح بہت سے اشعار حرف 'شوق' پر لکھیں ہیں۔ شوق مختلف پہلوؤں پر دل میں ابھرتا ہے یا ہم ایسا ماحول دل میں ابھارتے ہیں جس سے کہ ہمیں شوق کا لہجہ اُبھرتا ہے۔ لہجے کو پورا کرنے کے لئے ہم اپنی کوشش سے متاثر رہتے ہیں۔ خواہ وہ کوشش پوری ہو یا نہ ہو پھر بھی ہم شوق کو پانے کیلئے جدوجہد میں اپنا ماحول رکھتے ہیں۔ اسی طرح سے فیض نے بھی کئی ایسے اشعار اپنے غزلوں میں لکھے ہیں جو کہ حرف شوق کیساتھ وابستہ ہیں۔ شاعروں نے حرف 'شوق' کا حوالہ دے کر اس بات کا احساس ہمیں دیا ہے کہ بیان بازی معشوق اور محبوب کی کیسی کرنی چاہئے۔ اب فیض نے یہی کوشش اپنی شعر میں لکھی ہے۔

نگاہ شوق سر بزم بے حجاب نہ ہو
وہ بے خبر ہی سہی اتنے بے خبر بھی نہیں

(صفحہ ۵۲)

فیض یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کی آنکھوں کی نظر جب معشوق پر پڑتی ہے تو وہ کسی بزم میں مبتلا ہوتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ کوئی پردہ ہی نہیں ہے جسے کہ اپنے خیالات بے خبر محسوس ہوتے ہیں مطلب جس خیال میں شاعر ڈوبا ہوتا ہے جب اس کی آنکھیں معشوق پر پڑتی ہیں تو خیالات ادھر اُدھر رکھ کر معشوق کے جانب رہتی ہے۔ اسی لئے فیض فرماتے ہیں کہ اگر مجھے ایسی خبر سے دور رکھو گے تو میں شکر یہ ادا کر سکتا ہوں کیونکہ معشوق کی نگاہیں دیکھ کر مجھے اپنی سوچ میں بہت سے رکاوٹیں محسوس ہوتی ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کی نگاہوں سے بزم میں خلل پیدا ہوتا ہے اور خلل سے ہمیں محفل میں تناؤ محسوس ہوتا ہے اور ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ایسی خبر ہی مت سناؤ جس سے کہ امن میں خلل پیدا ہو۔

غالب کے خیالات حرف 'شوق' پر فیض کے ساتھ ساتھ وابستہ ہو سکتے ہیں اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ غالب حرف 'شوق' کے فیض کے خیالات کے ساتھ ہیں۔

شوق ہر رنگ رقیب سرو ساماں نکلا
قیس، تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

غالب فرماتے ہیں کہ مجھے شوق ہے میں اس رنگ کو اپنے دل میں رکھوں جس رنگ سے مجھے معشوق کی تصویر ہمیشہ دیکھنے میں آئے۔ مطلب غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کی تصویر عریاں پن میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اسکے برعکس فیض کہہ رہے ہیں کہ ان کا شوق ہے کہ معشوق کو اپنی نگاہوں سے ہی دیکھیں تا کہ بزم میں شرکت نہ کریں۔ اگر بزم میں شرکت کریں تو بے حجاب ہوسکتا ہے۔ دونوں کے نچوڑ سے ہم سوچتے ہیں تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ فیض اور غالب میں فرق کہنے میں ہی ہے مفہوم ایک ہی ہوتا ہے۔ گو کہ غالب فیض سے پہلے کا شاعر اور فیض آج کل کے ماحول کا شاعر تھے۔ اسی لئے ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ غالب کے خیالات کو اپنے حرفوں سے اِدھر اُدھر کرکے آج کل کے دور میں وہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

طرز جمہور میں ایسی باتیں بھی ابھرتی ہیں جب ہم کسی بزم میں بیٹھنے سے انکار کرتے ہیں۔ دوسری بزم میں بیٹھتے ہیں تو وہاں بیٹھ کر ہمیں سکون محسوس ہوتا ہے۔ دونوں شاعروں کا مفہوم اگر ہم دیکھیں گے یا غور سے سوچیں گے تو ہم یہی کہیں گے کہ بزم کا ماحول اچھا ہونا چاہئے۔ بزم میں خلل پیدا نہیں ہونا چاہئے۔ اسی لئے طرز جمہور میں جب بھی کوئی رہنما عوامی جلسہ بلاتا ہے اور باتوں سے لوگوں کو متاثر کرتا ہے لیکن متاثر کرنے سے پہلے امن کا ماحول ضرور دیکھنا چاہئے اور امن کا ماحول برقرار رکھنا چاہئے جو کہ دور جمہور کے لئے بہت ہی اچھا ثابت ہوسکتا ہے۔

فیض نے شراب کے بارے میں بہت سی باتیں اپنے غزلوں میں بتائیں ہیں

جب ہم پڑھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ فیض نے سچے طور پر جو کچھ دیکھا ہے وہی اپنے شعروں میں لکھا ہے۔ ہم اس شعر کو پڑھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاعر نے اپنے شعر میں ساغر کو شراب سے تشبیہ دی ہے اور بادل کو بھی تشبیہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے جیسا کہ

ساغر تو کھنکتے ہیں شراب آئے نہ آئے
بادل تو گرجتے ہیں گھٹا سے نہ برسے

(صفحہ ۶۹)

شاعر کا مطلب ہے جب بھی ہم شراب پیتے ہیں، شراب پینے کے وقت ایسا ماحول ہونا چاہئے جس سے شراب پینے میں بہت ہی لطف آسکے۔ شاعر شراب میں مدغم رہا ہے۔ اسی لئے مدغم رہنے کی صورت میں ایسی بات اس شعر میں کہی ہے شاعر فرماتے ہیں کہ جب ہمیں آسمان میں ابر دیکھنے میں آئے تو اسی وقت شراب پینی چاہئے جس سے کہ ہم بہت ہی متاثر اور ایک ہی سوچ میں رہیں گے۔ اسی لئے شاعر فرماتا ہے کہ ساغر دیکھنے کی ضرورت نہیں صرف ہمیں بادل دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اے معشوق آپ نے میرے دل میں ساغر پیدا کیا اور اس ساغر کو دیکھ کر میں بہت ہی پریشان رہا ہوں اب میں چاہتا ہوں کہ اس ساغر کی بہبودی بادل دیکھ کر ہی اچھا دیکھنے میں آئے گا لیکن ان بادلوں کو بھی میں نہیں دیکھتا ہوں جب کہ مجھے بادل ہی دیکھنے میں نہیں آتے ہیں میں اب گزارش کرتا ہوں کہ اس ساغر کو دیکھنے کے لئے ایسا ماحول پیدا ہونا چاہئے جس سے کہ نشہ آور چیز سے سکون پیدا ہو سکے۔ فیض فرماتے ہیں کہ مجھے معشوق سے یہی حسد رہا کہ اس نے میرے لئے ساغر پیدا کیا۔ ساغر پیدا کرنے سے مجھے غم میں مبتلا کیا اور اسی لئے شراب کا عادی ہوا ہوں۔

غالب نے بھی حرف 'شراب' کے بارے میں بہت سی باتیں بتائی ہیں۔ غالب خود تسلیم کرتے ہیں کہ وہ شراب کے عادی ہیں لیکن کسی کسی شعر میں شراب کو زیادہ ترجیح

نہیں دیتے ہیں اس بات کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ شراب پینا اچھا نہیں ہے۔
غالب نے شراب پینے کی وجوہات کا ذکر کیا ہے۔

علاوہ عید کی ملتی ہے اور دن بھی شراب
گدائے کوچۂ میخانہ نامراد نہیں

شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے جب شراب کی محفل میں بیٹھنے کی فرصت ملتی ہے تو وہاں بیٹھ کر میں سمجھتا ہوں کہ جیسے عید کا ماحول ہو۔ مطلب وہ بہت ہی خوش ہوتے ہیں جب وہ شراب کی محفل میں بیٹھتے ہیں۔ بیٹھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ دراصل مجھے آج معشوق کا کوچہ ہی یاد نہیں ہے۔ وہ اس لئے معشوق کا کوچہ یاد نہیں ہے کیونکہ میں شراب میں مدغم ہوں اور نشے میں مجھے معشوق یاد ہی نہیں آتا ہے۔ ساتھ ساتھ شاعر فرماتے ہیں کہ پینے کے بعد اور نشہ اترنے کے بعد پھر وہ کوچہ مجھے یاد آئیگا۔ اس وقت پھر مجھے ایسے عید کا ماحول دیکھنے میں آنا چاہئے جس سے کہ میں معشوق کا کوچہ یاد ہی نہیں کروں یا اس کوچہ کو نہ دیکھوں۔ جس کوچہ سے مجھے معشوق کی نظر پڑتی ہے۔

اب اگر ہم فیض اور غالب کے دونوں شعروں کا نچوڑ دیکھیں گے تو اس میں صحیح طور پر فرق ہے لیکن پینے کا ذکر دونوں نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ اگر چہ بیان بازی میں الگ الگ وضاحت ہے لیکن دونوں کی سوچ ایک ہی ہے۔

طرز جمہور میں ان دونوں شعروں کا مفہوم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں ایسی چیزوں سے پرہیز رکھنا چاہئے جس سے کہ ہماری عزت میں خلل نہ ہو جائے۔ شراب ایک بدترین چیز ہیں۔ ہمیں اپنے ملک، شہر، گلی، کوچہ کی ترقی کے بارے میں زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ جمہوریت کے دور میں شراب پینے سے کوئی بات حل نہیں ہوتی بلکہ اپنی صحت برباد ہو سکتی ہے اسی لئے طرز جمہور میں دونوں شعروں کا مفہوم نہیں مل سکتا ہے۔

فیض نے حرف 'رات' کے بارے میں بہت سے شعرا اپنے غزلوں میں لکھیں ہیں

پڑھ کر ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ فیض نے اپنے غزلوں میں رات کو صحیح ڈھنگ سے اور معشوق کا حوالہ دے کر تعریف نہیں کی ہے۔ رات کا حوالہ معشوق کے بیان پر ہی زیادہ تر وضاحت سے کیا ہے۔

رات مہکی ہوئی آئی ہے کس سے پوچھو
آج بکھرائے ہوئے زلف طرحدار ہے کیوں

(صفحہ ۸۰)

فیض کہتے ہیں کہ میں ہر رات کو اچھے طریقے سے نہیں دیکھتا ہوں ہر رات میں غم میں مبتلا رہتا ہوں۔ میں غم سے دور رہتا لیکن افسوس ہے کہ معشوق کا واسطہ ہی نہیں۔ تب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اے معشوق جب آپ بھی مجھ سے دور ہو تو آپ کو بھی اپنی رات مہکی ہوئی نہیں محسوس ہوتی۔ اب میں آپ کی زلفوں کے بارے میں اپنی رائے دیتا ہوں۔ کہتا ہوں رات کے وقت کونسے ایسے فرد آپ کی زلفوں پر نظر ڈالیں گے۔ اسی لئے میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ رات بھر ان بکھری ہوئی زلفوں پر کیا سوچتی ہو۔ یہ سب کچھ تب ہے جب آپ رات کے وقت الگ رہی اور ان زلفوں کو نہیں سنبھال سکیں جبکہ دونوں رات کو مہکی ہوئی نہیں محسوس کرتے ہیں۔

غالب نے بھی حرف 'رات' کے بارے میں بہت سے شعر لکھیں ہے بہت سے غزلوں میں حرف 'رات' کو مختلف مفہوم میں سمجھایا ہے کہ معشوق کے ہجر سے رات بھر نیند نہیں آتی ہمیشہ غالب نے اپنے شعروں میں حرف 'رات' پر یہ بیان کیا ہے کہ ہمیشہ الگ تھلگ نہیں رہنا چاہئے۔

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

غالب فرماتے ہیں کہ اے معشوق تمہیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ ایک

نہ ایک دن اس دنیا سے اختتام پذیر ہونا ہے۔ اسی لئے میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ دونوں کو نیند ایسی آنی چاہئے کہ جس سے کہ ہم یہ محسوس کریں کہ پاک محبت کا ذکر دونوں میں برقرار ہے۔ اسی لئے غالب فرماتے ہیں کہ آپ اور میں اکٹھے رات بھر قیام کریں۔ تب مجھے پاک محبت کی نیند آ سکتی ہے۔ مطلب فیض نے بھی اپنی انداز میں حرف 'رات' کے بارے میں کہا ہے اور غالب نے بھی۔ دونوں کا ذکر ایک ہی جیسا ہے۔

طرز جمہور میں محنت کش طبقہ اپنی کمائی کے لئے یہ کہتے ہیں کہ دن ہی ہونا چاہئے اور رات نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ محنت کش طبقہ آرام نہیں چاہتے ہیں وہ اپنی محنت سے کمائی کے لئے رات بھر محنت کے حق میں ہیں۔ دورِ جمہور میں محنت کش طبقہ رات کو الگ تھلگ دیکھنا چاہتا ہے اور حرف 'رات' کے ساتھ زیادہ وابستگی نہیں رکھنا چاہتا لیکن خدا کی آبیاری سے اور خدا کے فضل سے انسان کو آرام کرنا ضروری ہے۔ اسی لئے خدا نے ہمیں رات دی ہے۔ جس سے کہ اپنے دن کی محنت کا آرام رات کے وقت کرنا لازم ہے۔

اب ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ غالب نے اپنے شعر اگر غزلوں میں بتائے ہیں اور ان کا مفہوم ہم معشوق اور محبوب سے وابستہ کر کے بتاتے ہیں لیکن میں نے اپنے طور سے پڑھنے والے کو احساس دلایا کہ ان شعروں کو ہم جمہوریت کے نظام کے ساتھ بھی وابستہ کر سکتے ہیں اور ہر ایک شعر میں جمہوریت کے ساتھ وضاحت کرتے کرتے جرح بھی کی ہے مجھے پورا یقین ہے کہ پڑھنے والا خود اس بات کا اندازہ لگائے گا کہ صحیح طور پر غالب بھی جمہوری نظام کے ایک قلم کار ہیں اور غالب کے شعر پڑھ کر یہ محسوس کرے گا کہ غالب تختہ جمہور پر بیٹھ کر ایسے ایسے شعروں کا جرح پڑھنے والے کو دیتے ہیں۔

یہ بھی دعوی سے کہہ سکتے ہیں غالب کی غزل آج کل کے دور سے میل کھاتی ہے
پہلے میر اور فیض احمد فیض کے ساتھ وابستہ کر کے اس بات کا احساس دلایا غالب
اکیسویں صدی کے یا دورِ حاضر کے شاعر بھی تسلیم کئے جائیں ان غزلوں سے معلوم
ہوتا ہے کہ شاعر نے ابھی شعر لکھے ہیں۔

غالب نے اپنے غزلوں میں قافیہ اور ردیف کا ذکر مندرجہ ذیل حروف میں بیان
کیا ہے۔ دیوانِ غالب میں میں نے مختلف ردیف اور کافیہ پڑھے جو کہ پڑھنے والوں
کے لئے تختِ غالب میں بیان کرتا ہوں۔ جس سے کہ پڑھنے والے کو یہ سمجھ آئے کہ
غالب نے اپنے شاعری میں کس کس طرح سے کافیہ اور ردیف مختلف غزلوں میں
لکھیں ہیں جیسے کہ

	قافیہ	ردیف
نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا	تحریر	کا
کاغذی ہے پیرہن، ہر پیکر تصویر کا	تصویر	کا
بہت سہی غم گیتی، شراب کم کیا ہے!	کم	ہے
غلامِ ساقی کوثر ہوں، مجھ کو غم کیا ہے!	غم	ہے
مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے	مہماں	کئے ہوئے
جوشِ قدح سے ، بزم چراغاں کیے ہوئے	چراغاں	کئے ہوئے
یاد ہے مجھے شادی میں بھی ہنگامۂ یارب مجھے	یارب	مجھے
سبحہ زاہد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے	لب	مجھے

	قافیہ	ردیف
دیکھ کر در پردہ گرم دامن افشانی مجھے	افشانی	مجھے
کر گئی وابستۂ تن میری عریانی مجھے	عریانی	مجھے
غیر لیں محفل میں بوسے جام کے	جام	کے
ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے	پیغام	کے
پھر اس انداز سے بہار آئی	بہار	آئی
کہ ہوئے مہرومہ تماشائی	مہرومہ	تماشائی
کب وہ سنتا ہے کہانی میری	کہانی	میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری	زبانی	میری
منظور نہ تھی یہ شکل ، تجلی کو نور کی	نور	کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی	ظہور	کی
ہر قدم دوریِ منزل ہے نمایاں مجھ سے	نمایاں	مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے، بیاباں مجھ سے	بیاباں	مجھ سے
کبھی نیکی بھی اُسکے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے	گر آجائے	سے
جفائیں کر کے اپنی یاد، شرما جائے ہے مجھ سے	شرماجائے	سے
نکتہ چیں ہے، غم دل اُس کو سنائے نہ بنے	سنائے	نہ بنے
کیا بنے بات، جہاں بات بنائے نہ بنے	بنائے	نہ بنے

	قافیہ	ردیف
چاک کی خواہش، اگر وحشت بہ عریانی کرے	عریانی	کرے
صبح کے مانند، زخمِ دل گریبانی کرے	گریبانی	کرے
وہ آکے خواب میں تسکینِ اضطراب تو دے	اضطراب	تو دے
ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے	خواب	تو دے
خطر ہے، رشتۂ اُلفت رگِ گردن نہ ہوجاوے	گردن	نہ ہوجاوے
غرورِ دوستی آفت ہے، تو دشمن نہ ہوجاوے	دشمن	نہ ہوجاوے
بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے	دنیا	مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے	تماشا	مرے آگے
رونے سے، اور عشق میں بیباک ہوگئے	بیباک	ہوگئے
دھوئے گئے ہم اتنے، کہ بس پاک ہوگئے	پاک	ہوگئے
ابن مریم ہوا کرے کوئی	ہوا	کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی	دوا	کرے کوئی
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے	دم	نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے	کم	نکلے
آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے	تماشا	کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے	تجھ سا	کہیں جسے

	قافیہ	ردیف
قفس میں ہوں، گر اچھا بھی نہ جانیں میرے شیون کو	شیون	کو
مرا ہونا برا کیا ہے نواسنجا گلشن کو	گلشن	کو
واں پہنچ کر جو غش آتا پے ہم ہے ہم کو	ہم	ہے ہم کو
صدرہ آہنگِ زمیں بوسِ قدم ہے ہم کو	قدم	ہے ہم کو
از مہر تا بہ ذرہ دل ودل ہے آئینہ	دل	ہے آئینہ
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ	مقابل	ہے آئینہ
صد جلوہ روبہ رو ہے جو مژگاں اُٹھائیے	مژگاں	اٹھائیے
طاقت کہاں کہ دید کا احساں اُٹھائیے	احساں	اٹھائیے
بساطِ عجز میں تھا ایک دل، یک قطرہ خوں وہ بھی	خوں	بھی
سو رہتا ہے باندازِ چکیدن سرنگوں وہ بھی	سرنگوں	بھی
غم دنیا سے، گر پائی بھی فرصت سر اُٹھانے کی	اٹھانے	کی
فلک کا دیکھنا، تقریب تیرے یاد آنے کی	آنے	کی
ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے	بجا	مجھے
صبح وطن ہے خندۂ دنداں نما مجھے	نما	مجھے
گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے	نہالی	نے مجھے
تب اماں ہجر میں دی بردلیالی نے مجھے	بردلیالی	نے مجھے

شعر	قافیہ	ردیف
اُس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے	حیا	کیے
بیٹھا رہا، اگرچہ اشارے ہوا کیے	ہوا	کیے
دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی	اتر	گئی
دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی	کر	گئی
تسکین کو ہم نہ روئیں، جو ذوقِ نظر ملے	نظر	ملے
حورانِ خلد میں تری صورت مگر ملے	مگر	ملے
دل ناداں! تجھے ہوا کیا ہے؟	ہوا	کیا ہے؟
آخر اِس درد کی دوا کیا ہے؟	دوا	کیا ہے؟
نکوہش ہے سزا فریادی بیدادِ دلبر کی	دلبر	کی
مبادا خندۂ دنداں نما ہو صبح محشر کی	محشر	کی
رَوندی ہوئی ہے کوکبۂ شہریار کی	شہریار	کی
اِترائے کیوں نہ خاک سررہگزار کی	سررہگزار	کی
نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ	باہر	کھینچ
اگر شراب نہیں، انتظارِ ساغر کھینچ	ساغر	کھینچ
بلا سے، ہیں جو بہ پیش نظر در و دیوار	نظر	درودیوار
نگاہِ شوق کو ہیں بال وپر در و دیوار	پر	درودیوار

	قافیہ	ردیف
گھر جب بنا لیا ترے در پر، کہے بغیر	کہے	بغیر
جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر	کہے	بغیر
کیوں جل گیا نہ تابِ رُخِ یار دیکھ کر	یار	دیکھ کر
جلتا ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر	دیدار	دیکھ کر
لرزتا ہے مرا دل زحمتِ مہرِ درخشاں پر	درخشاں	پر
میں ہوں وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیاباں پر	بیاباں	پر
لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور	رستا	کوئی دن اور
تنہا گئے کیوں، اب رہو تنہا کوئی دن اور	تنہا	کوئی دن اور
ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشاں اور	نشاں	اور
کرتے ہیں محبت، تو گزرتا ہے گماں اور	گماں	اور
حریفِ مطلبِ مشکل نہیں فسونِ نیاز	فسون	نیاز
دعا قبول ہو یا رب! کہ عمرِ خضر دراز	خضر	دراز
کیوں کر اُس بت سے رکھوں جان عزیز!	جان	عزیز
کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز؟	ایمان	عزیز
نہ گل نغمہ ہوں، نہ پردۂ ساز	ساز	
میں ہوں اپنی شکست کی آواز	آواز	

شعر	قافیہ	ردیف
مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے	نظر	ہے
دامِ خالی، قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس	گرفتار	پاس
رُخِ نگار سے ہے سوزِ جاودانی شمع	جاودانی	شمع
ہوئی ہے آتشِ گل، آبِ زندگانی شمع	زندگانی	شمع
جادۂ رہ خور کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع	شعاع	
چرخ وا کرتا ہے ماہِ نَو سے آغوشِ وداع	وداع	
جو نہ نقدِ داغِ دل کی، کرے شعلہ پاسبانی	پاسبانی	
تو فسردگی نہاں ہے بہ کمینِ بے زبانی	زبانی	
کہتے تو ہو تم سب کہ "بتِ غالیہ مو آئے"	مو	آئے
یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ "دُو آئے"	دو	آئے
زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا نمک		
کیا مزہ ہوتا، اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک		
آہ کو چاہئے اک عمر، اثر ہوتے تک	ہوتے	تک
کون جیتا ہے تری زُلف کے سر ہوتے تک	ہوتے	تک
گر تجھ کو ہے یقینِ اجابت دعا، نہ مانگ	دعا	مانگ
یعنی بغیر یک دلِ بے مدعا، نہ مانگ	مدعا	مانگ

شعر	قافیہ	ردیف
ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفائے گل	وفائے	گل
بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل	ہائے	گل
کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں	جفا	کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں	برا	کہتے ہیں
آبرو کیا خاک اُس گل کی کہ گلشن میں نہیں	گلشن	نہیں
ہے گریباں ننگ پیراہن جو دامن میں نہیں	دامن	نہیں
عشق تاثیر سے نومید نہیں	نومید	نہیں
جاں سپاری شجر بید نہیں	بید	نہیں
نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہیں	ایجاد	نہیں
ہے تقاضائے جفا، شکوۂ بیداد نہیں	بیداد	نہیں
نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں	اعتقاد	نہیں
شبِ فراق سے روزِ جزا زیادہ نہیں	زیادہ	نہیں
جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں	قدم	دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں اِرم دیکھتے ہیں	ارم	دیکھتے ہیں
یہ ہم جو ہجر میں دیوار و دَر کو دیکھتے ہیں	دیکھتے	ہیں
کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں	دیکھتے	ہیں

شعر	قافیہ	ردیف
تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں	صبا	باندھتے ہیں
ہم بھی مضمون کو ہوا باندھتے ہیں	ہوا	باندھتے ہیں
شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا	ابر آب	تھا
شعلۂ جوالہ ہر یک حلقۂ گرداب تھا	گرداب	تھا
نالۂ دل میں، شب، اندازِ اثر نایاب تھا	نایاب	تھا
تھا سپند بزمِ وصلِ غیر، گو بے تاب تھا	بےتاب	تھا
ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب		
خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار تھا		
شب خمارِ شوقِ ساقی، رستخیزا اندازہ تھا	اندازہ	تھا
تامحیط بادہ صورت خانہ خمیازہ تھا	خمیازہ	تھا
ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا	بھی	تھا
آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا	بھی	تھا
تو دوست کسی کا بھی ستم گر! نہ ہوا تھا	گر! نہ	ہوا تھا
اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا	پر نہ	ہوا تھا
شب کے وہ مجلس فروزِ خلوت ناموس تھا	ناموس	تھا
رشتۂ ہر شمع خار کسوتِ فانوس تھا	فانوس	تھا

شعر	قافیہ	ردیف
دل مرا سوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا	محابا	جل گیا
آتشِ خاموش کے مانند گویا جل گیا	گویا	جل گیا
در خورِ قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہ ہوا	ہم سا	نہ ہوا
پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا	پیدا	نہ ہوا
کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا جہان ہے	جہاں	ہے
جس میں کہ ایک بیضۂ مور، آسمان ہے	آسمان	ہے
سرگشتگی میں عالمِ ہستی سے یاس ہے	یاس	ہے
تسکیں کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے	آس	ہے
گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے	حال	ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے	محال	ہے
مری ہستی فضائے حیرت آبادِ تمنا ہے	تمنا	ہے
جسے کہتے ہیں نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے	تمنا	ہے
رحم کر ظالم! کہ کیا بودِ چراغِ کشتہ ہے	بود	چراغ کشتہ ہے
نبضِ بیمارِ وفا دودِ چراغِ کشتہ ہے	دود	چراغ کشتہ ہے
رفتارِ عمر قطعِ رہِ اضطراب ہے	اضطراب	ہے
اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے	آفتاب	ہے

	قافیہ	ردیف
دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے	آجائے	ہے
میں اُسے دیکھوں، بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے!	جائے	ہے
کار گاہ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے	ساماں	ہے
برق خرمن راحت ، خون گرم دہقاں ہے	دہقاں	ہے
سادگی پر اسکی، مرجانے کی حسرت دل میں ہے	دل	ہے
بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل میں ہے	قاتل	ہے
کوئی دن گر زندگانی اور ہے	زندگانی	ہے
اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے	ٹھانی	ہے
بے اعتدالیوں سے، سبک سب میں ہم ہوئے	ہم	ہوئے
جتنے زیادہ ہوگئے ، اُتنے ہی کم ہوئے	کم	ہوئے
ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے	جوش	ہے
اک شمع ہے دلیل سحر ، سو خموش ہے	خموش	ہے
آ کہ مری جان کو قرار نہیں ہے	قرار	نہیں ہے
طاقتِ بیدادِ انتظار نہیں ہے	انتظار	نہیں ہے
غم کھانے میں بودا دل ناکام بہت ہے	ناکام	ہے
یہ رنج کہ کم ہے مے گلفام بہت ہے	گلفام	ہے

	قافیہ	ردیف
محرم نہیں ہے تو ہی نواہاے راز کا	راز	کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا	ساز	کا
پے نذر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا	نارسائی	کا
بخوں غلتیدۂ صد رنگ دعویٰ پارسائی کا	پارسائی	کا
گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا	تنگی	جا کا
گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا	اضطراب	دریا کا
لب خشک در تشنگی مردگاں کا	مردگاں	کا
زیارت کدہ ہوں دل آزر دگاں کا	آزردگاں	کا
یک ذرۂ زمیں نہیں بے کار باغ کا	باغ	کا
یاں جادہ بھی ، فتیلہ ہے لالے کے داغ کا	داغ	کا
عشرت قطرہ ہے، دریا میں فنا ہوجانا	فنا	ہوجانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہوجانا	دوا	ہوجانا
پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب	موج	شراب
دے بطِ مے کو دل دوستِ شنا موجِ شراب	موج	شراب
کل کیلئے کر آج نہ خشت شراب میں	شراب	میں
یہ سوءِ ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں	باب	میں

	قافیہ	ردیف
ملتی ہے خوئے یار سے نار، التہاب میں	التہاب	میں
کافر ہوں، گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں	عذاب	میں
حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں	جگر	میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں	نوحہ گر	میں
دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں	در پر	نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں	پتھر	نہیں ہوں میں
سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں	نمایاں	ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں	پنہاں	ہوگئیں
دل ہی تو ہے، نہ سنگ وخشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں	آئے	کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں	ستائے	کیوں
غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں	دکھا	کہ یوں
بوسے کو پوچھتا ہوں میں، منہ سے مجھے بتا کہ یوں	بتا	کہ یوں
وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو	محبت	نہ ہو
کیجئے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیوں نہ ہو	عداوت	نہ ہو
گئی وہ بات کہ ہو گفتگو، تو کیوں کر ہو	گفتگو	تو کیوں کر ہو
کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو، تو کیوں کر ہو؟	کہو	تو کیوں کر ہو

	قافیہ	ردیف
کسی کو دے کے دل، کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو	فغاں	کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں، تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو	زباں	کیوں ہو
رہیے اب ایسی جگہ چل کر، جہاں کوئی نہ ہو	جہاں	نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو	ہمزباں	نہ ہو
ہم سے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایک دن	پرستی	ایک دن
ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کر عذرِ مستی ایک دن	مستی	ایک دن
کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا	پڑا	پایا
دل کہاں کہ گم کیجئے ہم نے مدعا پایا	مدعا	پایا
شوق ہررنگ رقیب سروساماں نکلا	سروساماں	نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا	عریاں	نکلا
دھمکی میں مرگیا، جونہ بابِ نبرد تھا	نبرد	تھا
عشق نبرد پیشہ طلب گار مرد تھا	مرد	تھا
دہر میں نقش وفا وجہ تسلی نہ ہوا	تسلی	ہوا
ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا	معنی	ہوا
پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا	یاد	آیا
دل، جگر تشنۂ فریاد آیا	فریاد	آیا

	قافیہ	ردیف
درد ، منت کشِ دوا نہ ہوا	دوا	ہوا
میں نہ اچھا ہوا ، برا نہ ہوا	برا	ہوا
قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا	پرور	ہوا
خط جام مے سراسر رشتہ گوہر ہوا	گوہر	ہوا
جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا	آئیں	کیا
کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا	دکھلائیں	کیا
دوست غمخواری میں میری سعی فرماویں گے کیا	فرماویں	گے کیا
زخم کے بھرتے تلک، ناخن نہ بڑھ جاویں گے کیا	جاویں	گے کیا
یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا	یار	ہوتا
اگر اور جیتے رہتے ، یہی انتظار ہوتا	انتظار	ہوتا
گھر ہمارا جو نہ روتے بھی، تو ویراں ہوتا	ویراں	ہوتا
بحر، گر بحر نہ ہوتا ، تو بیاباں ہوتا	بیاباں	ہوتا
نہ تھا کچھ، تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا	خدا	ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا	کیا	ہوتا
وہ فراق اور وہ وصال کہاں	وصال	کہاں
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں	سال	کہاں

ادبی گلدستہ
غالب پر عوامی اثرات

دیوان غالب کے غزلوں میں میں نے گُل کے متعلق اشعار پڑھے۔ گل کے ۳۴ اشعار جو کہ دیوانِ غالب میں درج ہیں میں نے عام طور پر پایا کہ شاعر گل کو تشبیہ دینے کیلئے بلبل، باغ، گلدستہ، گلشن، گلستاں، چمن کی وضاحت کرتا ہے۔ اسی طرح سے غالب نے بھی گل کو مندرجہ ذیل اشعاروں میں ایسی ہی مثالیں دے کر لکھا۔ مجھے ۱۸ اشعار پڑھ کر محسوس ہوا کہ کیوں نہ ایک ایک گل کو مطلب کے حساب سے تقسیم کروں اور جمع کر کے ادبی نوعیت کی گلدستہ بناؤں۔ تب میں نے ان اشعاروں پر عنوان لکھا گلدستہ۔ مطلب کے حساب سے جو کہ ادبی طور پر تسلیم کیا جائے اس کی وضاحت بھی کرتا ہوں اور دوسرے طریقے سے بھی ان اشعاروں کا مفہوم لکھتا ہوں۔ جو کہ ادبی ذوق رکھنے والے اپنے اپنے خیالات بتا سکتے ہیں۔

بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا، سو پریشاں نکلا

ا۔ غالب کے شعر سے یہ مطلب ملتا ہے کہ گل میں کتنی اچھی بُو محسوس ہوتی ہے۔ جب یہ بُو باغ میں یا راستے میں محسوس کرتے ہیں تو ہم دل بہلاتے ہیں لیکن دل بہلاتے بہلاتے ہم آہ وزاری بھی کرتے ہیں۔ آہ وزاری یوں کرتے ہیں کہ کاش ہماری بُو بھی گل جیسی ہوتی اور جس طرح ایک دریا کا نالا گذرتا ہے اور گذرتے گذرتے دل میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ خوش کرتا ہے دریا کے نالے کا شور، ان دونوں کو ملا کے جب ہم کسی محفل میں بیٹھتے ہیں تو ہم ان دونوں کے بارے میں کہتے ہیں کیسا دریا کے نالے کا شور محسوس ہوا اور بُوئے گل کی بُو بھی محسوس ہوئی لیکن یہ باتیں ہم اُس وقت بھی بتاتے ہیں جب ہم معشوق کی محفل میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن جب ہم محفل میں حاضر نہیں ہوتے تو ہم غیر حاضری میں اپنی توجہ مرکوز کر کے ان دونوں کی توجہ دل ودماغ میں رکھتے ہیں اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ جب معشوق نے ہمیں یاد ہی نہیں کیا اور محفل میں بلایا ہی نہیں، کیوں ہم معشوق سے ناراض ہو جائیں اور توجہ مرکوز کر کے ان دو چیزوں سے دل بہلاتے ہیں۔

اگر ہم اس شعر کا دوسرے طریقے سے مفہوم بیان کریں تو اس مفہوم پر ادب نواز دوست تسلیم کریں یا نہ کریں، لیکن میں بتا رہا ہوں آج کل کے شاعر یا پہلے دور کے شاعر شعر لکھتے رہے وہ کوئی لفظ کسی توجہ پر لکھتے لیکن اس کا مطلب شاعر ہی خود جانتا ہے۔ اگر میں یہ بات بتاؤں کہ گل کو ہر ایک شاعر نے رہنماؤں کے نام سے بھی لکھا ہے۔ رہنما صرف سیاسی نہیں بلکہ سماجی اور گل کو بچوں اور طالب علموں کے ساتھ بھی وابستہ کیا ہے۔

۲۔ اسی لئے میں یہ بتاتا ہوں جب کئی لوگوں کے مسئلے ابھرتے ہیں خواہ وہ سیاسی، سماجی، اقتصادی ہو تو ان مسئلوں کو ختم کرنے کے لئے کوئی ایسا رہنما بے دار ہوتا ہے جو کہ لوگوں کو ان مسائل سے بالائے طاق رکھ کر سہولیت پہنچاتا ہے۔ اسی لئے

بُوئے گُل کی صورت میں عوام میں بیدار ہوتا ہے جس کی عوام تعریف اس طرح سے کرتے ہیں کہ یہ چراغ محفل کی طرح ہمارے قوم میں پیدا ہوا اور لوگوں کی بزم کو سجاتا ہے، اور ان لوگوں کی پریشانیوں کو دور کرتا ہے۔

ہوائے سیر گل، آئینہ بے مہری قاتل
کہ انداز بخوں غلتیدنِ بسمل پسند آیا

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب میں صبح سیر کیلئے گھر سے باہر نکلتا ہوں تو میں گُل کو پانے کے لئے باغ میں جاتا ہوں۔ اگر میں باغ میں حاضر نہ ہو سکا تو میں گُل کا اندازہ دِل میں ہی رکھ کر اپنے دل کو خوش کرتا ہوں، لیکن جب میں صحیح طریقے سے گُل کو دیکھتا ہوں تو میں بہت ہی خوش رہتا ہوں۔ سیر کرتے وقت آفتاب کی کرنوں پر نظر پڑتی ہے تو اِن کرنوں کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں دن کا کاروبار کے لئے بسم اللہ کے الفاظ آفتاب کے مانند دیکھتا ہوں۔

اسی طرح سے جب مجھے معشوق نظر ہی نہیں آتا ہے اور اس کے پاس جانے کے لئے ترستا ہوں جب وہ کسی محفل میں یا کسی جگہ ملتی ہی نہیں تو میں اس کی تصویر کو دل میں رکھ کر غیر حاضر کو حاضر پاتا ہوں، اور یہ بھی کہتا ہوں کہ اس کی جگہ میرے دل میں ہر ہمیشہ ہے۔

۲۔ اگر ہم بچے کو تعلیم دیتے ہیں تعلیم دینے سے وہ تعلیم نہیں پاتا مطلب ماحول گندہ ہونے کی وجہ سے تعلیم سے بھاگتے رہتے ہیں، لیکن دوسرے بچوں کو دیکھ کر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ان میں بھی کئی ایسے بچے اچھے نکلے جنہوں نے تعلیم اچھے طریقے سے حاصل کی۔ مطلب ہم ان بچوں کی تشبیہ گُل کے مانند کرتے ہیں۔ اور ہوائے سیر اندازہ لگاتے ہیں کہ ان میں کونسا ایسا آئینہ حاصل ہوا جس کا چہرہ دیکھ کر ہم خوش ہوئے اور ایسے طالب علم کا مستقبل آفتاب کی کرن کی طرح چمکنے لگتا ہے۔ مطلب جب بھی

ہم ملک یا دُنیا کی سیر کریں تو اس وقت ہم گل کا ایسا اندازہ لگاتے ہیں کہ کونسا گل ملکی انداز میں اور دنیاوی انداز میں مشہور رہا۔ جس کا مطلب کوئی طالب علم سائنسدان بنتا ہے، کوئی طالب علم دُنیا کے عجیب وغریب کارنامے دیکھ کر ہم کہتے ہیں ہوائے سیر گل آئینہ بے مہری۔

جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغاں آب جو
یاں رواں مژگانِ چشم تر سے خون ناب تھا

ا۔ غالب فرماتے ہیں جب ہم بہت سارے پھول دیکھتے ہیں، کسی پھول کی تعریف کرتے ہیں اور کسی پھول کی تعریف بالائے طاق رکھتے ہیں، لیکن پھولوں کو دیکھ کر دیکھنے والے یہ کہتے ہیں ''اپنی اپنی پسند اور اپنا اپنا خیال''۔ کسی پھول کو دیکھ کر دیکھنے والے کہتے ہیں کاش ایسا پھول میرے پاس ہوتا تو میں اپنے گھر میں آویزاں کرتا۔ اسی طرح سے شاعر کہتا ہے جب ہم کسی معشوق کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش یہ میری معشوقہ ہوتی، اور ہم دلی مطمئن ہوتے۔ کوئی یہ بتا رہا ہے ایسی معشوق کو میں دل سے ترک کرتا ہوں۔ مطلب کسی کو اپنی عشق پر ناز ہوتا ہے کسی کو ناز نہیں ہوتا، لیکن جس کو کسی معشوق کیساتھ وابستگی رہتی ہے وہ جلوۂ گل کی تعریف سنا کر اپنے دل کو چراغاں کرنے بیٹھتا ہے اور چراغاں کرتے کرتے اس کا خون زیادہ تعداد میں جسم میں پیدا ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح سے غالب فرماتے ہیں مجھے جب معشوق کے ساتھ وابستگی ہی نہیں رہی اور میں نے معشوق ہی نہیں پایا میں کیسے اپنے چشموں کو ان کے چشم کے ساتھ ملا دوں۔ میرا خون اسی لئے نایاب ہے۔ مطلب جب میرے خون میں میرے معشوق کو کشش ہی نہیں ہے کشش کے بجائے لرزش ہے تو پھر میں کیسے جلوۂ گل ان کی تعریف میں فرماؤں۔

۲۔ جب کوئی غلط کام کرتا ہے تو سب کے سب یہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے کنبے

کا نام ونشان ہی مٹا دیا اور ایسے لفظ بھی کہتے ہیں یہ چشموں سے دُور رہے۔ اگر چہ ایسا بندہ گھر کا جلوۂ گل کہا جاتا ہے لیکن ہم اُس کو جلوۂ گل کہہ کر یہ کہتے ہیں جلوۂ گل تھا لیکن خرابی ہونے کے ناطے چراغ (روشنی) کو ختم کیا۔ کہا کرتے ہیں کہ خاندان بہت ہی اچھا تھا لیکن اس کے خون سے خاندان کا نام ونشان ہی مٹ گیا۔

یاں نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بے خودی
جلوۂ گل واں بساط صحبت احباب تھا

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب نفس قابو میں رہے تو خود بخود صحبت بھی ٹھیک انداز سے رہ سکتی ہے، بری صحبت سے بچ سکتے ہیں لیکن جب نفس پہ ہم قابو نہیں پا سکتے تو ہمیں بہت سے چیزوں سے محروم ہونا پڑے گا۔ ہم بحیثیت گل جلوہ نہیں دیکھا سکتے۔ اسی طرح سے جب معشوق کو دیکھ کر ہم یہ نہیں بتائیں گے کہ جلوہ دیکھ کر ہمارا دل دھڑکنے لگا۔ جب کسی بزم میں ہم بیٹھتے ہیں اور وہاں پر کوئی معشوق حاضر ہوتی ہے تو ہمیں دل پر قابو رکھنا چاہئے اگر چہ اس معشوق کو دیکھ کر جلوہ گل کی صورت دل میں دھڑکن ہونے لگتی ہے لیکن صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ہزاروں کی تعداد میں جلوۂ گل دیکھتے ہیں، لیکن سمجھنا ہم ایک باغ میں بیٹھے ہیں وہاں پر بہت سارے گل دیکھتے ہیں، پھولوں کو دیکھ کر ہمیں کسی پھول پر دل لگتا ہے لیکن قائدہ باغوان کے تحت پھول کو نہیں کاٹ سکتے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پھول کاٹنا منع ہے۔ اسی طرح سے ہمیں سوچنا چاہئے اگر چہ ہمارا دل کسی پر آ ہی گیا لیکن نفس کو قابو میں رکھ کر صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے۔ صرف پھول کو دیکھنا چاہئے دیکھ کر اپنے خیالات دوست کو بتا سکتے ہیں۔ لیکن چھیڑ خوانی بہت ہی غلط ہے۔

۲۔ جب کوئی ملازم ملازمت کرتا ہے خواہ وہ سرکاری یا غیر سرکاری ہو، مالک یا سرکار کو دھوکہ دے کر غلط کام کرتا ہے۔ یہ غلط کام نفس کو قابو میں نہ رکھ کر انجام دیتا

ہے۔ پہلے پہل جب ملازمت شروع کرتا ہے تو دوسرے ملازم اس کو تعریف کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ جیسے روشن بزم کے نام سے پکارتے ہیں۔ لیکن جب بری صحبت میں پھنس جاتا ہے تو یہ ملازم کہتے ہیں کہ اب یہ جلوۂ گل نہیں ہے۔ جلوۂ گل نام سے اس لئے محروم ہوتا ہے کیونکہ اپنا کام نفس سے باہر رکھا اور نفس کو قابو میں نہیں کیا۔

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے
پُر گل خیال زخم سے دامن نگاہ کا

غالب فرماتے ہیں جب میں معشوق سے ملنا چاہتا ہوں لیکن مجھے معلوم نہیں میری غیر حاضری میں ان کا خیال اور ان کی حاضری کس انداز میں رہتی ہے۔ پھر بھی میں معشوق کے ساتھ دلی وابستہ رہتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ جب معشوق کا اندرونی خیال معلوم ہی نہیں۔ تو کس انداز سے میں معشوق کی تعریف کروں کہ اس کا دامن پاک ہے، لیکن یہ سوچ میں ایک باغ میں بیٹھ کر بتانا چاہتا ہوں۔ جب میں وہاں بیٹھوں ہزاروں گل دیکھوں اور ان کی نگاہیں میری نگاہ پر پڑینگی میری نگاہیں ان کی نگاہ پر پڑینگی۔ جب میں سوچنے اور دیکھنے بیٹھوں تو مجھے محسوس ہو جائے گا کہ کونسا گل مجھے زیادہ پسند آیا لیکن ہر ایک کی شکل ایک ہی ہے، رنگ مختلف ہے۔ میں سوچوں گا کہ ان کا دامن ایک ہی ہے، نگاہیں ایک ہی ہے لیکن رنگ مختلف ہے۔ جب مختلف رنگوں کا انداز دل میں رکھوں تو مجھے یہی خیال آئے گا کہ میرے معشوق کو مختلف رنگ دیکھ کر مختلف انداز دل میں اُبھرتے ہوں گے۔ جب وہ میرے ہی رنگ کا انداز دل میں رکھے تو میں یہ کہوں ان کے دامن میں میرے نگاہوں کا بوجھ صحیح طور پر موجود ہے۔

۲۔ میرے خیال میں نشاط ملک کو یا ریاست کو کہنا چاہئے کیونکہ ملک میں بہت قسم کے لوگ بستے ہیں اور جب وہ لوگ اچھے ہوں گے اچھا رہن سہن ہوگا تو ہم نشاط کے نام سے بھی پکار سکتے ہیں۔ جب کسی ملک میں غربت ہوگی اور غربت کے ناطے وہ

دوسرے ملکوں میں جا کر اپنا کام کرتے ہیں اور اپنی محنت سے ہی غیر ملک سے اپنے کنبے کے لئے پیٹ پالتے ہیں۔ وہ لوگ جب غیر ملک میں کام کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کیوں نہ ہمارے اہل وعیال اس ملک میں ہی رہتا جہاں سے روزگار حاصل ہوتا ہے اور جس ملک سے ان کو روزگار حاصل ہوتا ہوتو اس روزگار کو وہ دامن نگاہ کی طرح عزت واحترام کرتے ہیں۔

چار موج اٹھتی ہے طوفان طرب سے ہر سو
موج گل، موج شفق، موج صبا، موج شراب

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب میں معشوق کے پاس جاتا ہوں تو ہمیں جدائی کی وجہ سے بہت ہی صدمے محسوس ہوتے ہیں کہ صدمے اس لئے محسوس ہوتے ہیں وصل ہی نہیں ہوتا اور فراق میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب کبھی معشوق کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ جیسے ہماری کسی پھول کے ساتھ ملاقات ہوئی یا پھول کو دیکھ کر جس طرح کوئی خوشی محسوس کرتا ہے اسی طرح سے معشوق کے ساتھ ملنے سے بھی محسوس کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ آفتاب غروب ہونے کے وقت آفتاب کو دیکھتے ہیں اسی طرح سے جب ملاقات ہوتی ہے تو ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ مجھے شفق کی طرح معشوق کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ یہی نہیں جب ہم صبح کی ہوا محسوس کرتے ہیں تو خوش رہتے ہیں کیونکہ رات بھر کی گرمی سے تنگ آکر ہمیں موج صبا بہت ہی بہترین محسوس ہوتی ہے یا جب ہم معشوق کے ساتھ ملتے ہیں تو مل کر یہ محسوس ہوتا ہے کیوں نہ میکدے میں جائیں اور جا کر وہاں حاضری دیں۔ موج شراب کی صورت اختیار کریں۔

۲۔ جب بھی ملک میں کوئی قہر یا کوئی انقلاب آتا ہے اس وقت کوئی نہ کوئی رہنما پیدا ہوتا ہے۔ جس سے ملک کی بری حالت سدھرتی ہے کیونکہ اس کے زیر اہتمام لوگ

حکم مانتے ہیں اور اچھے ڈھنگ سے ملک کا وقار رکھتے ہے۔ اسی رہنما کو دیکھ کر لوگ یہ اسکو موج گل، موج شفق، موج صبا، موج شراب کے نام سے پکارنا چاہتے ہیں کہ جس کے زیر اہتمام ملک کا وقار پھر سے بحال ہوا۔

موجۂ گل سے چراغاں ہے گزر گاہ خیال
ہے تصور میں زبس جلوہ نما موج شراب

ا۔ غالب فرماتے ہیں جب معشوق کی تلاش میں نکلا تو اس کی تلاش کرنے میں بہت وقت لگا۔ پھر بھی ملاقات نہیں ہوئی، لیکن جب مجھے کسی نے سنایا کیا معشوق کا پتہ ملا تو مجھے سن کر بہت ہی خوشی محسوس ہونے لگی۔ کیونکہ مجھے یہ یقین ہوا کہ روبرو ملاقات ہونا لازمی ہے۔ لیکن اس خیال کو دل میں رکھ کر سوچنے لگا کہ اب مجھے سب حال معشوق کو بتانا ہے جس میں اس کو یہ کہوں کہ جدائی سے مجھے کتنے صدمے محسوس ہوئے ایسی تصویر کو دل میں رکھ کر میں سوچنے لگا کہ اب کسی وقت معشوق کے ساتھ ملاقات ہونا لازمی ہے یہ سوچ کر مجھے ایک گل کی شکل دل میں ابھرنے لگی اور ایسی شکل دیکھ کر چراغاں کرنے لگا اور دل ہی دل میں معشوق کی تصویر ابھر کر سامنے آئی۔ لیکن مجھے ایسا تصور ہوا کی یہ موج شراب کی صورت ہے جس طرح ایک شرابی شراب پی کر بہت سی باتیں بتاتا ہے تو پینے کے بعد یا نشہ اُترنے کے بعد وہ بالکل غلط ثابت ہوتا ہے اسی طرح سے ایسے خیالات معشوق کے میرے دل میں ابھرے اور ملاقات ہی نہیں ہوئی۔

۲۔ جمہوری نظام میں عوام کو گمراہ کرنے کے لئے کئی رہنما لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ ملک کی ترقی جیت کے بعد ضرور عمل میں لائیں گے لیکن جب وعدے پورے نہیں ہوتے تو لوگوں کو ایسے رہنماؤں سے نفرت ہونے لگتی ہے اور جواب میں ایسے رہنما لوگوں کو کہتے ہیں کہ ہم نے جیتنے کیلئے ایسے خیالات عوام کے سامنے رکھے۔ ایسے خیالات کو یہ کہہ کر کہیں گے جیسے کہ موج شراب ہے۔

ہوش اُڑتے ہیں مرے جلوۂ گل دیکھ اسدؔ!
پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب

ا۔ پہلے پہل غالب مرزا اسد اللہ خان 'اسد' کے نام سے جانے جاتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنا تخلص غالب رکھا۔ مقطع میں کسی وقت شاعر اسد بھی کہتے ہیں کسی وقت غالب کے نام سے پکارتے ہے۔ خیر غالب کے عام غزلوں میں غالب ہی مقطع میں لکھا ہے۔ چند غزلوں میں اسدؔ مقطع میں پڑھتے ہیں۔

غالب فرماتے ہیں کہ جب مجھے معشوق کی یاد آئی۔ یا کبھی مجھے اس کی تصویر سامنے نظر آتی ہے تو میں یہ کہتا ہوں جلوۂ گل دیکھا۔ اس معشوق کا تصویر دیکھ کر گل کے برابر ایک جلوہ کا تصور میرے دل میں اُبھرنے لگتا ہے۔ پھر جب میں اپنی زندگی کسی خیال میں مرکوز کرتا ہوں تو مجھے معشوق کی یاد ہی نہیں آتی ہے اور یہ کہتا ہوں کہ وفائی اور بے وفائی ان کے اور میرے دل میں ہیں جب میں نشے میں ہوتا ہوں تو میرے خیالات اُبھرنے لگتے ہیں اور میں معشوق کے لئے دوسروں کے ساتھ لڑتا ہوں۔ ان کو وفا کا رتبہ دے کر یہ کہتا ہوں کہ وفادار ہے۔ لیکن جب شراب کا نشہ ختم ہوتا ہے تو اس کے بعد میں یہ وفائی تسلیم نہیں کرتا ہوں اور تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے ان الفاظ کو موجِ شراب کی صورت میں پکارتا ہوں۔

۲۔ جب ملک میں کسی چیز کی تلاش لوگ کرتے ہیں اور وہ چیز ملک میں نہیں ملتی بلکہ وہ کسی دوسرے ملک سے لائی جاتی ہے تو لوگ اس چیز کو مہنگا محسوس کرتے ہیں۔ تو اس ملک کے عوام یا رہنما یہ سوچتے ہیں کہ کیوں نہ ہم ایسی چیزیں اپنے ملک میں تیار کریں اور ایسی چیزیں تیار کرنے پر روپیہ خرچ کرتے ہیں لیکن چیزیں تیار نہیں ہو پائیں کیونکہ ایسی چیزیں رشوت یا چاپلوسی کی وجہ سے تیار نہیں ہو پاتیں جس سے کہ ہم کہیں گے کہ یہ موجِ شراب کے مانند ہے۔

رُخ نگار سے ہے سوزِ جاودانی شمع
ہوئی ہے آتش گل، آبِ زندگانی شمع

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب میں معشوق کو دیکھتا ہوں اور معشوق کے ساتھ روبرو ملاقات ہوتی ہے تو ہم بہت ہی خوش نظر آتا ہوں۔ معشوق اور محبوب کا رُخ بھی بہت ہی اچھا نظر آتا ہے۔ جیسے دونوں میں شمع کے نگاہوں کی طرح رُخ دیکھنے میں آتا ہے۔ جب یہ رخ بے وفائی میں تبدیل ہوتا ہے مطلب وفاداری ہی نہیں رہتی تو ایسے صورت میں آگ پیدا ہوتی ہے اور آگ کو بجھانے کے لئے کوئی بھی صورت اختیار نہیں ہوتی ہے۔ پھر جب وفائی ہوتی ہے تو اس محبت کو یہ کہہ کر پکارتے ہیں کہ آگ پر آب سے قابو ہوا۔ پھر محبوب اور معشوق کے زندگانی جلتے ہوئے شمع کی طرح دیکھانے لگی۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب معشوق کو ہم گل کے نام سے پکارتے ہیں لیکن جب معشوق کی بے وفائی پیدا ہوتی ہے تو اس کو ہم گل نہیں بلکہ آتش گل کے نام سے پکارتے ہیں۔ جیسے کہ بہار میں پھول کے کھلنے پر خوشی محسوس ہوتی ہے، اسی طرح سے جاڑے کے موسم میں پھول کی صورت دیکھ کر بدگمانی پیدا ہونے لگتی ہے۔ انہی دو صورتوں میں محبوب اور معشوق کی حالت وفائی اور بے وفائی پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ جب ہم کوئی کام کرتے ہیں تو کام کرتے کرتے ہمیں یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اب یہ کام پورا ہو جائے گا لیکن کسی غلط فہمی یا مالی پریشانی کی وجہ سے وہ کام نہیں ہو پاتا جب کہ ہم نے لگن ومحنت سے کام شروع کیا تھا تو اسے ہم یہی کہیں گے کہ یہ آتش گل کی طرح کام کو ڈوباتا ہے۔ اسی لئے اگر انسان ہمت سے کام نبھائے اور کم ہمتی کو ترک کرے تو سخت سے سخت کام کو بھی آسان طریقے ہوسکتا ہے۔

نہ گل نغمہ ہوں، نہ پردۂ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

ا۔غالب فرماتے ہیں اگر مجھے معشوق شک کی نگاہوں سے دیکھتا ہے لیکن میں انہیں وفا کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں وہ ایسے کہ جب ایک پھول کے سامنے پرندے گانا گاتے ہیں تو گانا سنتے سنتے ہمیں اُن باتوں کی یاد آتی ہے جو ہم پوشیدہ رکھتے ہیں۔لیکن جب ہم نغمہ سن کے باغ میں حاضر ہوتے ہیں تو ہمارے پاس پوشیدہ راز رہتا ہی نہیں اور جب معشوق کی بے وفائی انتہاء طریقے سے دیکھتے ہیں اور ہم اس بے وفائی کے ضد پر غلط باتیں کرتے ہیں اور پردہ کو پوشیدہ نہیں رکھتے۔ اسی لئے غالب کہتے ہیں کہ میں معشوق کی فریاد سنتا ہوں لیکن فریاد کو پوشیدہ نہیں رکھتا ہوں مجھ میں بھی کچھ کمزوری ہے جسے پوشیدہ راز نہ رکھ سکے بلکہ اس کا پردہ فاش ہوتا ہے۔ مجھے پردہ کو فاش کرنا نہیں چاہئے تھا کیونکہ مجھ میں نغمہ سن کر نصیحت نہیں ملتی ہے" بلکہ ایک شکست" مطلب ہار کر میں ہار کی آواز پکارنے کے لئے پردہ کو فاش کرتا ہوں۔

۲۔جب ہم دُنیا کے تمام ممالکوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں زیادہ تر غریب ممالک نظر آتے ہیں اور امیر ممالک کا اثر غریب ممالک پر پڑ جاتا ہے۔جس سے غریب ممالک میں آپس میں تناؤ رہتا ہے اور اس تناؤ کی وجہ سے جنگ کے امکانات زیادہ رہتے ہیں۔ان میں اپنے وطن کے نغمے پسند آتے ہیں لیکن ان نغموں کو خلل ڈالنے کے لئے امیر ممالک ان پر طرح طرح کے تکلیف پہنچا کر انہیں اپنے ملک کی ترقی کے لئے رکاوٹ ڈالتے ہیں۔جیسے کہ پردہ ساز اور شکست کی آواز امیر ممالک کے ذریعہ محسوس ہوتی ہے۔

بسکہ ہیں ہم اک بہارِ ناز کے مارے ہوئے
جلوۂ گل کے سوا، گرد اپنے مدفن میں نہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں مجھے کچھ بھی نہیں چاہئے ،مجھے موسم بہار کی طرح آسان

زندگی اور معشوق کے ساتھ بہار کی طرح وابستہ ہونا چاہئے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ میں بہار کے موسم کی طرح اپنے معشوق کے ساتھ ناز و نخرے کروں لیکن افسوس کہ معشوق ایسا کرنے سے رکاوٹ پہنچاتی ہے وہ مجھے بہار کو بھولنے کے لئے مست رکھنا چاہتی ہے جیسا کہ میں بہار کے ناز اور نخرے سے مارا ہوا ہوں۔ اے معشوق مجھے یقین ہے کہ آپ موسم بہار جیسا ماحول کے ساتھ وفاداری کا سلوک کروگی۔

۲۔ جب ایک طالب علم بچپن میں سکول جاتا ہے تو اس وقت سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ بہار کا گل ہے اور یہ کئی جلوہ باغ میں دیکھائے گا اور ہم بھی یہ جلوہ دکھانے کے لئے تڑپتے ہیں، لیکن جب وہ اپنی تعلیم پوری کرتا ہے تو اُس وقت طالب علم کو محسوس ہوتا ہے کہ میری تعلیم کہاں پہنچی اور میرے دوست کہاں پہنچے۔ ان باتوں کو تول کر کئی طالب علم جو برے صحبتوں میں ہوتے ہیں انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے جلوہ گل نہیں دیکھا اور نا ہی بہار کا ناز دیکھا کیونکہ اپنی غلطیاں محسوس کر کے سوچتے ہیں کہ انہیں بہار آنے کے وقت سوچنا چاہئے کہ تعلیم کی قدر کرنے سے ان کی زندگی بہار کی ناز کے برابر حاصل ہوتی ہے۔ یہ محسوس کر کے برے صحبت والے طالب علم پچھتاتے ہیں دوسرے طالب علموں کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ اب وہ بہار پھر نہیں آسکتی۔

نشہ رنگ سے ہے واشدِ گل

مست کب ہند قبا باندھتے ہیں

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں معشوق کے ساتھ مست رہا۔ مجھے پورا یقین رہا کہ معشوق بے وفائی نہیں کرے گی بلکہ میں یہ سوچ کر مست رہا کہ معشوق مجھے کبھی بھی تڑپائے گی نہیں اور مجھے معشوق نے باندھ کر رکھا ہے۔ اسی سوچ میں رہ کر مجھے گھمنڈ ہونے لگا نشہ رنگ جیسا۔ لیکن جب مجھے بعد میں بے وفائی کے عالم میں چھوڑا گیا تو اسی وقت میں نے کہا کہ یہ اس گل کا حال ہے جو کہ باغ میں اپنی خوبصورتی

دیکھتا ہے اور جاڑے کے موسم میں اس کی خوبصورتی بگڑ جاتی ہے۔ لوگ یہ خوبصورتی پسند نہیں کرتے۔ واشد گل کی طرح ہمارے سامنے نظر آتا ہے۔ مطلب اس گل کو جاڑے کے موسم میں سیلانی نہیں دیکھنا چاہتے۔

۲۔ اسی طرح جب ہم دولت کے وجہ سے مست رہتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ دولت ہمیشہ میرے پاس رہے گی جب یہ دولت ہم سے اللہ تعالیٰ چھینتا ہے تو اُس وقت ہم خدا کا نام لیتے ہیں کہ پھر سے یہ دولت واپس آئے اگرچہ ہم نے دولت کے وقت سوچا ہوتا کہ ہمیں اقتصادیات کی طرف نظر ثانی کرنی چاہئے اور دولت کو بچانا چاہئے، تا کہ غربت کے وقت محبت کی دولت ہمارے کام آئے لیکن دولت کا گھمنڈ ہمارے دلوں میں رہا اور اس گھمنڈ کے وجہ سے ہمیں غربت کا سامنا کرنا پڑا۔

یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے؟
کہ غیر جلوۂ گل، رہگزر میں خاک نہیں

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی محفل میں شامل ہوتے ہیں جہاں پر معشوق اور محبوب دونوں موجود ہوں۔ تو محفل میں دونوں کا بہت احترام کیا جاتا ہے۔ لیکن جب وہاں ہنسی مذاق کی باتیں ہوتی ہیں ہنسنے لگتے ہیں جیسے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ محفل گرما گرم ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جب ہم اس گرم محفل کو غمگین صورت میں دیکھتے ہیں تو تماش بین یہ محسوس کرتے ہیں کہ محفل بہت ہی خوش آمدید نظر آنے لگی۔ چند منٹوں میں ہی اس محفل میں کیا ہوا۔ دراصل جب اس محفل میں کوئی تیسرا بندہ شریک ہوتا ہے تو ان کو دیکھ کر محبوب اور معشوق کو صدمہ ہونے لگتا ہے اس غیر آدمی کی وجہ سے انکی مستی میں کچھ کمی آنے لگتی ہے۔ جس کی وجہ سے سب سوچتے ہیں کہ غیر کا جلوہ محفل میں دیکھتے ہیں تو محفل میں وہ پرانا ماحول نہیں رہتا ہے۔ نئے ماحول کے حساب سے محفل میں گڑبڑ محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسی طرح سے شاعر

فرماتے ہیں کہ جب وہ معشوق کی محفل میں شامل ہوا تو معشوق کو محسوس ہونے لگا کہ یہ کیسے اس محفل میں شامل ہوا۔ اور میری وفائی پر اس سے حیرانی محسوس ہونے لگی۔ جب باغ میں باغوان پھولوں کو دکھاتا ہے تو ہمیں پھول بہت ہی اچھے اور خوبصورت لگتے ہیں۔ اسکے برعکس جب دوسرے باغ میں جاتے ہیں جہاں پر مالی نئے پھول دکھاتا ہے تو ہمارے دل میں شک وشکوک پیدا ہوتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ایک باغ میں گلاب کا رنگ بہت اچھا دکھا اور دوسرے باغ میں اسی گلاب کا رنگ اچھا نہیں لگتا جبکہ یہ مٹی ایک ہی ہے لیکن مالی کی محنت سے پیداوار دو قسموں میں دیکھتے ہیں۔

۲۔ ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ کوئی امیر ہوتا ہے تو کوئی غریب، لیکن یہ خدا کے رحم وکرم سے سب کچھ عطا ہوتا ہے۔ جس طرح ایک ہی مٹی میں دو قسم کے پودے مختلف طریقوں سے پیدا ہوتے ہیں جبکہ ہم دونوں کی پیداوار دیکھ کر محسوس کرتے ہیں کہ مالی کی محنت خدا کے رحم وکرم پر ہے۔ کسی وقت کسی باغ میں اچھے انداز کے پودے دیکھتے ہیں اور کسی وقت دوسرے باغ میں دوسرے طریقے کے پودے دیکھتے ہیں۔ مطلب خدا کے رحم وکرم پر ہر ایک چیز عطا کی گئی ہے۔

گل فشانی ہائے نازِ جلوہ کو کیا ہوگیا؟
خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری، ہائے ہائے!

ا۔ شاعر شکوہ کرتے ہیں اے خدا جب میں گل کو باغ میں بہت ہی خوبصورت دیکھتا ہوں کسی وقت اس خوبصورتی پر روتا ہوں۔ روتا اسی لئے ہوں کہ موسم بہار میں پھول بہت ہی خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ اس پھول کو اپنے کمرہ میں سجاؤں اور دیکھتا رہوں لیکن جب موسم بہار ختم ہوجاتا ہے اور اس پھول کی خوبصورتی جاتی رہتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خدا نے پھول کی خوبصورتی کو چھین لیا۔ مطلب شکل عمر بھر ایک جیسی نہیں رہتی ہے جب خوبصورت پھول کو دیکھتا

ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ خدا کا جلوہ ہے اور جب خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے تو کہنا پڑتا ہے کہ کسی کی بری نظر لگ گئی۔ شاعر فرماتے ہیں کہ وفائی ہو، بے وفائی ہو، شکل ہو، کوئی بھی چیز ہو یہ عمر بھر اپنے جیبوں میں نہیں رہنے والی اسی طرح میں معشوق سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ گل اور باغ کی حالت دیکھیں، پھر خود بخود وہ وفائی ضرور میرے ساتھ نبھائے گی ورنہ انہیں ہائے ہائے کے لفظوں سے زندگی بھر شکوے ہی شکوے کرنے پڑیں گے۔

۲۔ اگر چہ کوئی مسافر یا بھیک مانگنے والا راستے میں آتا ہے تو راہگیر سے گذارش کرتا ہے کہ اپنے جیب سے پانچ دس روپے انہیں دیدیں۔ راہ گیر اس کی گذارش کو نہ مانتے ہوئے یہ کہہ رہا ہے کہ ان پیسوں سے برے کام انجام دے گا۔ مطلب ان پیسوں کو اچھے ڈھنگ سے نہیں استعمال کرے گا۔ اگر چہ راہ گیر کو یہ شک وشبہ محسوس ہوتا ہے کیوں نہ وہ بھیک مانگنے والے کو کھانے پینے کے طریقے سے خوش رکھے اور یہ سوچ کہ جیب میں پیسہ رہنے والا نہیں۔ اور اس حالت پر سوچ کہ جس طرح ایک گل باغ میں اپنی صورت دیکھتا ہے کہ موسم بہار میں اس کی صورت کیسی ہے اور جاڑے کی موسم میں اس کی صورت کیسی ہے تو دونوں صورتیں دیکھ کر مشابہت کریں۔

دل سے اُٹھا لطف جلوہ ہائے معانی
غیرِ گل، آئینۂ بہار نہیں ہے

ا۔ غالب فرماتے ہیں جب ہم بے وفائی دیکھتے ہیں اور معشوق کی وفا ہم پر نہیں عائد ہوتی ہے۔ یہ محسوس کر کے ہم کیا کرتے ہیں۔ ہم دل سے ان کی تصویر آنکھوں کے سامنے لاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن وہ معشوق بھی اپنا دل کسی اور معشوق کے ساتھ وابستہ رکھ کر یہ محسوس کرتی ہے کہ میں نے بھی دل دے دیا۔ لیکن جب دونوں کا طور طریقہ دیکھیں تو یہ سوچیں گے کہ وفائی دونوں میں نہیں۔

کیونکہ ہمیں معشوق سے پوچھنا چاہئے کہ کیا اس کی رضامندی ہے یا نہیں۔ باتوں کے بغیر دل دینا اور روبہ رو ملے بغیر اچھا نہیں ہے کیونکہ کیا پتہ اس معشوق نے بھی اپنا دل کسی غیر کو سونپا ہو۔ اسی لئے ہم صرف آئینہ ہی دیکھتے ہیں۔ مطلب صورت دیکھتے ہیں منھ سے کچھ نہیں کہتے۔ اسی لئے یہ سوچنا چاہئے کہ معشوق کا دل کسی غیر گل کے ساتھ وابستہ تو نہیں ہے۔ انہیں جلوہ کے بغیر کوئی اور چیز یا کوئی غلطیاں نہیں دیکھی۔ شاعر کہتے ہیں کہ کبھی غیر گل نہیں بننا چاہئے اگر ہم نے معشوق دیکھا۔ معشوق کے ساتھ وابستگی کی تو کیوں ہم یہ نہیں کہیں کہ یہ وابستگی صحیح ہے یا غلط۔

۲۔ جب ہم کسی مالک کے پاس کام کرتے ہیں۔ تو ہم کام اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں صرف ماہانہ تنخواہ ملے گرچہ مالک کا کام ذمہ دارانہ طریقے سے نہیں نبھاتے۔ اور مالک کو معلوم ہی نہیں کہ نوکر وفادار نہیں ہے بلکہ وہ اپنے کام کیلئے وفاداری اسی لئے نبھاتا ہے تاکہ ماہانہ تنخواہ حاصل ہو جائے اور باقی جذباتوں پر وہ غیر گل کے مانند کام کرتا ہے۔ مالک کا آئینہ دیکھتا ہے مطلب اس کے چہرے کو دیکھتا ہے لیکن اندر کے خدوخال سے واقفیت نہیں کراتا۔ یہ فیصلہ کرنا دل سے بہت ہی مشکل ہے۔ اگر اندرونی اور بیرونی جذبات سے دل کو تولا جائے تو لطف جلوہ محسوس ہونے لگ جائے گا اور ہم ہائے کا لفظ کبھی استعمال نہیں کریں گے۔

چاک مت کر جیب بے ایام گل
کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے

۱۔ غالب فرماتے ہیں کہ کبھی بھی کسی سے یہ واسطہ نہیں رکھنا چاہئے کہ وہ کسی آفت کے وقت کام آئے گا۔ اگر کبھی آفت آئے گی بھی تو خود آفت کا مقابلہ کرنا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ کوئی دوست آفت کو ٹال سکتا ہے۔ نہ آفت ٹل سکتی ہے اور نہ آفت کا سامنا کرنے کیلئے کوئی مدد کر سکتا ہے۔ اس لئے غالب فرماتے ہیں اگر آپ باغ میں گل کو دیکھتے

ہو تو یہ نہ سمجھنا کہ اس کی مہک عمر بھر رہے گی، یہ مہک اس طرح سے محفوظ رکھنا ہے جس طرح ہم جیب میں پیسے رکھتے ہیں اور یہ پیسے خرچ کرنے کے بعد جیب خالی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سے پھولوں کی مہک خرچ ہوتی ہے عمر بھر رہنے والی نہیں۔ شاعر اشارہ کرتا ہے کہ ہمیں سوچنا چاہئے کہ جب بھی آفت آئے گی تو اس کا مقابلہ ضرور کرنا چاہئے یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ کوئی مدد کرے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی معشوق پر اعتبار نہیں کیا کیونکہ اس کا اعتبار جیب میں پیسوں کی طرح ہے۔ جس طرح پیسے خرچ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اعتبار بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اعتبار کو پیسوں کی طرح خرچ کرتے ہیں اور یہ اعتبار دونوں میں سے ایک کی جیب خالی کر کے رکھے گا۔

۲۔ شاعر کے خیالات سے ہمیں اتفاق کرنا چاہئے وہ یہ کہ ہمیں پہلے گھر پھر ملک اور پھر عالمی اقتصادیات پر نظر ڈالنی چاہئے۔ ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ہماری جیبوں میں پیسہ عمر بھر رہے گا۔ ہمیں ہمیشہ اپنی اقتصادیات پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ جس سے کہ ہماری جیب ہمیشہ کے لئے قابو میں رہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس شعر میں غالب نے نفس کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔ مطلب نفس کو قابو میں رکھنا چاہئے۔

شوق دیدار یں گرتو مجھے گردن مارے
ہونگہ، مثل گل شمع، پریشاں مجھ سے

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ مجھے شوق ہے کہ میں اپنے معشوق کا روبرو دیدار کروں لیکن روبرو دیدار ہوا ہی نہیں اس کیلئے میں نے بہت کوشش کی اور اپنی گردن کو جھکا ئی بھی جس طرح شمع کے سامنے پروانے ارد گرد ناچتے ہیں اور شمع کے ساتھ جلاتے ہیں۔ اسی طرح سے میں نے اپنی گردن جھکا کے یہ سوچا کہ میں معشوق کا دیدار کروں۔ اس انداز سے دیدار کروں کہ جس طرح ایک گل کی شکل ہم چاندنی رات کے وقت باغ میں دیکھتے ہیں اور گل کی روشنی بہت ہی اچھی دیکھنے میں لگتی ہے لیکن افسوس کے ساتھ

کہنا پڑتا ہے کہ دیدار ہی نہیں ہوا۔ اس دیدار کے لئے میں نے اپنی گردن بھی جھکائی لیکن گردن کے جھکانے کے باوجود بھی دیدار میسر نہیں ہوا اس شوق کو تہس نہس معشوق نے کیا۔ اس طرح سے اس شوق کے تتر بتر کیا جس طرح شمع کے اردگرد پروانے روشنی دکھانے کیلئے رکاوٹ ڈالتے ہیں اسی طرح سے میرا شوق بھی معشوق نے تتر بتر کیا۔ شوق مشعل گل کی طرح رہا لیکن جب مشعل جلی نہیں۔ میں نے اس مشعل کو اس طرح جلایا جس طرح شمع جلتی ہے اور اردگرد پروانے ناچتے ہیں۔ وہ بھی اس شمع میں جلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ پروانے کو شمع کی روشنی پسند آتی ہے مجھے بھی دیدار کیلئے اتنی کوشش کرنی پڑی کہ میں نے گردن کو بھی سامنے رکھا۔ لیکن گردن کو سامنے رکھ کر بھی مجھے معشوق کا دیدار و فاداری حاصل ہی نہیں ہوئی۔

۲۔ اگر چہ ہم ملک کی ویرانی یا دنیا کی ویرانی دیکھتے ہیں بحیثیت حب وطن اس ہمیں ویرانی کو دور کرنا چاہئے یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ہم ملک اور دنیا کے شہری نہیں، ہمیں اس دنیا میں پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ خدا نے یہ کہا ہے کہ وفاداری سے رہو۔ ہمیں بے وفائی کبھی نہیں کرنی چاہئے۔ جب کوئی بری حالت ملک کی ہوگی یا دنیا کی ہوگی تو اس وقت اس بری حالت کو نیست و نابود کرنے کیلئے ضرور رائے دینی چاہئے۔ ملک کو یا دنیا کو شمع سمجھ کر پروانے کی طرح اردگرد ناچنا چاہئے جس طرح پروانہ شمع کے ساتھ اپنے آپ کو جلاتا ہے۔ اسی طرح سے ملک کے لئے اپنے جانیں قربان کرنی چاہئے۔

غارتگر ناموس نہ ہو گر ہوسِ زر
کیوں شاید گل، باغ سے بازار میں آوے

۱۔ شاعر فرماتے ہیں جن کے پاس زر ہوتا ہے وہ سب کچھ قابو میں رکھتے ہیں لیکن جب محبت کا ذکر آتا ہے وہاں زر کا استعمال کم ہوتا ہے۔ کیونکہ پاک محبت میں ز

استعمال نہیں کیا جاتا ہے جس طرح باغ میں گل کو دیکھتے ہیں گل کی صورت دیکھ کر ہم یہ کہتے ہیں کاش ایسا گل بازار سے خریدتے ، لیکن اس کی خرید وفروخت باغ میں ہی محدود ہے۔ اسی طرح سے کسی بھی حسن کو ہم نہ خرید سکتے ہیں نہ فروخت کر سکتے ہیں۔ صرف ہم یہ حسن دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ خدا کا کرشمہ ہے۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ اگر مجھے محبوب کے ساتھ محبت ہے لیکن پاک محبت ہے۔ پاک محبت ہونے کے ناطے اسے نہ خرید سکتا ہوں اور نہ فروخت کر سکتا ہوں۔ یہ اپنے دل کے حدود میں ہی موجود ہے۔ اسی لئے کوئی بھی امیر یا غریب میرے معشوق کو نہ خرید سکتا ہے اور نہ فروخت کر سکتا ہے۔

۲۔ جب کوئی غیر ملک کسی ملک کی معاشی حالت کمزور دیکھتا ہے، کمزور دیکھ کر وہ ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ کمزور غریب ہونے کی وجہ سے وہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے اگر ملک کے غریب لوگ کم کھائیں گے کسی غیر ملک کی رشوت نہ لیں، جس طرح محبت میں خرید وفروخت نہیں ہوتی ہے اسی طرح سے ہر ایک کو اپنے ملک کے لئے برداشت اور قربانی یاد رکھنی چاہئے۔ جسے کہ وہ کسی غیر ملک کے سرمایے کے لئے ہاتھ نہ پھیلائیں۔

غالب کی شاعری میں عوامی اثرات بھی ہیں، ادبی گلدستہ سے بھی۔ ادب نواز دوست گلدستے کے نام سے بھی غالب کی شاعری کو تسلیم کریں گے اور عالمی عوام غالب کی شاعری کو عوامی لہر سے بھی تسلیم کریگی۔

حب الوطن کے اثرات
غالب کے شعروں میں

غالب نے حب الوطن کے اشعار کئی غزلوں میں تحریر کئے ہیں اور ان شعروں سے غزلوں میں یہ تشبیہ دی ہے کہ معشوق اور محبوب کی وابستگی ہو۔ مطلب ہم وفا بے وفا بھی کہہ سکتے ہیں لیکن میں نے سوچا کہ آج کل کے حب الوطن کے لئے بھی مناسب ہے جب ہم یہ اشعار پڑھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی شاعر نے ابھی لکھیں ہیں اور یہ پڑھ کر کہتے ہیں کہ یہ زمانے حال کا ہی شاعر ہے۔ اور ان میں حب الوطن کے اثرات موجود ہیں۔

محبت تھی چمن سے، لیکن اب یہ بے دماغی ہے
کہ موج بوئے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا

ا۔ جب ملک میں کوئی رہنما وفاداری کرتا ہے وفاداری کے ساتھ ساتھ اس میں بددیانتی کا بھی کردار موجود ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں، لیکن وہ اس حال کو دیکھ کر ملک کے ساتھ محبت کا تعلق رکھتا ہے۔ یہ نہیں سمجھتا ہے کہ مجھ

سے لوگوں نے نفرت کی اور خود محسوس کرتا ہے کہ نفرت اسی لئے ہے کہ میں نے کوئی غلطی کی جس غلطی کے سبب مجھ سے لوگ نفرت کرنے لگے۔ اب اگر ہم غالب کا ہی اندازہ بیان لیں تو ہم یہ کہیں گے کہ اے معشوق مجھے اس وطن کے ساتھ بہت محبت تھی لیکن لوگوں نے مجھے حال میں نادان کہا۔ لیکن میں اس نادانی کو تسلیم نہیں کرتا ہوں کیوں کہ جب ہم کسی پھول کی بُو کو محسوس کرتے ہیں تو محسوس کرنے کے بعد ہم پھول کو توڑتے ہیں اور سونگھتے ہیں۔ سونگھنے کے بعد جب اس کی بُو کم ہونے لگتی تو پھر اس گل سے نفرت کرتے ہیں۔ مطلب راستے میں پھینکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارا دم نکلا۔ مطلب ہمارا کام نکلا تو اب کیا واسطہ ہے۔ اسی طرح سے غالب کہتا ہے کہ چمن میں کوئی بھی غلطی پائی جائے اور اس غلطی کو درست نہ کیا جائے تو یہ ناسور کی صورت اختیار کرسکتا ہے اور اس سے ملک ویران ہوسکتا ہے۔

۲۔ اب یہ صحیح ہے کہ ہم لوگ چمن میں رہتے ہیں، چمن کو سجانا ہمارا کام ہے جب کوئی غلطی چمن میں پائیں گے یا کسی گل میں کوئی امتیاز دیکھیں گے تو اس امتیاز کو ختم کرنے کے لئے ہمیں خود بخود مالی سے مشورہ ضرور کرنا چاہئے تا کہ ہر ایک گل چمن میں یکسانیت کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ یہ سمجھنا کہ ہم نے غلطی پائی اور اپنا دم نکالتے ہیں اور دوسرے کے لئے کچھ بھی امداد نہیں کرتے ہیں یہ غلط ہے۔ دوسرے کا بھی دم نکلنا چاہئے۔

وہی ایک بات ہے جو یاں نفس، واں نکہتِ گل ہے
چمن کا جلوہ، باعث ہے مری رنگیں نوائی کا

ا۔ غالب فرماتے ہیں اے معشوق میں ہمیشہ اپنے ملک، اپنی قوم، اپنے وطن کے ساتھ وفادار رہا۔ مطلب مجھ میں حب الوطنی کا جذبہ تا ابد موجود ہے۔ معشوق میں بے وفا نہیں ہوں میں ایسا وفادار ہوں کہ اپنے نفس پر قابو رکھتا ہوں۔ مجھ میں اتنی قوت ہے

کہ جب میں چمن کا جلوہ دیکھتا ہوں تو مجھے چمن کے جلوے سے جوانی محسوس ہوتی ہے ۔مطلب میں چمن میں کسی کو ویران نہیں دیکھنا چاہتا ہوں ۔ ہر ایک کی نیک خواہشات میرے دل میں محفوظ ہیں اسی لئے میں جب صبح اٹھتا ہوں میں نکہت گل دیکھ کر خوش رہتا ہوں ۔ مطلب گل کی صورت دیکھ کر مجھ میں جذبہ آنے لگتا ہے ۔

۲ ۔ چمن میں جب ہم تخمینہ لگاتے ہیں تو اس وقت ہم چمن کی مالی حالت اور دوسرے حالات کا جائزہ لیتے ہیں ۔ جائزہ لیتے وقت ہم سوچتے ہیں کہ چمن میں بہار تاابد موجود رہے ۔لیکن ساتھ ساتھ ہم ہر ایک گل کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں مطلب لوگوں کی حالت اچھی طرح دیکھنا چاہتے ہیں ۔ کسی کی تکلیف دور کرنا چاہتے ہیں اور چمن کو اچھے طریقے سے سنبھال کر ہی ہم سب خوش رہ سکتے ہیں ۔ جب چمن خوشحال نظر آئے تو دیکھنے والے کو اور چمن کے مالی کو جوانی محسوس ہوتی ہے وہ خوش نظر آتے ہیں اور غمگین حالت دور ہو جاتی ہے ۔

برشکال گریۂ عاشق ہے ، دیکھا چاہیے
کھل گئی مانند گل، سَو جا سے دیوار چمن

ا ۔ غالب فرماتے ہیں کہ میری طبیعت عاشقانہ ہے لیکن عاشقانہ طبیعت ہونے کے ناطے میرا دل اس گل کے مانند ہے جو صبح سویرے کھلتا ہے اور اس کی حالت شبنم سے گیلی دیکھ کر دیکھنے والے کہتے ہیں کہ شبِ غم کی صورت نے غمگین بنایا ۔ اگرچہ میں عاشق ہوں لیکن میری بے وفائی شبِ غم سے ہوئی کیونکہ رات کو تنہائی میں گذار کر غم میں مبتلا ہوا ۔ لیکن یہ حال ایسا ہے کہ جب صبح آتی ہے چمن میں یہ حال دیکھ کر بہت سے عاشق یہ کہتے ہیں کہ اس گل کو شبِ غم کے مارے کتنا نقصان ہوا ۔ لیکن پھر بھی عاشقانہ طبیعت ہے ۔ جب آفتاب کی کرنیں اس گل پر پڑیں گی تو گل کی حالت دیکھ کر کہیں گی یہ گل دن کے لئے عاشق ہے اور چمن کی ایک دیوار ہے ۔

۲۔ میں یہ کہتا ہوں کہ چمن یا ملک میں جب قوم کے لئے خدمت کوئی خادم کرتا ہے تو اس خادم کو ہمیشہ لوگ یاد کرتے ہیں اور اس کی خدمت کبھی نہیں بھولتے ہیں۔ خواہ وہ سماجی ہو یا سیاسی ہو یا اقتصادی ہو کوئی بھی خدمت ہو۔ اس کو لوگ کبھی نہیں بھولتے ہیں اور اس خادم کے الفاظ کو ترک کر کے لوگ اسے رہنمائے قوم کہتے ہیں اور ایسا گل چمن کا تسلیم کیا جاتا ہے یا رہنمائے قوم ایسا تسلیم کیا جاتا ہے جو ملک کی وفاداری کے لئے دن دُوگنی رات چوگنی ترقی کرتے ہیں۔

اُلفت گل سے غلط ہے دعویٰ وارستگی

سرو ہے باوصف آزادی گرفتار چمن

۱۔ غالب فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں نے اپنے معشوق کے ساتھ اُلفت کی لیکن اس اُلفت میں انہیں غلط فہمیاں پیدا ہونے لگیں۔ شک و شبہ پیدا ہونے لگے، اگرچہ وہ اس الفت کو تولنا چاہتی ہے یا بحث و مباحثہ میں لانا چاہتی ہے تو میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ مجھے الفت والا معشوق تصور کیا جائے گا۔ اسی طرح سے غالب فرماتے ہیں کہ چمن میں بہت سارے پھول دیکھ کر مالی سے اپنی رائے دے کر یہ کہتے ہیں کہ پھول کو غلط طریقے سے بویا ہے یہ کہہ کر اس کی محنت کو نظر انداز کرتے ہیں حالانکہ ہمیں غلطیوں کو دُور کرنا چاہئے اور محنت کو بھی تسلیم کرنا چاہئے اگرچہ مالی نے پھول لگایا اس کی خوشبو یا اس کی صورت ہمیں پسند نہیں آئی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مالی کی محنت کو ختم کر دیں گے۔ ساتھ ساتھ جب ہم باغ میں پھول کو دیکھتے ہیں۔ ہم آزادی کے ساتھ اس پھول کو دیکھتے ہیں خود پھول محسوس کرتا ہے کہ میں اس چمن میں دیکھنے والے کیلئے گرفتار ہوں۔ مطلب میں دیکھنے کے لئے آزاد ہوں، لیکن جس نے دیکھا اس کی آنکھوں میں گرفتار ہوا۔ آزاد ان کے آنکھوں میں نہیں، اسی طرح سے غالب فرماتے ہیں کہ جب ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں آزادی سے دیکھتے ہیں لیکن جب اس کی

آنکھیں ہماری آنکھوں پر نظر ڈالتی ہے تو آزادی تصور نہیں ہوتی بلکہ گرفتار چمن کا لفظ اختیار کرتے ہیں۔

۲۔ دنیا میں کوئی شخص خواہ دانشور ہو یا سائنسداں یا سیاستداں مشہور ہوتا ہے۔ تو اس کو اس گل کی طرح پکارتے ہیں جیسے کہ وہ ایک مشہور رہنما یا دانشور ہو اور اس کے مشورے کے بغیر قوم نہیں چلتی، چمن میں وہ گرفتار کیا جاتا ہے مطلب وہ آزاد ہے لیکن لوگوں کے آنکھوں کے سامنے وہ گرفتار ہے۔ گرفتار اس بات پر قوم اس کے مشورے کے بغیر نہیں چل سکتی ہے۔ اگر چہ قوم اور ملک آزاد بھی ہے لیکن دانشور کا مشورہ ترقی کے لئے بہت اہم ہے اسی لئے لفظ مشورے اور اس کی مشہوری پر وہ لوگوں کے آنکھوں کے سامنے غلام ہے اس کو ہمیشہ کے لئے قوم کے مفاد کے لئے مشورہ دنیا بہت ضروری ہے۔

ہے جوشِ گل بہار میں یاں تک کہ ہر طرف
اُڑتے ہوئے، اُلجھتے ہیں مرغ چمن کے پانو

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب بہار آتی ہے تو ہم جوش اور ولولہ کے ساتھ باغ میں پھولوں کو دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کیونکہ بہار کے موسم میں یہ کہتے ہیں کہ خزاں ہم سے رخصت ہوئی اب ہم چمن میں ہریالی اور خوبصورتی دیکھتے ہیں۔ پھول لہلہاتے ہیں اور یہ دیکھ کر ہمیں بہار کا جوش آتا ہے۔ اتنا جوش محسوس ہوتا ہے کہ ہوش بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ اسی لئے اے معشوق میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کے پاس اس وقت بہار ہے آپ خزاں کو بھول جاؤ گی، لیکن یہ موسم رہنے والا نہیں ہے آپ چمن کے بلبل کو یاد کر جوش میں ہوش بھی رکھو۔ وفائی بے وفائی دنیا میں اکثر لوگوں نے دیکھی ہے اور دیکھیں گے بھی۔ اسی لئے میں اس بہار کو جوش کے انداز میں نہیں پکاروں گا بلکہ چمن کے بلبل کے حساب سے تقسیم کروں گا۔ چمن کے بلبل کو شاعر نے غزل کے

شعر کو جواب دعویٰ استعمال کیا ہے کیونکہ چمن کے بلبل سے ہی باغ میں ہمیشہ ساز سنتے چمن میں کسی خاص فرد یا کسی خاص شخص کو چمن کے بلبل سے وابستہ رہنا چاہئے ورنہ چمن میں سب کے سب خوشحال نظر آتے ہیں۔ چمن میں مرغ کا استعمال کرنا شوبھا دیتا لیکن بلند پایہ شاعر نے چمن کے بلبل کا استعمال کیا ہے کیونکہ شعر کو جواب دعویٰ میں استعمال کرنا پڑا۔

۲۔ جب بھی ملک میں کوئی خوشی کی لہر دوڑتی ہے تو لوگ جشن مناتے ہیں لیکن یہ جشن رہنے والا نہیں ہمیں جشن منانے کے ساتھ ساتھ ان ناگہانی آفتوں کا بھی یاد کرنا چاہئے۔ جن کا مقابلہ وقتاً فوقتاً کرنا پڑتا ہے اور ان کے مقابلے سے معاشی حالت ملک کی کمزور ہوتی ہے اور یہ حالت دیکھ کر لوگوں کے ہوش اُڑ جاتے ہیں ہوش اُڑنے سے مصیبت میں الجھتے ہیں۔ اسی لئے خوشی کی حالت میں اقتصادی بحران لانا چاہئے۔ مطلب اگر ہم نے کوئی قلعہ فتح کیا اس قلعہ کو فتح کرنے کیلئے پھر اقتصادی حالت خراب ہوتی ہے۔ اسی لئے جوش کے ساتھ ہوش بھی رکھنا لازمی ہے۔ اگر ہم اس لہجے میں بھی کہیں کہ جب ملک میں کسی چیز کی قلت ہوتی ہے تو لوگوں کو وقت پر چیز مہیا نہیں ہوتی ہے۔ اس وقت لوگ حب الوطن کو یہ کہہ کر پکارتے ہیں کہ یہ چمن میں بلبل ساز ایسی آواز میں سناتا ہے جسے کہ حکومت کے ایوان تک بات پہنچے۔ جیسے ہمارے ملک میں یکجہتی کے اصولوں پر روشناس کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں چمن کے بلبل کیساتھ الفاظ ساز کا استعمال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ناگہانی آفتوں کا ہی مقابلہ کرنے سے کسی رہنماء کی آواز کی ضرورت پڑتی اسی لئے مرغ چمن کا ساز سن کر دل بہلاتے ہیں۔ کیونکہ کبھی خوشی کبھی غم آتے رہتے ہیں۔ اسی لئے چمن میں ہمیشہ مرغ چمن کا ساز سننا چاہئے اور داد دینی چاہئے۔

خار خارِ الم حسرتِ دیدار تو ہے
شوق، گلچین گلستانِ تسلی نہ سہی

ا۔شاعر نے شعر غزل میں مرتب کئے ہیں شعر کو گلستان کے ساتھ بھی وابستہ کیا ہے۔ کہتے ہیں جب ہم چمن میں بیٹھتے ہیں وہاں پر ایسے پھول دیکھتے ہیں جو کانٹوں کے بیچ ہوتا ہے۔تو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ کانٹوں کے بیچ پھول پیدا ہوتا ہے۔ مطلب جب ہم اس پھول کو پسند کرتے ہیں یہ کہہ کر پسند کرتے ہیں کہ ہم اس کو کاٹ ڈالیں گے لیکن کاٹتے وقت ہمیں اس کی ٹہنیوں پر کانٹے دیکھ کر ڈر لگتا ہے اور کاٹتے کاٹتے یہ کہتے ہیں کہ کانٹا لگنے سے کوئی پریشانی نہ ہو۔اب شاعر فرماتے ہیں کہ جب یہ حالت میں نے چمن میں کئی پھولوں میں پائی تو مجھے محسوس ہوا کہ چمن میں بھی پھولوں کے ساتھ یکسانیت کا سلوک ہے ہی نہیں۔ کئی پھول اچھے ہیں اور کوئی پھول ویران نظر آتے ہیں لیکن مالی کو ان کی صحیح حالت پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے۔اب شاعر فرماتے ہیں یہ دیکھ کر مجھے محسوس ہوا کہ میرے ساتھ معشوق اچھا برتاؤ نہیں کرتی وہ اپنے چہرے کو سج دھج کے دکھاتی ہے کبھی پردے میں رکھتی ہے لیکن اسکے دکھاوے سے پھول نظر آتا ہے۔لیکن یہ سب کچھ میں نہیں جانتا ہوں، صرف میں نے کانٹوں کی طرح زندگی بسر کرکے کانٹوں کے ساتھ ساتھ پھول اُبھر کر اب مجھے سب دیکھ کر یہ کہیں کہ کتنی مصیبت اٹھانے کے بعد خوشی کے لہراب دیکھی ہے۔ پھر بھی میں معشوق کو یہ کہہ کر تعریف کرتا ہوں کہ اگر اس کے پاس کانٹے ہیں لیکن ان کانٹوں سے وہ میرے وصل سے پھول پیدا کرسکتی ہے، بشرطیکہ وفائی کا چکر انصاف کے مد میں شامل ہو جائے۔

۲۔دنیا میں دھوکہ کھائے ہوئے اور غربت کی وجہ سے ہمیشہ مصیبت کا سامنا کرتے ہیں لیکن اس مصیبت کے ساتھ مقابلہ کرکے وہ آسانی بھی دیکھتے ہیں۔اس طرح آسانی دیکھتے ہیں جس طرح کانٹوں میں پھول اُگتا ہے۔اسی طرح ایک آدمی اس

دنیا میں مصیبت اور خوشی کی لہر بھی دیکھتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ملک میں ہمیشہ خوشی کی لہر ہو۔ کبھی خوشی کبھی غم لیکن ہم اپنے گلستان میں تسلی بخش اور حب الوطنی کے ساتھ کام نبھاتے رہیں اور نصیحت ہمیشہ اپنے دل ودماغ میں رکھنی چاہئے کہ ہمیں ملک کو کانٹوں کی صورت حال دیکھ کر پھول پیدا کرنے ہیں۔

گلشن کو تری صحبت از بس کہ خوش آئی ہے
ہر غنچے کا گل ہونا، آغوش کشائی ہے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق تو اس گلشن میں اس طرح سے ابھرا ہے کہ ہر کوئی تمہاری صورت دیکھ کر خوش رہتا ہے اگر مجھے بھی آپ اپنے ساتھ پناہ دیں تو میں بھی اس صحبت سے کھلتا ہوا پھول بن جاؤں گا اور میری صورت حال دیکھ کر گلشن میں تعریف کرنے لگیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ پھولوں میں کسی خاص پھول پر خاص باتیں کرتے ہیں، جب تک اس پھول میں کوئی نہ کوئی تعریف کی گنجائش پیدا ہوئی ہے۔ اسی لئے ہمیشہ گلشن، باغ، چمن میں جا کر لوگ کہتے ہیں کہ ایسا ہی پھول ہم اپنے گھر کیلئے لائیں گے۔ کیونکہ اس پھول سے دل میں دھڑکنیں محسوس ہونے لگتی ہیں۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق مجھے بھی آپ کی بے وفائی سے دھڑکن محسوس ہوتی ہے لیکن جب آپ وفا کرو گے تو وفائی میں بھی دھڑکن محسوس ہو جائے گی۔ مطلب دونوں حالتوں میں دھڑکن محسوس ہوتی ہے اس دھڑکن کو آخری قیام پہنچانے کیلئے آپ ہی ذمہ دار ہو۔ دھڑکن دور نہیں ہوسکتی، آپ کی مہک اس گلشن میں اتنی محسوس کرتے ہیں۔

۲۔ ملک میں کوئی رہنما ہو جس کے رہنمائی سے لوگوں میں احترام حاصل ہوتا ہے، جمہوری طرز کی حکومت ہو یا شخصی راج ہو دونوں صورتوں میں رہنماؤں کی ضرورت ملک کی ترقی کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ کئی رہنما جب بوڑھاپے میں داخل ہوتے ہیں تو وہ ملک میں اپنا صحبت یافتہ شاگرد بنا کر انہیں بھی رہنمائی کرنے کا ولولہ

دلاتے ہیں۔ لیکن رہنمائی کرنے والے کو اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ سب لوگوں میں اسے احترام ملے اور یہ کہہ کر احترام ملے کہ سب یہ کہیں کہ ہر غنچے کا گل ہونا اس کی آواز ایسی محسوس ہونی چاہئے کہ جب کوئی بری حرکت یا اچھی حرکت ملک میں دیکھے تو اس وقت لوگوں کے ساتھ اپنا رُجحان قائم ودائم رکھے۔ مطلب لوگوں میں کوئی دشواری ہی محسوس نہیں ہونی چاہئے اور یہ بھی نہیں کہنا چاہئے کہ انکا رہنما ہے ہی نہیں۔ حب الوطنی ایسے رہنما میں ہونی چاہئے۔ حب الوطن ہی ملک کا وقار ہر غنچے کا گل کے طرز پر سمجھا جاتا ہے۔

وہ گل جس گلستاں میں جلوہ فرمائی کرے غالبؔ
چٹکنا غنچہ گل کا، صدائے خندۂ دل ہے

ا۔ خود غزل کے مقطع میں شاعر فرماتے ہیں کہ وہ خود ایک جلوہ دیکھتا ہے ہر کسی گلستان میں پھولوں کو دیکھ کر شاعر کہہ رہا ہے معشوق کی بے وفائی سے وہ گلشن میں ایک گل کا تصور دل میں رکھ یہ کہہ رہے ہیں یہ وہی گل ہے جس کو گلستان میں بے وفائی کا جامہ پہنایا ہے۔ یہ آواز سن کر لوگ کہتے ہیں کہ اس فریاد پر ایسے شاعر کا دل ایک میٹھے جذبے میں پایا جائے گا کیونکہ ایسی بے وفائی کا گل ہم گلستان میں دیکھتے ہیں جسکو دیکھ کر ہمیں زباں میں مٹھاس کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ جب ہم سنتے ہیں کہ بے وفائی ہوئی ہے لیکن خود بے وفا نہیں بنے۔ اپنی وفائی پر قائم ودائم رہے۔ اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ گلستان کا خاص ایک گل تصور کیا جائیگا جس گل میں ہم وفائی کا پیغام دے کر اور دوسرے کو سنا کر یہ کہیں گے کہ اسکے دل میں مٹھاس ہے۔ خندۂ دل ہے، یہ ایسا معشوق ہے جس نے اس گلستان میں کبھی بھی بے وفائی کا جامہ نہیں پہنا۔

۲۔ جب کسی ملک کا وقار گھٹنے لگتا ہے عوام کو اس بات سے پریشانی ہوتی ہے اور اس پریشانی کی وجہ سے اکثر لوگ کہنے لگتے ہیں (مالی) کا ایسا فرمانبردار رہنا چاہئے

جس فرمانبرداری سے لوگوں میں میٹھاس کا دل ابھرے اور کمنائی کا دل نیست ونابود کریں۔ حب الوطن میں ایسے ہی رہنما ہونے چاہیئے جو کہ گلستان میں ایک خاص گل کی حیثیت سے تسلیم کیئے جائیں۔

دوڑے ہے پھر ہرایک گل ولالہ پرخیال
صدگلستاں نگاہ کا ساماں کیے ہوئے

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ ہم دوڑتے ہیں معشوق کو دیکھنے کیلیئے آخرکہاں ہے میرے خیال میں دوڑنااس لئے کہ بہت عرصہ تک ہم نے معشوق کا چہرہ ہی نہیں دیکھا اگرچہ ہم بار بار گلستان میں بیٹھے لیکن ہم نے ان کی غیرحاضری میں گلوں کے ساتھ محبت نہیں کی کیونکہ ان کا حاضرہونا گلستان میں ضروری سمجھا۔اب شاعرقیاس آرائی کررہا ہے کہ باغ میں معشوق آنے والا ہے کیونکہ بہت قسم کے گل چمن میں کھلے ہیں اسی لئے قیاس آرائی ہے کہ معشوق ضروران گلوں کو دیکھنے کے لئے گلستان میں حاضرہوگا۔اگراس کی نگاہ دیکھوں تو میں انہیں گلستان میں صدارت کے لئے درخواست کروں اوراس کی صدارت کرنے سے ہرایک نگاہ معشوق پر پڑجائے گی۔مطلب شاعرفرماتے ہیں کہ میں اتناوفادار ہوں کہ میں انہیں باغ میں یا محفل میں صدارت کرنے کا التماس کروں گالیکن میں ان کی بے وفائی پر کسی صدمے کا اظہارنہیں کروں گا۔میں دوڑکراور ولولہ سے تلقین کروں گا کہ گلستان کی صدارت کرے۔

۲۔حب الوطن میں ہمیں اس بات کا جذبہ نہیں ہونا چاہیئے کہ کسی کو رہنما نہیں بنایا گیا۔رہنمالوگوں کو اکثریت سے چُنا جاتا ہے اور یہ صدمہ کئی فردوں پر مشتمل ہوسکتا ہے کہ وہ رہنما کو رہنمائی کرنے پر ناراض ہوتے ہیں لیکن کئی فردوں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ اکثریت سے رہنما چنا گیا ہے۔ہمیں ہمیشہ اکثریت کا خیال رکھنا چاہیئے۔اکثریت کے حق میں شامل ہونا چاہیئے۔اقلیت کے حق میں کبھی خیالات نہیں ہونے چاہیئے۔

اسی لئے جب بھی ہم اکثریت کے رہنما کو گلستان میں دیکھیں گے تو انہیں عزت واحترام سے صدارت کرنے کی تلقین کرنی چاہئے تا کہ حب الوطنی کا جذبہ یکسانیت اور اکثریت کے جذبے سے اُبھرے۔ یہ نہ سمجھیں حب الوطنی میں اقلیت کی رائے کو نہ مانیں گے۔ اقلیت کا احترام بھی یکسانیت کے جذبے سے ہونا چاہئے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اقلیت نے رہنما کو چنا نہیں۔ اپنی اپنی رائے جمہوریت میں اکثریت اور اقلیت کے لحاظ سے ہی تسلیم کی جاتی ہے۔ جب ہم رہنما کو نہیں چنتے ہیں تو ان آدمیوں کو جو رہنما کے حق میں نہیں ہوتے ہیں۔ انہیں بھی اس رہنما سے محبت اور اخلاص سے پیش آنا چاہئے۔ جس طرح کے وہ باغیوں کیساتھ پیش آئے۔ رہنما کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اکثریت ہی اپنا ساتھ نبھائے گی۔ اس میں حب الوطنی کے جذبہ ہونے کے ناطے اقلیت کا بھی یکسانیت کے طور طریقے سے پیش آنا چاہئے۔

غالب کا اثر جذبہ وطن ملکِ تعمیر کے لئے

میں نے یہ تحقیق بھی کی ہے کہ حرف گل کے ساتھ بہت سے شاعروں نے بلبل کو بھی اپنی غزلوں میں شامل کیا ہے۔اسی طرح سے غالب نے بھی گل کے ساتھ بلبل کو بیان کیا ہے۔ کشمیری شاعری میں بھی تمام شاعروں نے بلبل کو گلوں کے ساتھ جوڑ کر اپنی شاعری کو بلند خیال میں اپنایا ہے اور بلبل کو بہت طریقوں سے تشبیہ دے کر شاعری میں بادشاہ کا مقام دلایا ہے۔ کئی زبانوں میں خواہ علاقائی زبان ہو یا قومی زبان ہو، غیر ملکی زبان ہو ان میں بھی بلبل کو ایک خاص جذبے کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح سے غالب نے ان غزلوں میں بلبل کا بھی ذکر کیا ہے لیکن بلبل کو گل کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔عموماً اگر شاعری میں دیکھا جائے تو پھولوں کے ساتھ ہی

بلبل سے مشابہت دی جاتی ہیں۔ غالب نے بھی بلبل کو گل کے ساتھ مشابہت دی ہے۔ سمجھنے میں یہ آتا ہے جیسے فریادِ غالب ملک کی تعمیر پر۔

مجھ کو ارزانی رہے، تجھ کو مبارک ہو جیو
نالۂ بلبل کا درد، اور خندۂ گل کا نمک

پہلے میں یہ شعر غزل کے مطلب سے جوڑتا ہوں۔ شاعر فرماتے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ میں معشوق کو مبارکبادی کا پیغام لکھوں۔ لیکن بلبل کی سوچ سے میں متاثر رہا، ایسا متاثر رہا میں سمجھا کہ شاید یہی اپنے ترنم میں بے وفائی کا درد سنا رہی ہے۔ یہ سن کر مجھے ساز و آواز اتنی پسند آئی (بلبل کی بولی) کہ مجھے گلقند کا مزہ زبان میں محسوس ہونے لگا پہلے پہل میری زبان میں نمک کا مزہ رہا لیکن میں معشوق کی وفائی پر نمک حلال نہیں ہوں۔ میں وفائی کے نمک سے پلا ہوا ہوں۔ اسی لئے مجھے گلقند کی مٹھاس الگ رکھ کر معشوق کی وفائی پر تصور کرنا ہے۔ اگرچہ میری زبان میں مٹھاس پیدا ہوا اور نمک کو بھول گیا پھر بھی میں نمک کو ہی ترجیح دے رہا ہوں کیونکہ مجھے وفائی کا رُجحان اور معشوق کے ساتھ دل کا تعلق ہمیشہ رکھنا ہے۔ میں ایسے معشوق کا نمک حلال نہیں بنوں گا جس کا نمک کھایا ہے ایسا نمک کو دور کبھی بھی نہیں رکھ سکتا ہوں۔ اگرچہ مجھے بلبل کے ساز سے زبان میں گلقند جیسی مٹھاس پیدا ہوئی پھر بھی میں وہ مٹھاس معشوق کے نمک کے ساتھ جوڑ کر بے وفائی نہیں کروں گا۔ میں مبارک بلبل کے ساز پر کرتا ہوں۔ ساز سے ہر کوئی مسرت محسوس کرتا ہے۔ اور غم کو دفن کر کے بلبل کے ساز سے متاثر رہتا ہے۔ مطلب غالب فرماتے ہیں کہ میں وفائی کا نمک ہمیشہ کیلئے اپنی زبان سے نہیں مٹانا چاہتا ہوں، معشوق نے اگر بے وفائی کی لیکن میں اس کی وفاداری پر قائم و دائم رہا۔

۲۔ ملکی مفادات جب جمہوری طرز نظام میں رہنماؤں کو چنتے ہیں تو اس وقت لوگوں کو رہنماؤں کے خلاف بہت سی باتیں سننے میں آتی ہیں۔ لوگ ہر ایک رہنما کے

بارے میں مختلف باتیں سنتے ہیں۔سن کر یہ سوچتے ہیں کہ کونسا رہنما اچھا ہے اور کونسا برا ہے۔ برائی کو بالائے طاق رکھ اچھائی کے ضمن میں رائے دے کر رہنما کو چنتے ہیں۔اسی طرح سے ایک بلبل کی طرح جمہوری نظام میں ہر کوئی اپنا ساز سناتا ہے۔ یہ ساز عوامی فریاد کے برابر سمجھنا چاہئے اور یہ ساز سن کر ہمیں اکثریتی طور طریقے سے گلقند بنا کر اپنے اپنے منھ میں ڈال کر فریاد کو نمک کے مزے کے برابر بھولنا چاہئے۔ پھر ہمیں فریاد کا تصور الگ تھلگ کرکے یہ سوچنا چاہئے کہ کس رہنما میں اچھا دم ہے اور یہ تصور کرکے جمہوری نظام میں ساز سننا لازمی ہے۔

ہے کس قدر بلاک فریب وفائے گل
بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل

ا۔غالب غزل کے شعر میں فرماتے ہیں جب بھی وہ دوستوں سے ملتے ہیں تو وہ انہیں سلام کرنا بھول جاتے ہیں۔ پہلے وہ مجھے یہ کہہ کر پکارتے ہیں کہ اے غالب آپ کا معشوق کس قدر وفادار ہے۔لیکن میں انہیں تسلی بخش جواب نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میں وفائی اور بے وفائی کا پردہ فاش نہیں کرسکتا۔البتہ خود بخود حالات دیکھ کر دوست رشتہ دار اپنا اپنا اندازہ لگا کر ذکر کرسکتے ہیں پھر بھی انداز بیان کو میں کسی طریقے سے بھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرے دوستوں کے کاروبار یہی ہے کہ وہ معشوق کے وفائی کے بارے میں ہمیشہ پوچھ تاچھ کرتے ہیں۔اس کی مشابہت ایسی ہے جیسے کہ بلبل کا کاروبار باغ میں اپنے ترنم سے سیلانی کو جوڑنا۔اسی طرح سے میرے دوستوں کا بھی یہی کاروبار ہے اور ان کا یہی ساز ہے کہ وہ معشوق کے وفائی کا راز پوچھیں اور سن کر راز کو فاش کریں۔ یہ سننے سے لوگوں کی زبان میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔جس طرح بلبل کے ساز سے مطمئن ہوکر دل میں سکون اور زبان میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ جب ہم باغ میں بیٹھتے ہیں جہاں ہم بہت سارے رنگین گل دیکھ کر متاثر

ہوتے ہیں۔ خاص کر جب بلبل اپنے ساز سے مدغم ہمارے دلوں کو کرتا ہے ساز سن کر ہم کو سکون محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح سے فریاد وطن میں مخالف اراکین اکثریت کے اراکین کے بارے میں غلط باتیں لوگوں کو بتاتے ہیں۔ یہ سن کر لوگ بہت ہی حیران ہوتے ہیں۔ غلط بات سن کر لوگ کی اکثریت رہنماؤں کے خلاف اُبھرتی ہے۔ لیکن صحیح باتیں اکثریت کی اقلیت رہنما دبا کر اس ساز سے مدغم عوام کو نہیں کرتے ہیں۔ اسی طرح سے ملک کی تعمیر میں دو قسم کے بلبل پائے جاتے ہیں۔ ایک اکثریتی رہنماؤں کا اور دوسرا اقلیتی رہنماؤں کا، دونوں کا ساز سُن کر چناؤ کے دوران تقسیم کر کے عوام اپنی اپنی رائے میں مدغم کرتے ہیں۔ ہمیں انسانیت سے کام لینا اور انسانیت کے ساز بلبل کا ساز سننا چاہئے۔

محبت تھی چمن سے، لیکن اب یہ بے دماغی ہے
کہ موج بوئے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا

ا۔ شاعر اپنی غزل کے شعر میں فرماتے ہیں کہ انہیں بہت ہی محبت معشوق کے ساتھ ہے لیکن اس کی بے وفائی سے نادانی سمجھنے میں آتی ہے۔ جس طرح پھول کو سونگھتے ہیں سونگھنے کے بعد اسے پسند کرتے ہیں یا نفرت کرتے ہیں۔ کبھی مجھے چمن میں پیار کرنے بیٹھتا ہے کبھی نفرت، لیکن میں معشوق سے جدا ہوں میں اس کی جدائی پر اتفاقاً وفادار ہوں۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ اس میں نادانی ہے، لیکن میں وہ نادانی اسی لئے سمجھتا ہوں کیونکہ جب ملاقات ہوئی ہی نہیں وہ میری ملاقات کے لئے ترستی ہے۔ اب کئی کہتے ہیں کہ اس سے موج بُو سمجھنا۔ مطلب جس طرح ہم پھول کو سونگھتے ہیں اور سونگھنے کے بعد پھول کو پھینک دیتے ہیں، اسی طرح سے یہی حال خود معشوق کا سمجھنا۔ مطلب اگر بے وفائی ہوئی پھول کی طرح لیکن میں بے وفائی کا دم رکھنے والا ہوں۔ میں بے وفائی کو سونگھتا ہوں اور اپنے دم میں رکھ کر وفادار بنتا ہوں۔

میں یہ بات کہنے پر تلا ہوا ہوں کہ محقق تسلیم نہیں کرتے کہ غزلوں میں حب الوطن کی دلیل بیان کی جائے۔ محقق کہتے ہیں کہ غزل کے ہر ایک شعر کی تشبیہ معشوق اور محبوب کے درمیان ہی منحصر ہے لیکن غالب کے دور کا ہمیں ضرور جائزہ لینا چاہئے، جائزہ لیکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُن دِنوں شخصی راج رہا۔ اس لئے شخصی راج میں اتنی آزادی نہیں تھی کہ لوگ اپنا شکوہ شکایت شخصی راج کے خلاف بیان کر سکیں۔ اس پابندی کو مد نظر رکھ کر غالب نے وطن کے شعر غزلوں میں بیان کئے ہیں ممکن ہے کہ غزلوں میں وطن کی تشبیہ یا گل کی تشبیہ اپنے شعروں میں شخصی راج کے متعلق بیان کی ہو لیکن ہم وطن کی مثال معشوق کے اور محبوب کے ذکر پر ہی بیان کرتے ہیں۔ مانتے ہیں کہ غزل کے شعر میں انہی کے ساتھ وابستگی رکھ کر مفہوم نکال سکتے ہیں۔

۲۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ شاعر فرماتے ہیں کہ چمن میں اگر ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ لوگوں کے لئے برا سوچتے ہیں ان لوگوں کو خود بخود اکثر لوگ یہ کہیں گے کہ ایسے شخص چمن میں نادان ہیں جو کہ ملک کو ویران کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ مثال اس طرح دیتے ہیں کہ جب وہ باغ میں سیر کرنے جاتے ہیں اور پھول کو توڑ کر سونگھتے ہیں سونگھنے کے بعد تعریف بھی کرتے ہیں لیکن اس نازک پھول کو پھینک کر اس کے دم پر کوئی بھی عزت کے الفاظ نہیں کہتے۔ مطلب جب ملک میں کوئی اچھا رہنما دیکھنے میں آتا ہے پہلے پہل اسے لوگ نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں نفرت اس طرح کہ اس کی نصیحت کو لوگ بد دماغی کہتے ہیں جس طرح ایک بوڑھا اپنے اہل وعیال کو نصیحت کرتا ہے تو کنبے میں جوان افراد اسے بد دماغ کہہ کر اس کی بات کو ٹالتے ہیں۔ دراصل اس کی نصیحت صحیح ہوتی ہے لیکن جوان افراد نہیں مانتے۔ اسی طرح سے جب وطن میں کوئی ایسا فرد نمودار ہوتا ہے جس سے ملک کی ترقی ہو سکتی ہے لیکن پہلے پہل اس سے لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بعد میں جب پھول کی طرح سونگھنے بیٹھتے

ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ایسے پھول میں دم ہے۔ مطلب ملک ترقی کرسکتا ہے۔

لطافت، بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی

چمن، زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے معشوق کا جلوہ دیکھنا تھا لیکن جلوہ نہیں دیکھ پایا۔ جنہوں نے جلوہ دیکھا ان سے میں پوچھتا ہوں کہ معشوق کے جلوے سے کیا فائدہ ہے۔ وہ جواب دے رہے ہیں کہ اس کے جلوے میں لطافت ہے جو بے کثافت ہے جب میں ایسی تعریف ان کی زبان سے سنتا ہوں تو میں خود اپنے آپ کو معشوق کے برابر نہیں سمجھ سکتا ہوں۔ مجھ میں اتنی اچھائی نہیں جتنی کہ معشوق میں ہے۔ جس طرح تانبے کے برتن کھانے پینے کیلئے استعمال کرتے ہیں، لیکن جب ان میں زنگ پیدا ہوتا ہے تو ان برتنوں کو استعمال نہیں کرتے۔ اسی طرح سے جب معشوق کے ساتھ بے وفائی ہوئی۔ مطلب بے وفائی کے چکر میں رہ کر زنگ پیدا ہوا۔ مطلب چہرے میں فرق آنے لگا فرق کو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ بہار ہے، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہار کا موسم ختم ہوگیا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ ہر ایک چیز میں اپنے وقت پر لطافت آتی ہے یہ لطافت وقت کے گزرنے کے بعد تبدیل ہوتی ہے، تبدیل ہونے کے بعد انسان میں فرق آتا ہے۔ کسی بھی دور میں ایک ہی مزہ زبان میں محسوس نہیں ہوتا ہے۔

۲۔ جب ملک میں لوگ دیکھتے ہیں کہ بادشاہ بہت ہی اچھا ہے تو لوگ اسکی تعریف کرنے لگتے ہیں۔ خیر آج کے دور میں شخصی راج نہیں ہے بلکہ عوامی دور ہے۔ اسی لئے ہم عوامی دور کا حوالہ دے کر یہ کہیں گے کہ چناؤ کے دوران ہر ایک شخص اپنے اپنے رہنماؤں کے کارنامے پرکھتے ہیں۔ پرکھ کر یہ بتاتے ہیں کن کا ساتھ دینا ہے. جمہوری طرز کے طور طریقے سے ایسے اراکین کو چناؤ کے طریقے سے لوگ چنتے ہیں۔ اسی لئے کیوں نہ ہم تسلیم کریں کہ غالب نے اس شعر میں اچھی نصیحت فرمائی ہے

جیسے زمانۂ حال کے ساتھ وابستہ کر سکتے ہیں۔

پوچھ مت وجہ سیہ مستی ارباب چمن
سایہ تاک میں ہوتی ہے ہوا، موجِ شراب

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ نہیں پوچھنا کہ چمن میں آپ کا معشوق کس حالت میں ہے، میں نے بار بار یہی سنا کہ معشوق کا حال سناؤ۔ یہ پوچھنے سے چمن والوں کو کیا فائدہ ہے۔ جب دن کو یہی سنتا ہوں تو میں موجِ شراب میں مست ہو کر ان سوالوں کا جواب بالائے طاق رکھ کر اپنی مستی میں جھومتا ہوں۔

۲۔ جب ہم ملک کے حال کا مشاہدہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہم کھانے پینے کی چیزوں پر نظر دوڑاتے ہیں تاکہ لوگوں کی روز کی حالت ٹھیک ڈھنگ سے گذرے۔ ہر دور میں خواہ شخصی راج ہو یا عوامی راج، مہنگائی کا جامہ ہمیشہ دیکھنے میں آتا ہے۔ جب کوئی شخص راستے میں ملتا ہے وہ پہلے پہل اسی مہنگائی کے بارے میں پوچھ تاچھ کرتا ہے۔ اس پوچھ تاچھ سے کوئی حل نہیں نکلتا۔ مطلب مہنگائی ایک ہی قطار میں برقرار نہیں رہتی ہے۔ برقرار نہ ہونے کی وجہ سے انسان کو شراب کی صورت میں مست رہنا چاہئے اور خدا کے رحم و کرم سے اپنی زندگی بسر کرنی چاہئے۔ اپنی محنت سے اہل و عیال پال کر یہ کہنا چاہئے کہ دن نکلتا ہے۔ یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ مہنگائی سے برباد ہوئے، مہنگائی کا لفظ موج شراب کی طرح حذف کرنا چاہئے۔ شراب ایک بری چیز ہے اس سے بہتر قوتِ برداشت کرنا۔

گلشن میں بندوبست برنگ دگر ہے آج
قمری کا طوق، حلقۂ بیرون در ہے آج

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ بہت ہی مشہور ہے کہ گلشن میں کسی نئے پھول کے کھلنے کا امکان ہے، پھول کو دیکھنے کے لئے بہت سے افراد باغ میں حاضر ہوئے، لیکن

معلوم نہیں اس کے جلوے سے کیا کیا فائدے ہوئے اور کیا کیا سننے والوں کا ردعمل رہا۔ اسی طرح سے مجھے یہ یقین ہے کہ معشوق نے محفل میں شامل ہونے کیلئے رضامندی کی ہے۔ اس رضامندی کے لفظ سے میں نے اچھے طریقے سے بندوبست کر رکھا ہے۔ وہ یہ کہ کن کن چیزوں سے اس کو خوش آمدید کروں، لیکن یہ ممکن نہیں۔ ممکن نہ ہونے کی وجہ سے میں خود اس کے در پر جاؤں اور آہ وزاری کروں کہ آپ ضرور میرے چمن میں آنا میں نے آپ کے لئے اچھا بندوبست کر رکھا ہے۔

۲۔ جب ملک یا ملک کے باہر سے کوئی ایسا مہمان آرہا ہو تو اس کے آنے کی خوشی میں اچھی چیزوں کا بندوبست کیا جاتا ہے اور تمام کے تمام اراکین اس کے آنے کی خوشی میں سجاوٹ کیلئے مست رہتے ہیں۔ غالب کے لفظ بندوبست استعمال کرنے سے ہمیں تواریخی منظر سامنے آتا ہے۔ وہ یہ کہ شخصی راج کے دوران محکمہ بندوبست ایک دفتر ہوا کرتا تھا اور اس دفتر میں بہت سے ملازم کام کرتے ہیں۔ اسی طرح سے آج کل کے جمہوری دور میں بھی ایسا محکمہ برقرار ہے۔

حضورِ شاہ میں اہل سخن کی آزمایش ہے
چمن میں، خوش نوایان چمن کی آزمایش ہے

ا۔ پہلے پہل میں نے یہ بات کہی کہ غالب کے دور میں شخصی راج تھا جس کی وجہ سے ان کی غزلوں کے شعروں میں ہم ایسے حرف پاتے ہیں جس سے پورا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بادشاہی کے دور کا ذکر شعروں میں آتا ہے۔ جیسے کہ لفظ حضورِ شاہ، حضورِ شاہ کا حرف شخصی راج میں عام طور پر ان دِنوں کے شاعروں نے استعمال میں لایا ہے۔

۲۔ شاعر فرماتے ہیں اپنی غزل کے شعر میں کہ میں شاہ نہیں ہوں مجھے شاہ کا تمغہ نہیں دینا۔ اگر شاہ کا تمغہ میرے پاس ہوتا تو میں لوگوں کے ساتھ واسطہ نہیں رکھتا۔ میں ایک امیر آدمی تصور کرتا۔ مجھ میں اس قسم کا سخن نہیں ہے مطلب باتوں میں مست

نہیں رہتا ہوں ۔ میں چمن میں جا کر پھولوں کو دیکھتا ہوں اور چمن میں بیٹھ کر اپنی
خواہشوں کا اندازہ لگاتا ہوں کیونکہ میں شاہ نہیں ہوں بلکہ مفلسی کے حال میں ہوں ۔
اسی لئے اے معشوق میں آپ کی باتیں کرنے والوں کے ساتھ نہیں چھیڑتا ہوں میں
اگر چمن میں چلتا ہوں تو اپنی خواہشوں کو حاصل کرنے کے لئے چلتا ہوں ۔ خواہ وہ
خواہشیں پوری ہوں یا نہ ہوں، لیکن میں اپنی آزمائش کیلئے چمن میں چلتا ہوں ۔ اے
معشوق تو یہ نہیں سمجھنا کہ میں ایک شاہ ہوں مجھ میں اہل سخن کی آزمائش نہیں کرنا ۔ میں
ایک سیدھا سادہ چمن کا آدمی ہوں اور بہت سی خواہشیں لے کر چلتا پھرتا ہوں ۔

عام طور پر ملک میں امیروں کا غلبہ رہا ہے ۔ شخصی راج ہو یا جمہوری دور ہو۔
دونوں دوروں میں امیروں کا ہی غلبہ رہا ہے۔ لیکن آزادی کے پرچم سے یہ غلبہ اختتام
پذیر ہوا۔ جمہوری ہو یا آزادی کے دور میں یہ نہیں سمجھا کہ وہ امیر ہے یا غریب ہے بلکہ
جو کچھ ہے اپنے اپنے تصور میں ہے۔ اپنے اپنے طریقے سے خواہ وہ غریب ہو یا امیر
چل پھر سکتا ہے۔ باتیں کر سکتا ہے اپنا غم بھی بتا سکتا ہے خوشی بھی بتا سکتا ہے۔ مطلب کسی
قسم کی آزمائش اس میں نہیں تھوپی گئی ہے۔ اسی لئے آج کل کے دور میں چمن میں کسی کو
کوئی فرق نہیں نظر آتا۔ مطلب یہ یکسانیت کے طور طریقوں سے ہر کوئی جی سکتا ہے۔

میں چمن میں کیا گیا ، گویا دَبستان کھل گیا
بلبلیں سن کر مرنے نالے غزلخواں ہوگئیں

ا۔ جب ہم غالب کے غزلوں میں شعر پڑھتے ہیں، پڑھ کر یہ محسوس کرتے ہیں
کہ یہ شعر غزل میں وابستہ نہیں رہنا چاہئے، محقق کہتے ہیں کہ غزل میں ایسے شعر لکھنے
چاہئے جو کہ محبوب اور معشوق کی وابستگی کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں۔ آج کل کی غزلوں
میں ان باتوں کو مسترد کیا گیا ہے، آج کل کی غزلوں میں ایسے شعر کہنا ممکن ہیں۔ اسی
لئے ہم غالب کی غزلوں کے شعروں کو زمانے حال کے ساتھ بھی وابستہ کر سکتے ہیں۔

۲۔ غالب فرماتے ہیں کہ میں چمن میں کیا کیا دیکھتا ہوں، سمجھو میں باغ میں بیٹھا ہوں وہاں مختلف مختلف پھول کھلے ہیں ان پھولوں کو دیکھ کر بہت ساری بلبل اکٹھی ہو کر ایک ہی آواز میں گانے گاتی ہیں۔ مطلب ایک ہی آواز میں بولیوں کو سنتے ہیں۔ ان بولیوں کو سن کر شاعر غزلوں کو مرتب کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ معشوق اور محبوب کی جدائی سے میں ایک شاعر بنا۔ وفائی سے بھی، بے وفائی سے بھی میں ایک شاعر بنا۔ اے معشوق اب یہ سمجھنا کہ تو نے اگر مجھ سے وفائی نہیں کی بے وفائی کے نقشے قدم پر یقین رکھا لیکن میں ایک بلبل بن کر ایسی بولی بولنے لگا جو کہ سن کر لوگوں کو بہت پسند آئی۔ مطلب میں آپ کی جدائی پر ایک ایسا غزل گو رونما ہوا جس کے پڑھنے سے لوگ مجھے احترام کرنے لگے اور شاعری کا تمغہ سونپا گیا۔

جب ملک میں شخصی راج کا خاتمہ ہوا تو جمہوری راج طرز عمل میں آیا تو مختلف مانگیں لوگوں نے حکومتوں سے کیں۔ کئی مانگوں کو مان لیا گیا اور کئی مانگیں مسترد کر دی گئیں۔ مسترد کرنے کیلئے بہت سے لوگوں نے بلبل بن کر ایک ہی تال میں آواز اٹھائی اور آواز اٹھا کر اپنی مانگ کو تسلیم کرنے کیلئے احتجاج کیا۔ آخر کار اراکین نے مانگ کو تسلیم کیا۔ اسی طرح سے چمن میں بہت سارے لوگ اپنی مانگیں وقتاً فوقتاً لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس کا مطلب شخصی راج میں بقول غالب کوئی بھی مانگ نہیں کر سکتے اور ان مانگوں کو غزلوں کی صورت میں اپنے اپنے شعر میں درج کرتے رہے۔

غالب نے حرف 'نشاط' پر بہت سے اشعار غزلوں میں لکھے کیوں نہ میں ان اشعار کو ملک کی تعمیر نو کے ساتھ وابستہ کروں۔

لے گئے خاک میں ہم داغ تمنائے نشاط
تو ہو اور آپ بہ صد رنگ گلستاں ہونا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میری بہت سی خواہشیں ہیں لیکن کوئی بھی خواہش پوری

نہیں ہوئی ۔ان خواہشوں میں ایک خاص خواہش میری زندگی رہی ،لیکن جب پوری ہوئی ہی نہیں تو اس خواہش نے میرے دل میں داغ پیدا کیا۔اس داغ کو مٹا نہیں سکتا ہوں اگر چہ مجھے اس داغ کو مٹانے کیلئے نشاط میں بٹھاتے ہیں وہاں پر بھی مجھے خوشی محسوس نہیں ہوتی۔وہاں پر میں گلستان کو دیکھ کر صدمہ ہی محسوس کرتا ہوں۔ہاں میں گلوں کو دیکھتا ہوں چمن کو خوشحال دیکھتا ہوں لیکن میری اندرونی خواہش پوری ہوئی ہی نہیں اور خاص خواہش بھی پوری نہیں ہوئی۔ مجھے بہت سے ہمدرد باغ نشاط میں اس درد کو مٹانے کیلئے لاتے ہیں۔ میں جب غمگین ہوں تو میں کیسے اس نشاط میں بیٹھ سکتا ہوں۔مطلب شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے معشوق سے بہت ہی صدمہ ملا ہے۔ میں صدمے کو تا حیات بھول نہیں سکتا۔

۲۔جب ملک میں خوشی کی لہر دوڑتی ہے تو سب خوشیاں مناتے ہیں لیکن ان میں سے کئی ایسے افراد بھی ہوتے ہیں کہ جن کو خوشی دیکھ کر صدمہ ہی محسوس ہوتا ہے۔میں نے پہلے پہل یہ بات کہی کہ غربت کے وجہ سے ہر ایک شخص غم میں مبتلا ہوتا ہے۔اسی لئے اگر (۱۰۰) میں (۱۰) امیر ہے (۹۰) غریب ہیں تو خوشی کی لہر کہاں ختم ہو سکتی ہے۔مطلب جمہوری طرز میں غربت کا دور رہا ہے لیکن پھر بھی ہمیں خوشیوں میں مست رہنا چاہئے ۔ہمیں ہر ایک کی خوشی میں شامل ہونا چاہئے ۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی خوشیوں سے نوازیں گے۔

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاطِ دل
ابر بہار خم کدہ کس کے دماغ کا

۱۔شاعر اپنی غزل کے شعر میں فرماتے ہیں کہ جب دل میں نشاط کو بسایا ہی نہیں تو باغ کو دیکھ کر کیا کروں۔ہاں باغ میں سورج کی کرنیں ہیں پھول ہیں۔میرے دماغ میں حاضری کے وقت ان کا تصور سامنے آتا ہے لیکن تصور کے ساتھ ساتھ مجھے

دل میں اس طرح کا تصور رہتا ہی نہیں کیونکہ مجھے فراق غم ہے نہیں۔ جس طرح باغ میں سورج کی کرنیں موجود ہیں اور پھولوں کو بھی دیکھتے ہیں یہ سب تصور چمک دمک کا ابرآلود آسمان پر روشنی باغ کی بجتی نہیں ہے. جس وقت باغ میں ابر کے مناظر آتے ہیں اس وقت باغ میں دوسرے قسم کی رونق دیکھنے میں آتی ہے۔ سورج کے وقت دوسرے قسم کی بھی رونق نظر میں آتی ہے۔ یہ دیکھ کر شاعر بتاتے ہیں کہ ایسا ہی حال مجھے معشوق نے کیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں نشاط کو دل میں نہیں پا سکتا۔ جب خوشی ہے ہی نہیں۔

میرے خیال میں جب غالب نے یہ شعر غزل میں مرتب کیا ہوگا تو اس وقت اسکے دوست مجبور کرتے رہے کہ موسم بہار کے دوران باغ کی سیر کرنا لازمی ہے غالب نے ان کے باتوں پر توجہ دی ہوگی لیکن اندرونی حالات سے ان کو مُبرّا کیا ہوگا۔

۲۔ میرے خیال میں شخصی راج کے خلاف غزل کا یہ شعر تصور کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم سوچیں گے تو گلستان ملک ہے اور داغ جو ہے وہی پہنچا سکتا ہے. جس کا دور ہو۔ اسی لئے غالب اشارہ دیتے ہیں شخصی دور میں ملک کو نہیں دیکھ سکتا ہوں۔ شخصی راج ختم ہونا چاہئے تب نشاط کا تصور ابھار رہ سکتا ہے۔

ہمیں وطن کو کبھی بھولنا نہیں چاہئے ہمیں جمہوری طرز میں وطن کو اچھے طریقے سے سنوارنا چاہئے۔ اگر ہم غریب ہیں یا امیر ہمیں اپنے اپنے طریقے سے نشاط کا تصور ہمیشہ دل میں رکھنا چاہئے اور باغ نشاط کا بھی سیر کرنا چاہئے۔ جمہوری طرز میں تجارتی ماحول یا کسی بھی کاروباری ماحول میں نفع یا نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان دونوں کا مقابلہ کر کے باغ نشاط کی دور دورہ ضرور کرنی چاہئے۔ جمہوری طرز میں یہ تفریح کیلئے بہت ہی اچھا سمجھا جاتا ہے۔

مقدم سیلاب سے، دل کیا نشاط آہنگ ہے
خانۂ عاشق، مگر ساز صدائے آب تھا

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ میں نے سمجھا کہ کیوں نہ میں نشاط کو اپنے دل ہی میں رکھ کر وفائی کی لہر کو اُجاگر کروں۔ اگر چہ میری عاشق مزاجی میں کوئی گراوٹ آئی تو میں اس گراوٹ کو پورا کرنے کے لئے نشاط کو اپنانے سے نقصان کو پورا کرسکتا ہوں ۔میں کسی صدارت کے بغیر یہ پورا کرسکتا ہوں لیکن صدارتی کا حاضر ہونا لازماً ضروری ہے۔ اگر چہ میرے دل میں کچھ خرابی ہے اس کو پُر کرنے کیلئے حالات ٹھیک نہیں ہے۔ وہ یہ کہ جب سیلاب کا رُخ دیکھتے ہیں تو اس وقت ہم پانی کا نکاس اِدھر اُدھر کرنے کے لئے پریشان ہوتے ہیں۔ اس سیلاب کو بچانے کے لئے پانی کا رُخ ادھر ادھر نہیں کرسکتے۔ اسی طرح سے جب معشوق یا محبوب کے دل سے نشاط کا تصور آتا ہے تو اس تصور کو معشوق نے سیلاب میں مبتلا کیا اور اس سیلاب کو نہیں روک سکے۔

۲۔ ہمیں ملک پرستی کیلئے وفاداری دکھانی ہے۔ وفاداری دکھانے کیلئے ہمیں اس بات کا احساس رکھنا ہے کہ جب کوئی غم میں مبتلا ہو تو اس کو کسی نہ کسی طریقے سے امداد میسر کرنا۔ جمہوری طرز نظام میں بہت قسم کے اُتار چڑھاؤ آتے ہیں۔ اس اُتار چڑھاؤ کا معاملہ خود بخود لوگوں کو نپٹانا ہے نپٹانے سے ہر ایک کو نشاط کا رُخ، نشاط کا تصور دکھانا ہے تاکہ دونوں گروہ نشاط میں بیٹھ کر آمنے سامنے محبت یکسانیت برقرار رکھیں۔

عجب نشاط سے، جلّاد کے چلے ہیں ہم آگے
کہ اپنے سایے سے سر پانو سے ہے دو قدم آگے

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص غم میں مبتلا ہوتا ہے تو ان سے کئی ہمدردانہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ خوشی کے لہر میں شامل ہوجائے، خوشی کے لہر میں اس سے باغ نشاط میں بٹھاتے ہیں، جب غم زدہ شخص نشاط میں اپنی حاضری دوستوں کے ساتھ انجام دینا ہے تو نشاط کا تصور دیکھ کر اس کے دل میں اپنے غم قابو میں نہیں رہتے ہیں۔ اس کا تصور تبدیل نہیں ہوتا وہ نشاط کو دیکھ کر یہ کہتا ہے کہ ارے ہمدرد دوستوں جلاد و اس

نشاط کو مجھے اس نشاط سے کیا واسطہ ہے جبکہ میں غم میں مبتلا ہوں۔ میں اس سائے سے تنگ آچکا ہوں ہمدرد دوست یہ سن کر اپنی رائے دیتے ہیں کہ ہم نے ہمدردی دکھائی اور پورا بھروسہ تھا کہ ہم دو قدم آگے آئیں گے لیکن یہ سن کر ہم دو قدم پیچھے رہے۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ میں اپنے معشوق سے دو قدم آگے آنا چاہتا ہوں لیکن کسی بدگمانی کی وجہ سے وہ میرے سائے کو دو قدم پیچھے رکھنا چاہتا ہے۔ اگر چہ دو قدم آگے یا دو قدم پیچھے کا حد میرے دل میں بیٹھا ہے میں ان حرفوں کو دل میں پناہ نہیں دیتا ہوں، میں اپنی سچائی پر ہی دل کو پناہ دیتا ہوں۔

۲۔ ملک میں بہت سے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ملک میں کئی افراد کام چور بن جاتے ہیں۔ اس تصور کو بالائے طاق رکھنا چاہئے۔ ہمیں ملک کی ترقی کو دیکھ کر خوش ہونا چاہئے۔ کبھی ملک میں دھوپ کا سایہ بھی اور کبھی ابر کا سایہ بھی رہا کرتا ہے۔ ان دونوں باتوں کو مدنظر رکھ کر ملک میں ہمیشہ اپنے اپنے دوستوں کے ساتھ نشاط باغ کا دورہ ضرور کرنا چاہئے تاکہ فراق دلی آسکے اور سوچنے سمجھنے کیلئے پھولوں کا دیدار ضرور کرنا چاہئے۔ پھولوں کو دیکھ کر ہی انسان کا تصور زیادہ تعداد میں آتا ہے۔ مطلب نشاط باغ میں غم مٹ سکتا ہے۔ وہاں کے رجحان دیکھ کر ہمیں دل کا سکون لازماً لانا چاہئے اور ملک کو نشاط باغ سمجھنا چاہئے۔

قفس میں مجھ سے رودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی، وہ میرا آشیاں کیوں ہو!

ا۔ پہلے اس شعر کو پڑھ کر میں محققوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا غزل میں ایسا کوئی شعر غالب نے شامل کیا ہے جو کہ وطن کے شکوے کے برابر ہے۔ لیکن یہ شعر غزل میں جگہ نہیں پا سکتا ہے۔ گو کہ ہم اس کا مفہوم کہیں گے تو غزل کے شعر کے ساتھ وابستہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اب میں اس شعر کو معشوق کے ساتھ وابستہ کرتا ہوں۔

شاعر فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ قید خانے میں ہی رہا ہوں ۔ مجھے چمن میں جانے کے لئے فرصت ہی نہیں جبکہ میں قید خانے میں ہوں ۔ میں اس قید خانے سے رہا ہونے کے بعد اگر چہ میں چمن میں بیٹھوں ۔ وہاں میں اپنے ہمعصر دوست یا معشوق کو ضرور ڈھونڈوں گا ۔ اکیلے پن میں کیا کروں اگر معشوق نے میرے ساتھ وفائی کی ہوتی تو میں اپنے آپ کو قید خانہ میں نہیں سمجھتا ، لیکن افسوس ہے کہ میرا ہمدم ان ساتھیوں کے ساتھ وابستگی رکھتا ہے جو کہ میرے ہمعصر دوست نے ان ساتھیوں کے ساتھ دوستی رکھی ہے جو دوست ہم قریب اور ہمعصر نہیں لگتے باہری طور پر ان سے سلام کرنے والا ہوں لیکن اندرونی طور مجھے ان کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ۔ کیا وجہ ہے کہ میرا معشوق ان دوستوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ممکن ہے میرا محبوب میرے بارے میں ان ہمعصر دوستوں سے پوچھ تاچھ کرتا ہے ۔ یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ آپ کا دوست کیوں قید خانے میں ہی رہنا پسند کرتا ہے، ایسا بتانے سے معشوق کو معلوم ہی نہیں ہوگا کہ اس سے وہ دوست بے وفائی کا نقاب ہم دونوں کو پہنائیں گے ۔ اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ میری زندگی جو گذرتی ہے میں قید خانے کے برابر سمجھتا ہوں کیونکہ چمن میں جب بھی بیٹھتا ہوں مجھے ان کی یاد آتی ہے جو میرے قریبی دوست ہیں لیکن ایسے فریقوں کو میں باغ میں دیکھتا ہوں جن کے ساتھ اپنے اپنے دوست ہوتے ہیں ۔ اکیلے پن میں یہ محسوس کرتا ہوں کل کے چھوکرے بڑے بڑے آشیاں میں کیسے بیٹھیں ہیں ۔ مطلب مجھے کوئی پوچھنے والا بھی نہیں اگر چہ وفا معشوق میں ہے وہ ایسے دوستوں کے ذریعے ایسا حال بتاتی ہے جو ٹھیک نہیں لگتا ۔ میں نے اس کا مفہوم غزل کے شعر کے برابر بتایا لیکن میں یہ شعر غزل کے شعروں کے ساتھ وابستہ نہیں کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس کا مفہوم ملک کے مفاد کے برابر مطلب نکال سکتے ہیں ۔

۲ ۔ غالب کے زمانہ میں شخصی راج رہا اگر چہ انگریزوں کے ہاتھ میں بھی کچھ رہا

لیکن عام طور پر شخصی راج کا دور ہی رہا۔ اُن دِنوں شاعر قصیدہ لکھتے جس کا بادشاہ بہت ہی احترام کرتے تھے۔ قصیدہ لکھنے پر ہی شاعروں کو زیادہ تر بلایا جاتا تھا۔ غالب ایک بہترین قلمکار ہونے کے ناطے زیادہ قطعہ لکھنے کے لئے مناسب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اس سے خود بھی شخصی راج کے دوران تکلیف اٹھانی پڑی۔ جو کہ ہم خطوط غالب میں پڑھتے ہیں۔ اسی لئے اس غزل میں ایسے ایسے شعر لکھیں ہیں جن سے شخصی راج کی خلافت پڑھنے میں آتی ہے۔

جیسے کہ غالب فرماتے ہیں کہ چمن میں اِدھر اُدھر پھرنے کی آزادی ہے لیکن ڈرتے بھی ہیں۔ ڈر اس بات کا کہ بادشاہ اور وزیروں کے خلاف کچھ بحث ومباحثہ نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر ایسے شخص ہم پر ظلم عائد کرتے ہیں اس ظلم پر ہم آفرین کرتے ہیں۔ اسی لئے غالب فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک قید خانے میں ہوں یہ قید خانہ چمن میں ہی ہے چمن سے باہر بھی قید خانہ ہے۔ اگر کسی ہمعصر شخص کو ایسی باتوں سے روشناس کراوں تو وہ حاکموں کو کہہ کر میرے خلاف بدظنی پھیلائے گا جس کی وجہ سے مجھے حکمران مصیبتوں میں مبتلا کریں گے۔ تبھی تو میں اس چمن میں بحیثیت قیدی یہ کہہ رہا ہوں کہ میرے ساتھ کوئی بھی ہمدم ہمعصر نہیں ہے جس کو میں ان باتوں سے آگاہ کروں۔ یہ دیکھ کر میں حیران ہوتا ہوں کہ جو لوگ کل کچھ کہہ رہے تھے حاکموں کے تعریف میں ان کا ساتھ تھا۔ وہی لوگ آج بہت ہی بہترین طریقے سے اپنا کام کاج کرتے ہیں۔ حیران ہوتا ہوں کہ ایسا قید خانہ شخصی راج میں بہتوں کو سونپا گیا ہو۔ وہ لوگ حاکموں سے ڈرتے ہیں حاکم سمجھتے ہیں وہ سمجھ کر کچھ نہیں کہہ سکتے اسی لئے ان میں احساس پیدا ہوتا ہے جس سے وہ ایسے افرادوں کو فائدہ دلاتے ہیں۔ تبھی تو شاعر فرماتے ہیں کہ ''گری ہے جس پہ کل بجلی، وہ میرا آشیاں کیوں ہو!''۔

اسی لئے میں اس شعر کو آج کل کے عالمی جمہوری نظام کے ساتھ بھی وابستہ کرتا

ہوں وہ یہ کہ عوامی حکومت میں بھی کسی کسی فرد کو ظلم کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اس کے لئے جمہوری طرز حکومت میں عدالتیں حاضر ہیں، جج صاحبان ظلم کی تحقیق کرنے کے بعد اپنے اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح سے جمہوری طرز کے دوران کئی شخص ایسا ہی شعر کہتے ہیں۔ مطلب جمہوری طرز حکومت میں بھی کئی افراد کو فائدہ ملتا ہے لیکن جب پردہ فاش ہوتا ہے تو اس کی باضابطہ تحقیقات کی جاتی ہے۔ شخصی راج میں اس طرح کے ظلم پر تحقیقات نہیں کی جاتی۔ اسی لئے میری رائے میں اس شعر کو میں زمانہ حال کے ساتھ جوڑ کر یہ کہتا ہوں کہ ہر ایک کے ساتھ اس شعر کی وابستگی تا ابد رہ سکتی ہے۔

کیا رہوں غربت میں خوش، جب ہو حوادث کا یہ حال
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق سے جدا ہونے پر مجھے شک و شبہہ پیدا ہونے لگے وہ یہ کہ میں ایک غریب بے سہارا آدمی ہوں اور مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس کے برعکس میرے معشوق کو بہت ہی احترام ملتا۔ وہ امیر جاموں میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ جب میں یہ حال دیکھتا ہوں میں اپنے وطن سے فریاد کرتا ہوں غریبوں کے ساتھ عام طور پر کیوں ظلم ہوتا ہے، ساتھ ساتھ میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ ملک میں معشوق کو غربت کے حال پر کچھ نہیں سوچنا وہ سوچ اپنے دل کے لگاؤ سے سوچے۔ محبت خریدی نہیں جاتی محبت کو دل سے حاصل کی جاتی ہے۔ بازار میں محبت بکتی نہیں بلکہ اخلاق اور دل سے محبت پیش ہوتی ہے۔ اسی لئے اس وطن میں غریب لوگ رہتے ہیں لیکن دل کی وفائی اور بے وفائی ان سے جدا ہے کوئی غریب امیر کو اپنا دل پیش کرتا ہے اور کوئی امیر غریب کو اپنا دل پیش کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ معشوق اور محبوب کے دائرے اختیار میں دل کا ہی سمجھوتہ ہے اس میں امیری اور غریبی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مطلب بلالحاظ مذہب وملت دل کو کسی غیر دل کے ساتھ محبت ہو جائے اس

میں انسانیت کا تقاضا ہی رہتا ہے۔

۲۔میں نے پہلے ہی یہ بتایا کہ شخصی راج میں زیادہ تر امیر لوگوں کا رجحان رہا ہے۔جس سے غریب لوگوں کا رجحان کم رہ کر ملک میں ترقی نہ ہو سکی۔شخصی راج کے دوران ترقی ہوئی ہے وہ کسی خاص خاص بات پر اور خاص خاص تجویز پر۔اسی لئے شاعر نے یہ شعر آزادی کے دوران نہیں لکھا بلکہ شخصی راج کے دوران لکھا ہے۔اسی لئے غربت کا حوالہ دیا ہے۔بقول شاعر وہ غربت کے ماحول میں خوش نہیں ہے یہ بتانے سے ہمیں اتفاق ہونا چاہئے جمہوری طرز نظام میں بھی ہم اس وقت بھی غربت دیکھ کر محسوس کر کے خوش نہیں رہتے۔غربت ہونے کے ناطے مجھ سے امیر لوگ کوئی بھی محبت نہیں کرتے۔نہ ان کے گھر والوں کا حال پوچھتے ہیں۔امیر لوگ مست رہتے ہیں۔امیر لوگ لوگوں پر کہانیاں لکھتے ہیں لیکن جب یہ حال دیکھتے ہیں تو ہم غریب لوگ محسوس کرتے ہیں کہ کس پر ہم کہانیاں لکھیں۔اگر ہم امیر ہوتے تو ہم پر بھی کئی نامہ درج ہوتے۔امیر لوگوں کی تواریخ لکھی جاتی ہیں غریب لوگوں کی نہیں۔اسی لئے میں اس شعر کو جمہوری طرز کے حکمرانوں کے ساتھ بھی جوڑتا ہوں لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ امیر اور غریب میں فرق ہے۔جمہوری طرز نظام میں ملک میں جو محنت کرے گا وہ امیر بن سکتا ہے۔غربت کا جامہ جلا سکتا ہے اسی لئے کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو اس وقت بھی ملک میں محنت کش نہیں ہیں۔محنت کش نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھی امیر کی حالت دیکھ کر کہنے لگے ہیں۔کیا رہوں غربت میں خوش جب میرے پاس امیری کے جامے میسر ہی نہیں۔اسی لئے میں اس جمہوری نظام سے دور رہنا پسند کرتا ہوں ساتھ ساتھ اگر ایسی سوچ جمہوری نظام میں کوئی شخص سوچے گا وہ بھی غلط ثابت ہوگا کیونکہ محنت کش آدمی کو محنت کے تقاضے کے حساب سے امیری کے جامے میسر ہوتے ہیں۔اگر جمہوری طرز نظام میں کوئی امیر ہوتا ہے تو وہ محنت کش نہیں ہوگا اس کو بھی غربت کا حشر دیکھنا پڑتا

ہے۔ اسی لئے غالب کے اس شعر کو میں جمہوری طرز حکومت کے ساتھ اور شخصی راج کے دوران بھی جوڑ سکتا ہوں۔ یہ شعر زمانۂ حال میں تا ابد ہر ایک شہری یاد کرے گا۔

خزاں کیا؟ فصل گل کہتے ہیں کس کو؟ کوئی موسم ہو
وہی ہم ہیں قفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ لوگ خزاں کے موسم سے خوش نہیں ہے لوگوں کے مطابق خزاں کا موسم ٹھیک نہیں ہے وہ اس لئے کہ اس موسم میں فصل کاٹی جاتی ہے اسی طرح سے گل کی فصل بھی کاٹی جاتی ہے۔ مطلب جو گل بچتے ہیں ان کو باغوان کاٹتا ہے تاکہ سوگندی گل کی بُو خراب نہ ہو جائے۔ گلدستہ بنا کے دس پندرہ دن کسی خاص جگہ پر رکھتا ہے۔ ہندو لوگ ان پھولوں کو سوکھاتے ہیں۔ اس لئے ایسے موسم کو لوگ نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کیونکہ باغ کا چرچا کم ہوتا ہے، لوگ باغ میں بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ کئی لوگ اسی لئے نفرت کرتے ہیں کیونکہ لہلہاتا کھیت دیکھنے میں نہیں آتا لیکن اس کی وضاحت شاعر یوں کرتا ہے کہ وہی خزاں میں ہوں۔ اسی خزاں کو بار بار پکارتا ہوں۔ پکار کر یہ کہتا ہوں کہ اب خزاں کا موسم آیا کیونکہ بہار میں اپنے معشوق کے ساتھ ملاقات ہوئی ہی نہیں اور اس خزاں میں مَیں افسوس کر رہا ہوں کہ آج تک معشوق کے ساتھ جدائی میں ہی رہے اور ماتم اس بات کا کرتا ہوں کہ بہار کے موسم میں بال کالے رہے لیکن خزاں کے موسم میں ان بالوں کو دیکھ کر ماتم چھانے لگتا ہے۔ بال سفید دیکھ کر رو رہا ہوں کہ زندگی بھر کیا حاصل کیا۔ اسی لئے روتے روتے کہنے لگتا ہوں کہ لوگوں کو خزاں سے نفرت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ خزاں کے بعد ایسا موسم بھی آتا ہے جسے کسی نہ کسی وقت خدا کے پاس جانا ضروری ہے۔ مطلب اس دنیا سے قیام ختم ہونے والا ہے، اگرچہ بوڑھاپا قید خانے کی زندگی بنی ہے لیکن پھر بھی میں اس خزاں کو برا بھلا نہیں کہنے والا جیسے میرے دوسرے ساتھی اس موسم کو تعریف کی نظروں

سے نہیں دیکھتے ہیں۔

۲۔ جمہوریت کے دور میں بھی کئی رہنماؤں ، دانشوروں کا کسی کاروبار میں کام کرنے یا دیگر شخص کا موسم کے لحاظ سے تبدیلی دیکھنے میں آتی ہیں وہ یہ کہ جب وہ رہنما بنتے ہیں یا کسی ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہیں اس وقت ان کی بات چیت میں طاقت محسوس کرتے ہیں، لیکن جب بوڑھاپا ان کا دیکھتے ہیں ان کے ہر ایک چیز میں تبدیلی محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر ایک نظام میں جمہوریت یا شخصی راج کے دور میں موسمی تبدیلی کی طرح لوگوں کی جان و مال میں بھی مختلف تبدیلیاں محسوس کرتے ہیں۔ اسی لئے اس شعر کو جمہوریت کے ساتھ بھی وابستہ کر سکتے ہیں۔

قفس میں ہوں، گر اچھا بھی نہ جائیں میرے شیون کو
مرا ہونا برا کیا ہے نواسنجان گلشن کو

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ کئی وجوہات سے اگر چہ مجھے معشوق نے قید کر رکھا ہے لیکن یہ قید خانہ دوسروں کے دیکھنے سے اچھا نہیں ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کے معشوق نے محبوب کو گرفت میں رکھا ہے تو وہ مختلف رائے دے کر یہ کہہ رہیں کہ اس سے بہتر ان کو مرنا ہی چاہئے۔ جب دونوں دُنیا میں مختلف مختلف کارناموں کے لطف ہی نہیں اُٹھاتے ۔ اس گلشن میں ان کو غلام کے طور پر پکارا جائے گا اور دوسرے ایسے بھی اشخاص ہیں کہ وہ بتا رہے ہیں کہ معشوق نے اگر محبوب کو پنجرے میں رکھا ہے یہ گرفتاری معشوق کے لئے ایک امتحان کا باعث ہے کیونکہ اس پنجرے میں امتحان لیا جاتا ہے۔ اگر اس امتحان میں کامیاب ہوئے تو ضرور فائدہ ملنے کا امکان ہے۔ مطلب خدا کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں ہر ایک کی شکایت اور تعریف لوگوں کے سامنے لاکر پرکھی جاتی ۔ لوگ ہر ایک بات پر غور کر کے ہی جواب دیتے ہیں۔ اسی طرح سے

جمہوری نظام میں کسی کی غلط فہمی امتحان کے طرز کے مطابق لی جاتی پھر لوگ اپنی رائے دے رہے ہیں۔ اسی لئے جمہوری نظام میں امن درہم برہم نہیں کرنا چاہئے۔ عین وقت پر غلط فہمی کا جواب لوگ اپنے چناؤ پرچے کے ذریعے ہی دیتے ہیں اور پھر اکثریت کے حساب سے ہی دونوں حرفوں کا نتیجہ فراہم ہوتا ہے۔

مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے
دامِ خالی قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب بھی وہ امیروں کا رہن سہن دیکھ کر ہی بہت ہی متاثر ہوتے ہیں۔ وہاں پر بہت سی مہنگی چیزوں کو دیکھتے ہیں جن کی قیمت حد سے زیادہ ہے۔ یہ دیکھ کر غریب کو (یا مجھے) محسوس ہوتا ہے کہ میرے پاس اتنے پیسے ہے ہیں نہیں تو میں کیسے ان چیزوں کو سنبھالوں اور ان چیزوں کے بارے میں دام پوچھوں۔ کیونکہ مجھے غربت نے گرفتار کیا۔ مطلب میرے پاس اتنے پیسے ہے ہی نہیں کہ میں ان چیزوں کو گھر میں سجاؤں اور ان کو دیکھ کر دلی سکون حاصل کروں۔ مطلب جب میں معشوق کو ہر طرح سے بہت ہی اثر ورسوخ والا پاتا ہوں تو میں اپنے دل اور دماغ کو گراوٹ کے اصولوں میں سمجھتا ہوں۔ گراوٹ اس لئے نہیں کہ میں کم ہوں مجھ میں دم ہے لیکن نامِ معشوق نہیں، نامِ محبوب ہے۔ اسی لئے مجھے میرے دل کو دام پوچھنے والا نہیں ہے اگر مجھے خدا نے حسن نہیں دیا ہے لیکن عقل دے دی۔ اسی عقل کے بل بوتے پر میں ہر ایک چیز، ہر ایک ماحول کا مقابلہ کرسکتا ہوں۔ مجھے معشوق نے گرفتار کیا ہے۔ اس گرفتاری کے وجہ سے میں اپنے آپ کو قید خانے میں سمجھتا ہوں کیونکہ مجھے محبوب کے ساتھ گہرا دلی لگاؤ ہے۔ اسی دل نے کسی اصول پر گرفتار کیا ہے۔ جس طرح ایک بلبل پنجرے میں دیکھ کر کہتے ہیں یہ بلبل کیوں قید خانے میں ہے اس کی اُڑان ہے ہی نہیں کیا وجہ ہے پنجرے میں اس کی اتنی قیمت ہے جس سے مالک خوش ہوتا ہے۔

۲۔جمہوری طرز نظام میں غریبی اور امیری کا حق ایک ہی ہے فرق صرف اس بات کا ہے کہ غریب کئی چیزوں کا محتاج رہتا ہے کیونکہ اس کے پاس اتنے وسائل نہیں ہوتے کہ وہ اپنا رہن سہن امیروں کے برابر رکھیں۔ دولت کے وجہ سے غربت کا ماحول دیکھنا پڑتا ہے۔حق اور حقائق ایک ہی ہے۔ جمہوری طرز نظام میں کسی کو بھی الگ الگ حق نہیں ہے۔ ایک ہی حق ہونے کے ناطے امیر غریب بن سکتا ہے اور غریب امیر بن سکتا ہے۔ جمہوری طرز نظام میں محنت ہی سب کچھ ہے اسی لئے جمہوری طرز نظام کو محنت کشوں کا آفتاب بھی کہتے ہیں۔ یہ نہ سمجھنا بلبل کی طرح پنجرے میں ہے۔

اک نو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ
چہرہ فروغ مے سے گلستاں کیے ہوئے

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب ہم فرصت سے معشوق کو ملتے ہیں تو اس کا چہرہ دیکھ کر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بہار پر ناز ہے۔ جس طرح معشوق کے نور کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ہماری نگاہیں ان کے چہرے کو دیکھ کر تعریف کرنے لگتی ہیں۔ اتنی تعریفیں کہ ہم معشوق کے چہرے کی مشابہت گلستان سے کرتے ہیں۔ مطلب شاعر کا یہ ہے کہ بہار کے موسم میں ہم ناز ونخرے سے ہر ایک نور کی تعریف کرنے لگتے ہیں جب کسی کو بہار کی جدائی محسوس ہوتی ہے اور جدائی کے وقت وہ یاد کرتا ہے کہ معشوق کا نور دیکھوں اور بہار کا انداز لاکر بہار پر ناز ونخرے کروں یہ تب ہوسکتا ہے جب ان کی نگاہیں میرے چہرے پر پڑسکتی ہیں۔ گلستان میں بیٹھ کر اپنی جدائی کا صدمہ سنانا اور معشوق کے ساتھ ملنے کے لئے کیا کیا اندازہ بیان کرنا جیسا کہ خود شاعر فرماتے ہیں کہ ''اک نو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ'' مطلب ہم بہار کی نگاہوں پر تاڑتے ہیں۔ ان نگاہوں کو تاڑنے سے ہی ہم چہرہ معشوق کا فراخ دلی سے گلستان میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ شاعر کا اندازہ ہے کہ محبوب کی جدائی پر ہم گلستان میں بھی سوچ کر اس کے چہرے کا اندازہ

کر سکتے ہیں۔

۲۔ جب ہم ملک میں کوئی خوشی کی لہر دیکھتے ہیں اور معاشی حالت خراب ہونے کی وجہ سے ہم چراغاں نہیں کر سکتے ۔ پھر بھی ہم خوشی کی لہر اپنے اپنے چہروں سے کرتے ہیں ۔ وہ یہ کہ جب کوئی شہری ہمیں راستے میں ملتا ہے وہ کسی خاص خوشی کی وجہ سے مبارکباد پیش کرتا ہے ۔ مطلب وہ ملک کی جیت پر اظہارِ خوشی بیان کرتا ہے ۔ اسی طرح ہمیں بہار میں نہیں بلکہ جاڑے میں بھی اپنی نگاہوں کو ملک کی اچھائی پر جمہوری طرز نظام کے لئے خوش آمدید آپس میں کہنا چاہئے ۔ اور جاڑے کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے ۔

غنچہ غالب

غالب نے اپنی غزلوں کے اشعاروں میں گل، گلستان اور بلبل کے بارے میں بہت سے شعر فرمائے ہیں، میں نے غنچہ کے بارے میں ایک ہی شعر پڑھا۔ ممکن ہے بہت سارے شعر بھی غنچہ کے بارے میں لکھے ہوں گے لیکن میری نظر سے ایک ہی شعر گزرا، اگر چہ گلوں کو کاٹ کر گلدستہ کی صورت میں سجاتے ہیں یا مالا بناتے ہیں لیکن غنچہ جو لفظ ہے یہ فارسی زبان میں ہی عموماً استعمال ہوتا ہے۔ فارسی شاعروں نے غنچہ کو مختلف شعروں میں استعمال کیا ہے۔ کشمیری زبان میں بھی غنچہ ایک حرف مانا جاتا ہے پھر بھی میں اس شجر کو غنچہ غالب کے نام سے پکارتا ہوں۔

غنچہ پھر لگا کھلنے، آج ہم نے اپنا دل
خوں کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں جب ہمیں معشوق کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے یہ ملاقات سرعام ہوتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ بے وفائی نہیں رہنے والی اور آخر کار وفائی میں ہی کام ہوتا ہے۔ اس وفائی کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ محبوب اور معشوق بہت دنوں کے بعد

،بہت سالوں کے بعد اور بہت مہینوں کے بعد پھر ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہیں یا اس وفائی پر مختلف رائے دے کر اظہارِ خیال کرتے ہیں کہ ارے پھر یہ غنچہ کھلنے لگا ہے۔ یقین نہیں آتا تھا کہ دونوں دلوں کا آپس میں جوڑ ہوگا لیکن تناؤ میں کس طرح سے کم ہوا اس کی وضاحت نہیں معلوم ہے۔ دراصل ہر ایک سمجھتا ہے کہ معشوق اور محبوب کی جدائی رہنے والی نہیں بلکہ جدائی کو مسترد کر کے وفائی کے حرف میں استعمال ہوتا ہے۔ یہی شاعر کہہ رہا ہے کہ کب انہیں معشوق کے ساتھ وفائی ہو جائے اور غنچے کی طرح میرے دل کو دیکھ کر کہیں کہ دل پھر سے کھلنے لگا ہے۔ مطلب شبِ غم میں زندگی تبدیل ہو کے ملاپ کی صورت میں پائی گئی۔ معشوق کو سوچنا چاہئے اور محسوس کرنا چاہئے کہ بے وفائی کا تناؤ کم ہو جائے اور بے وفائی کو گم نام کر کے وفا میں ہی اپنے دل کو رکھ کر تناؤ کو کم کرے۔ لوگ یہ نہ کہیں کے ان کی وفاداری پر گلدستہ نہیں دیکھتے۔

دراصل گل کو میں نے ایسے تصور میں رکھا ہے کہ ہر ایک گل کو ملک کا شہری سمجھیں اور خاص گل کو شہر کا رہنما تصور کرے۔ اسی لئے بہت سے تناؤ رہنماؤں میں پائے جاتے ہیں آپس میں رہنماؤں کو مخالفت کا تناؤ رکھنے سے امن میں خلل لوگوں میں تناؤ، اقتصادی بحران آتا ہے۔ اسی لئے دونوں کو اکٹھے کر کے سمجھوتہ کے طور پر اور امن رکھنے کے لئے قومی غنچہ کا آغاز کرنا ضروری ہے تاکہ مخالفت لوگوں میں کم پائی جائے۔ یہ مخالفت تب ختم ہو سکتی ہے جب ہم دیانتداری اور آپسی محبت سے چمن میں اپنا اپنا کام نبھائیں اور یکسانیت کی رائے سے ملک کا وقار غنچہ کی طرح کھلنے لگے اور تناؤ کو امن کے واسطے کم پانا چاہئے۔

صورتِ وطن

عموماً گل کی رہائش باغ میں ہی ہوتی ہے لوگ باغوں میں جا کر گل کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح سے غالب نے باغ میں گل کے بارے میں مختلف شعر بیان کئے ہیں۔ ہم باغ کی صورت دیکھ کر اپنا اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔ باغ میں کس طرح سے سجایا گیا ہے یہ دیکھ کر ہم مالی کی محنت پر اپنی رائے دے کر یہ کہہ رہے ہیں کہ مالی باغ کا مالک ہے عام طور پر باغ کے مالی کو کوئی بھی برا نہیں کہتا کیونکہ مالی محنت کر کے باغ کو سجانے کا کام کرتا ہے۔ موسمی حالت ہونے کی وجہ سے باغ کا نظارہ تھوڑا سا خراب دیکھنے میں آتا ہے لیکن خاص کر غالب نے مرغ چمن کے بارے میں بات بتائی کہ بلبل ہی باغ کی رانی ہے۔

باغ میں مجھ کو نہ لے جا، ورنہ میرے حال پر
ہر گل تر ایک چشم خون فشاں ہوجائے گا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے کسی بھی باغ میں نہیں جانا۔ مجھے وہاں جا کر بہت سے خدشات پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ میں گل کو دیکھتا ہوں تو رونے لگتا ہوں کیونکہ ایک چشم

خون فشاں مطلب گل میں شبنم کے قطروں کو دیکھ کر یہ سوچتا ہوں کہ شب غم سے باغ میں اس گل کو کتنا صدمہ پہنچا اور رونے بیٹھ گیا ۔ کیا خدا کو اس کے رحم وکرم پر کوئی احساس نہیں ہوا ۔ میں یہ حال دیکھ کر چشم تر ہو جاتا ہوں لیکن یہ احساس دوسرے بندوں میں نہیں ہوتا ہے ۔ مطلب غالب کہتے ہیں کہ اگر میں باغ میں جاتا ہوں وہاں جا کر مجھے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ میرے ساتھ اگر چہ معشوق نے وفائی نہیں کی لیکن ان گلوں کیساتھ کسی نے بے وفائی کی ہے ۔ تب میں ان کو شبنم کے قطروں سے دیکھ کر محسوس کرتا ہوں کہ شب غم سے انہیں اتنا صدمہ پہنچا ہے ۔ اسی طرح سے معشوق کی بے وفائی پر مجھے صدمہ پہنچا ہے ۔ جس صدمے سے میرے آنکھوں میں آنسو برقرار ہیں ۔ شاعر کا قول ہے کہ اگر میں وفادار رہا، لیکن میری وفائی پر کوئی احترام ہی نہیں ہے ۔ میں باغ میں جا کر اس صدمے کو بھول جاتا ہوں لیکن وہاں پر بھی مجھے صدمہ محسوس ہوتا ہے ۔ وہ یہ کہ گلوں پر شبنم کے قطرے دیکھ کر محسوس کرتا ہوں کوئی بھی غم کے بغیر نہیں ،لوگ باغ میں بیٹھتے ہیں غم کو دُور کرنے کے لئے میں کیسے باغ میں بیٹھوں اور کیسے غم کو دور کروں ۔ جبکہ میں پھولوں کے آنسو دیکھتا ہوں ۔ میں باغ میں جانے کیلئے تیار نہیں ۔

۲ ۔ جب کوئی طالب علم محنت سے تعلیم حاصل کرتا ہے تو وہی طالب علم کامیابی کے راہ پر گامزن ہوتا ہے اور علم حاصل کرنے کے بعد اچھے عہدے پر فائز ہوتا ہے ۔ اسی طرح سے ہمیں ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے جب ایک کنبے بڑے اراکین کو یہ کہتے ہیں کہ آپ کا لڑکا سکول یا کالج نہیں جاتا ہے تو وہ کہنے والے کے ساتھ دشمنی کے انداز سے دیکھتا ہے اور یہ نہیں سوچتا ہے کہ کیا صحیح یا غلط ۔ جب انجام برا دیکھتا ہے تو خود سوچنے لگتا ہے کہ میں کنبے کے احاطے میں نہیں جانا چاہتا ہوں ۔ میرے خیال میں ہر ایک کی رائے کو ترجیح دینی چاہئے ۔ ورنہ غالب کے شعر کی طرح یہ کہیں باغ میں مجھ کو نہ لے جائے ۔ مطلب کنبے کا بڑا رکن یہ محسوس کرتا ہے کہ میں گھر کی حالت دیکھ کر

گھر نہیں جانا چاہتا ہوں۔ اسی لئے کنبے کے بڑے اراکین نے یہ سوچا کہ ہر ایک کی رائے پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ یہ ملک کو بری معاشی حالت میں دیکھتے ہیں۔ ہمیں تماشبین نہیں بننا چاہئے بلکہ ہمیں ملک کی ترقی کے لئے مشورہ دینا چاہئے یہ نہیں کہ ہم بزدل بن کر رہیں۔ ہمیں غالب کے شعر کی طرح بزدل نہیں ہونا چاہئے۔ اس شعر سے معلوم ہوا کہ غالب کم ہمت رہے معشوق کی محبت میں۔

غالب گلہائے وطن

حرف گلہائے کے بارے میں اپنے شعر میں لکھا ہے:۔

رنگ شکستہ صبح بہارِ نظارہ ہے
یہ وقت ہے گلہائے ناز کا

غالب فرماتے ہیں کہ جب کبھی وہ سوچتے ہیں کہ معشوق نے دھوکہ دیا اور دھوکہ میں رہ کر کم ہمت ہوئے، رات بھر سو کر بھی صبح کے وقت نیند نہیں کھلتی، لیکن موسم بہار کے وقت حالت تبدیل ہوئے، مطلب سستی محسوس نہیں کرتا بہار کے موسم میں وہ خود بخود کمرے سے باہر جانا چاہتا ہے اور بادِ صبا کا نظارہ دیکھنا چاہتا ہے یا بادِ صبا سے خوشی محسوس ہوتی ہے، اور بے وفائی یا جدائی کی نیند ہی محسوس نہیں ہوتا ہے۔ مطلب ایک ایسے پھول کی دھڑکن محسوس ہونے لگتی ہے جو پھول خود بخود سیر کو جانے کے لئے دل تڑپتا ہے۔ غالب نے گلہائے حرف استعمال کیا ہے لیکن گلہائے وہ لفظ ہے گل کے ساتھ بہت سارے گلوں کو جوڑ کر گلہائے حرف کہتے ہیں مثلاً کہ جب ایک باغ میں رنگین پھول دیکھتے ہیں اور دیکھ کر گلہائے چمن کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسی طرح سے غالب نے گلہائے حرف کا استعمال کیا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غالب نے غزل کے شعر میں یہ کہا ہوگا کہ انہوں نے معشوق کی بے وفائی ہمیشہ دیکھی اور دیکھتا

رہا تو یہ سوچ کر اس نے موسم بہار کا اندازہ ہی نہیں لگایا۔ مطلب بے وفائی کو اپنے دل میں رکھ کر وہ وفائی میں مبتلا ہونے لگا۔ جیسا کہ وہ موسم بہار میں صبح سویرے اٹھتا ہے اٹھ کر چمن میں جاتا ہے۔ وہاں جا کر بہت سے گلوں کو دیکھ کر گلہائے ناز کے نام سے پکارتا ہے کہ اس وقت ان گلوں کو دیکھ کر مجھے وفائی اور بے وفائی کی شکست نظر ہی نہیں آتی۔ مجھے صبح کے بہار اس گلہائے ناز میں بہت ہی اچھا محسوس ہوتا ہے۔ مطلب میں شکست کی رنگت کو بھول جاتا ہوں ان گلوں کو دیکھ کر مجھے اب وفائی اور بے وفائی سے کوئی لین دین نہیں ہے۔ غالب فرماتے ہیں کہ موسم میں بہار یعنی بچپن میں مجھے معشوق کی تلاش پر شکست حاصل ہوئی اور جب شکست حاصل ہوئی تو مجھے وقت ہی نہیں آیا کہ میں اپنی شکست کو نیست ونابود گلہائے ناز کو دیکھ کر کر سکوں۔ جوانی میں میں نے مست رہ کر بربادی کی راہ پکڑ لی۔ غالب فرماتے ہیں کہ بچپن میں ہی انسان کو اپنے مستقبل کا خیال رکھنا چاہئے تا کہ وہ گلہائے ناز سے محروم نہ ہو جائے۔ مطلب وہ اپنے آپ کو ایک گلہائے ناز میں شمار کر لے۔ ہمیں بچپن میں جوانی اور بڑھاپے کا خیال ضرور رکھنا چاہئے۔

ملک کی بہبودی، ملک کی ترقی ہمیشہ ایک شہری کو اپنے دل میں رکھنی چاہئے تا کہ ملک کا نصب العین اچھا رہے۔ یہ نہ سوچیں کہ جوانی ہے یہ سوچنا کہ جوانی میں ہی بوڑھاپے کا خیال رکھیں۔ ملک کا خیال ہر ایک شہری کو دل میں رکھنا چاہئے۔ ملک کا مستقبل اچھا رہنا چاہئے۔ یہ نہ سمجھے کہ بہار موجود رہتی ہے۔ بہار کم وقت کیلئے رہتا ہے، پھر دوسرا موسم آنے سے پہلے انسان کو اس کے مقابلے کیلئے تیار رہنا چاہئے اور یہ تیاری اقتصادی حالت کے طور طریقوں سے رکھنی چاہئے۔ تا کہ ہر ایک آفت سے ملک کو اور قوم کو بچایا جائے۔

گلدستہ غالبؔ

گلدستہ تب ممکن ہے جب ہمارے پاس بہت سے گل دستیاب ہوں ۔ بہت سے گل ملا کے گلدستہ بنتا ہے ، اسی طرح سے اپنی غزلوں میں غالب نے گلدستہ کے بارے میں شعر یوں بیان کیا ہے۔گلدستہ ہمارے رواج کے مطابق تب پیش کیا جاتا ہے جب کسی تقریب میں شرکت کریں ۔ اس تقریب میں خصوصی مہمان کو گلدستہ پیش کر کے عزت افزائی کرتے ہیں ۔

ستایش گر ہے زاہد اس قدر جس باغِ رضواں کا
وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاق نسیاں کا

ا۔غالب اپنی شاعری میں زیادہ تر حرف ،شراب اور دل کا استعمال کرتے رہا لیکن اُوپر کے شعر سے میں نے سوچا کہ غالب نے باغ میں بیٹھ کر شراب کا مزہ لیا ہے، ورنہ شاعر یہ نہیں فرماتے کہ 'ستایش گر ہے زاہد' مطلب کسی شراب نہ پینے والے نے غالب کو جب باغ میں شراب پیتے دیکھا تو کہا کہ یہ شراب پینے کی جگہ نہیں ہے باغ میں ہمیشہ آرام اور غم دفاعی کے لئے بیٹھتے ہیں نہ کہ شراب پینے کے لئے ۔ جب غالب کو شراب نہ پینے کے لئے کہا ہوگا تو غالب نے فرمایا ہوگا کہ گلوں کو دیکھ کر شراب پینے

میں مزہ آتا ہے۔ باغ میں پینے سے کوئی ہلچل نہیں مچ سکتی ہے۔ اگر کوئی پیئے بھی تو حرج کیا ہے۔ غالب نے نشہ نہ کرنے والے سے یہ کہا ہوگا کہ آپ کا میں احترام کرتا ہوں۔ احترام اس بات کا کرتا ہوں کہ آپ میری محفل کے لائق نہیں ہو۔ آپ طاق ہو میں جفت ہوں۔ اسی لئے طاق کا حکم تسلیم کرتے ہیں اس تسلیم سے میں عزت افزائی اور احترام کیلئے زاہد کا نام لیتا ہوں اور زاہد حرف سے نام رکھ کر گلدستہ بطور احترام پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ ایک گلدستہ کے صورت میں میری محفل میں پیش آئے۔ جب باغ میں جاتا ہوں میں معشوق کا غم محسوس کرتا ہوں۔ مجھے بہت طریقوں سے باغ میں حاضر ہونے کے لئے دعوت نامے بھی موصول ہوتے ہیں۔ میں جانا نہیں چاہتا ہوں مجھے باغ کے مختلف پھول حاضری کی دینے کے لئے تلقین کرتے ہیں۔ میں ان کی تلقین کو مسترد کرتا ہوں لیکن پھولوں کے ساتھ میں بے حد وفائی کرتا ہوں۔ وفائی کے ناطے جب میں باغ میں بیٹھتا ہوں تو مجھے معشوق کا ذکر یاد آتا ہے اور چاہتا ہوں کہ میں باغ میں نہیں بیٹھوں۔ مگر میں کروں کیا۔ مجھے پھولوں کی وفائی نبھانی ہے، پھولوں کی وفائی کے لئے میں زاہد کا نام نہیں دے سکتا۔ اسی لئے پھولوں میں بیٹھ کر اپنے نشے میں برقرار رکھ کر معشوق کو بھولتا ہوں اور پھولوں کے دعوت نامے پر میں ان کی وفائی، حاضری اور پینے سے ہی کرتا ہوں۔ اگرچہ میری وفائی اور حاضری پر مجھے گلدستہ پیش کرتے ہیں لیکن میں اس گلدستے کے لائق نہیں ہوں میں اس گلدستے کو زاہد کے احترام پر پیش کرتا ہوں۔ جس کو نشے کا کوئی بھی تلخی نہیں محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح سے معشوق کو جب میرا خیال ہی نہیں ہے تو میں اس وقت گلوں کو کاٹ کر ایک گلدستہ بناتا ہوں اور اس سے معشوق کو پیش کرتا ہوں تاکہ معشوق کو یہ اطلاع دیں کہ آپ کے محبوب کو اتنی وفائی ہے کہ وہ ہمارے گلوں کے ذریعے وفائی پیش کرتا ہے۔ اسی لئے زاہد جو باغ میں حاضر ہے وہی یہ گلدستہ میرے معشوق کے حوالے

کرے۔ کیونکہ میرے نشے پر زاہد نے اعتراض اُٹھایا۔ گنہگار ہوں جس نشے کا مجھے قائدے قانون کے تحت نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن معشوق کی وفائی کی وجہ سے قانون کو توڑا اور نشہ کرنے سے گنہگار ثابت ہوا۔ میں گنہگار معشوق کے پاس حاضر نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے زاہد کو گلدستہ پیش کرنے کیلئے تلقین ودرخواست کرتا ہوں۔

۲۔ ہمیں ہمیشہ اپنے گھر میں ملک میں ریاست میں دنیا میں اُن کا استقبال کرنا چاہئے جو کہ اس کے مستحق ہوں ورنہ جب بھی کوئی کسی کا استقبال کرنے بیٹھتے ہیں تو بہت سی اچھی یا بری باتیں اس مہمان کے بارے میں سنتے ہیں۔ ان دونوں کو نچوڑ کر گلدستے کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جو اس کے دائرے میں آتا ہو۔ ورنہ گلدستہ کا احترام ضائع ہوسکتا ہے۔

حسرت نے لا رکھا تری بزم خیال میں
گلدستۂ نگاہ، سویدا کہیں جسے

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب بھی میں کسی بزم میں حاضر ہوتا تو وہاں پر معلوم نہیں کیوں معشوق کے ہی بارے میں باتیں کہتے ہیں۔ کیا معشوق کے بغیر کوئی اور نہیں۔ جب کبھی میں محفل میں بیٹھتا ہوں تو وہاں پر صدارتی بھی پہلے معشوق کے بارے میں ہی اُچھالتا ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ بار بار معشوق کے ہی باتیں کرنا۔ جب میں ان کی بزم میں بھی بیٹھتا ہوں تو ان کے بزم میں غیر موجودگی کے بارے میں تحقیقات کرنے بیٹھتے ہیں کئی کہتے ہیں کہ غیر حاضر کیوں رہے اور غیر حاضری پر بہت سے مقالے پڑھتے ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں اور اب میں سوچتا ہوں کہ میں ان کی نگاہوں کو محفل میں حاضر رکھوں اور ان پر ایک گلدستہ پیش کروں۔ اگرچہ ان کے غیر حاضری کی یقین ہوجائے کہ میں نے انہیں آنکھوں سے ہی احترام کرتا ہوں اور احترام کر کے ہی رہوں گا۔ مطلب غالب کا یہ کہنا ہے کہ وفائی ہو یا بے وفائی ہر

ایک بزم میں انہی کا نام اور انہی کے بارے میں ہر ایک آدمی سوالوں سے بوچھاڑ کرتا ہے۔ان سوالوں کا جواب بزم میں کیا دوں۔ میں ہر ایک سوال کا احترام کرتا ہوں یہ احترام میں اپنی نگاہوں سے معشوق کو کرتا ہوں اور اپنی نگاہوں سے ہی گلدستہ پیش کرتا ہوں۔

۲۔ہمیں بزم میں ہر ایک کو احترام کی نگاہوں سے دیکھنا چاہیئے ہم استاد کے پاس بیٹھے ہوں اُستاد کا احترام کرنا چاہیئے اور ہمیں بے وفائی کسی بھی کام میں نہیں نبھانی چاہیئے۔خواہ وہ سخت سے سخت کام کیوں نہ ہو۔ہمیں اس انداز سے کام نبھانے چاہئیں کہ ہمارے مشکل سے مشکل کام کو انجام دینے کے بعد کوئی احترام ملے۔ضروری نہیں کہ لوگ ہمیں گلدستے پیش کریں گلدستہ کے بجائے وہ اپنی زبان سے ہمارا احترام کریں وہ بھی گلدستہ کے برابر تسلیم کیا جائے گا۔ہمیں کبھی بھی یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ ہمیں گلدستہ نہیں چاہیئے۔گلدستہ پکڑنے سے قوم میں احترام اور عزت سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔اس سے ہماری زندگی کا استقبال ہر ایک شعبے میں موجود رہے گا اور اس قسم کا استقبال مستقبل قریب میں بھی رہنا چاہیئے تا کہ ہر ایک قوم بلحاظ مذہب وملت استقبال کے لفظ سے پیش آئے۔

دیدوں سے دیدارِ غالبؔ

میں غالب کی غزلوں پر دو قسم کا رجحان بیان کرتا ہوں۔ پہلے غزل قائدے کے مطابق شعروں کے بارے میں تذکرہ بیان بتاتا ہوں، دوسرا میں غالب کے شعروں کو ملک کے مفاد کے ساتھ جوڑتا ہوں۔ اپنے خیالات شعروں کے ساتھ جوڑ کر بتاتا ہوں۔ میں نے غالب کی شاعری کو جمہوری طرز نظام کے ساتھ جوڑا ہوں۔ اسی لئے ان مندرجہ ذیل اشعاروں کو جو کہ غالب نے غزلوں میں لکھے ہیں الگ حرفوں میں میں نے چھانٹ کر رکھیں ہیں۔ جس میں ایک حرف 'آنکھ' کا ہے جو کہ مختلف غزلوں کے شعروں میں لکھا ہے۔

اگر سمجھا یا سوچا جائے تو ہمیں شخصی دور میں یا جمہوری طرز نظام میں اس بات کا جائزہ ضروری لینا ہے کہ ملکی مفاد کے لئے آنکھوں کا رجحان بہت ہی ضروری ہے۔ مطلب جب ہم کوئی کاروبار کرتے ہیں تو وہ اپنے دیدوں سے ہی کرتے ہیں۔ پھر پہلے دیدوں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں آنکھیں ہر دور میں لوگوں کے لئے ایک نعمت ہے جس نعمت کو اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کو بخشی ہے۔ بینائی کے بغیر کوئی کام کرنا

بہت مشکل ہے۔ جمہوری طرز نظام ہو شخصی دور ہو ہمیں بینائی سے ہی کام نبھانا ہے۔ دفتری طوالت، علاج ومعالجہ، عدالتی طوالت، مطلب روزہ مرہ کی طوالت کا جائزہ اپنی بینائی سے ہی لیا کرتے ہیں۔ کوئی حکیم ہو یا کوئی ڈاکٹر یا کوئی وکیل ہو اس کو اپنی بینائی سے ہر دور میں لوگوں کو سکون دینا اور انصاف کرنا ہے۔ کسی کو اپنی بینائی سے کوئی غلط کام نہیں کرنا چاہئے۔

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا

ا۔اب میں پہلے غزل کے شعر کا مفہوم بتا رہا ہوں۔ غالب نے جو بھی شعر حرف 'آنکھ' کے بارے میں اپنی غزلوں میں لکھا ہے وہ خواب کے ساتھ بھی وابستہ کیا ہے۔ عموماً ہم دوسرے غزلوں گو کی غزل پڑھتے ہیں انہوں نے بھی اپنے اپنے شعروں میں آنکھ کو خواب کے ساتھ جوڑا ہے۔ اسی طرح سے غالب نے بھی یہ شعر حرف آنکھ کو خواب کے ساتھ جوڑا ہے۔

شاعر فرماتا ہے کہ انہوں نے خواب میں معشوق کو دیکھا جس نے بہت سے باتیں کی اور وفائی کا جلوہ بھی دکھایا لیکن جب میں نے سوچا کہ کس طرح معشوق میرے پاس بیٹھی ہے۔ بہت دنوں سے اس کی تلاش میں رہا وہ کبھی میرے پاس نہیں بیٹھی اور آج وفائی کے مناظر نظر میں آتے ہیں یہ خواب دیکھ کر جب نیند سے بیدار ہوتا ہوں تو سوچا نہ اس کی سچائی اور نہیں اس کا مطلب۔ اسی طرح سے غالب کہتے ہیں کہ ہم بہت سے ایسی باتیں دن بھر سوچتے ہیں جن کا تصور ہی بعد میں فنا ہو جاتا ہے۔ ایسا تصور کبھی بھی دل میں نہیں رکھنا چاہئے۔ اس تصور کو دل میں رکھ کر عمل میں لا سکوں ورنہ وقت ضائع کرنا اور دماغ فضول خرچ کرنا یہ صحت کیلئے بیکار ہیں۔ اسی طرح آنکھوں سے جب ہم کسی غیر کو دیکھتے ہیں خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ بری نظر سے نہیں

دیکھنا چاہئے۔ دیکھ کر خدا سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ خدا نے حسن اپنے طریقہ سے عطا کیا۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں بہت سے رہنما تقریر کرتے ہیں اور لوگوں کو خوش رکھنے کے لئے یہ بتاتے ہیں کہ ہم سخت سے سخت کام لوگوں کے لئے عمل میں لائیں گے۔ لیکن بعد میں یہ ایسا ہی خواب محسوس ہوتا ہے جیسا کہ غالب نے اوپر کے شعر میں تذکرہ بیان کیا ہے۔

بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے، تو کیا!
بات کرتے کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب ہم معشوق کو دیکھتے ہیں تو اس کی وفائی سے اپنا دل ہمیشہ کیلئے وابستہ کرتے ہیں، لیکن مجھے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ اس عشق میں دوسرا امتحان بھی اللہ تعالیٰ ہم سے لے لیتا ہے۔ وہ یہ کہ جب ہم دوسری معشوق کو راستے میں دیکھتے ہیں تو ہمارے دل میں بے وفائی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اسی کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کرنا چاہتے ہیں لیکن ایسا کرنے سے آنکھوں اور دل کو پرہیز کرنا چاہئے اور اپنے ہونٹوں پر تالا لگانا چاہئے۔ کیونکہ جب دل میں ایسا تصور پیدا ہوگا تو اس وقت برے تصور کو بالائے طاق رکھ کر یہ کہنا چاہئے یا یہ تقریر کرنی چاہئے کہ خدا نے مختلف شخصوں کو اپنی اپنی وفائی اور زندگی اپنے اپنے معشوقوں کے ساتھ وابستہ کی ہے۔ غیر معشوقوں کے ساتھ وابستگی کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور وابستگی اپنے ہی معشوق سے رکھنی چاہئے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام کے ساتھ میں اس شعر کو وابستہ کر کے بتانا چاہتا ہوں کہ آنکھوں میں وفا کی لرزش کم رہتی ہے۔ لوگ آزاد خیال کے ہیں اور ہزاروں منٹوں اور سکینڈوں میں آنکھوں کی وفائی تبدیل ہوتی ہے لیکن خوف خدا کو مد نظر رکھ کر ہمیں

جمہوری طرز میں اپنی آنکھوں کو قابو میں رکھنا چاہئے ۔قابو میں رکھ کر ہی وفائی کا نظام برقرار رہ سکتا ہے۔ خواہ وہ سیاسی یا معاشی ہو یا محبت کا ذکر ہو آنکھوں کو لالچ کے ساتھ وابستہ نہیں کرنا چاہئے۔ طرز جمہور میں آنکھیں بالکل آزاد ہے اسی لئے وفائی کا خیال ہمیشہ برقرار رکھنا چاہئے اور خوفِ خدا کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔

نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اُس جراحت پر
کیا سینے میں جس نے خونچکاں مژگان سوزن کو

۱۔غالب فرماتے ہیں کہ جب بھی ہم کوئی اچھی بات یا بری بات سنتے ہیں تو ہماری آنکھوں میں آنسو آتے ہیں۔ کیونکہ سینے میں دھڑکن محسوس ہوتی ہے خوشی اور ماتم کے وقت یہ واقعات رونما ہوتے ہیں۔ میں معشوق کو کہنا چاہتا ہوں جب آپ مجھے راستے میں دیکھو گے تو آپ کی آنکھوں میں ایسی حالت نمودار ہو گی کیونکہ آپ کو میری وفائی کی یاد ضروری آئے گی ۔اس وفائی کے لحاظ سے آپ کو ایسے حالات میں وفائی نمودار ہو گی لیکن جب میں آپ کو دیکھوں مجھے ایسے واقعات ضرور رونما ہو جائیں گے آپ نے اپنے سینے میں مجھے پناہ نہیں دی لیکن میں نے آپ کو اپنے سینے میں پناہ دی ہے۔اسی لئے مجھے ایسے واقعات رونما ہو سکتے ہیں۔آپ کی آنکھوں کے مژگان دیکھ کر مجھے محسوس ہو جائے گا کہ تیری آنکھوں میں ٹھیک طرح سے سمایا ہوں۔مطلب غالب فرماتے ہیں کہ پاک محبت میں آنکھوں کو بری حرکت سے نہیں استعمال کرتا ہوں۔

۲۔جب جمہوری طرز نظام میں ہم کوئی خوشی کی لہر دیکھتے ہیں اور دیکھ کر خوش رہتے ہیں یا کوئی اچھی خبر سنتے ہیں سن کر ہماری آنکھوں میں آنسو آنے لگتے ہیں۔اس کا مطلب ہمیں ملک کے ساتھ خونی وابستگی ہے۔ ہم ملک کے وفادار ہوتے ہیں خواہ وہ غریب ہو یا امیر ہو۔ایسی لہر دیکھ کر ان حالاتوں کا تصور آنکھوں میں ضرور آتا

ہے۔ جذبہ ملک جذبہ وطن آنکھوں سے وابستہ ہیں۔

یہ کہہ سکتے ہو "ہم دل میں نہیں ہیں؟" پر یہ بتلاؤ
کہ جب دل میں تمہیں تم ہو، تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو؟

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ اے معشوق آپ مجھے یہ کہتے ہو کہ معشوق کے دل میں آپ کی جگہ نہیں ہے۔ آپ کا یہ تصور کیسے بتا ئیں یہ بات صحیح نہیں ہے جب وہ مجھے راستے میں آنکھوں سے دیکھتی ہے وہ شرم کے مارے اپنی آنکھوں کو نیچے رکھتی ہے۔ اگر اس نے میرا دل اپنے دل میں نہیں رکھا تو اس کی آنکھیں نہاں کیوں ہے اس کا مطلب وہ بھی میرے دل میں ہے اور میں بھی اس کے دل میں ہوں۔ مطلب شاعر فرماتے ہیں کہ دل کے وابستگی آنکھوں سے بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ ہمیں اپنی محبت کا طرز آنکھوں سے ہی مل سکتا ہے۔

۲۔ جب ہم جمہوری نظام میں کبھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ملک کے وفادار نہیں لیکن جب ملک میں خوشی کی لہر دوڑتی ہے تو اس وقت سبھی کی آنکھیں اسی تصور کے ساتھ حاضر ہوتی ہیں اب کونسی بے وفائی ہے، ہاں بے وفائی اسی لئے محسوس ہوتی ہے کہ آنکھوں سے اقتصادی بحران نہیں مٹ سکتا ہے۔ محنت اور کام کاج سے اقتصادی بحران مٹ سکتا ہے اور آنکھوں سے ملک کی وفاداری بڑھ سکتی ہے۔ ہمیں آنکھوں سے وفاداری پیش کرنی چاہئے۔ جیسا کہ کسی دشمن کو ملک کے خلاف پاتے ہیں تو اسی وقت اس دشمن کو نیست ونابود کرنے کیلئے اہلکاروں کے ہاتھ سونپا جانا چاہئے اور آنکھوں سے ہی ملک کی حفاظت ہوسکتی ہے۔ اسی کو ملک کی وفائی کہتے ہیں۔

آنکھ کی تصویر سرنامے پہ کھینچی ہے، کہ تا
تجھ پہ کھل جاوے کہ اِس کو حسرتِ دیدار ہے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کو پردہ ضرور کرنا چاہئے۔ پردہ نہ ہونے پر معشوق

کی آنکھیں دیکھ کر سب ترستے ہیں، آنکھ کو دیکھ کر دوسری آنکھ تصویر کھینچتی ہے اور تصویر کھینچ کے اپنے دل میں یہ کہتا ہے کہ میں اس کی صورت دیکھ کر بہت ہی متاثر رہا۔ مجھ میں حسرت ہے کہ ایسی شکل میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ شاعر فرماتے ہیں کہ ایسے معشوق کی ہر ایک چیز پردے میں ہی رہنی چاہئے۔ تاکہ کوئی آنکھ سے تصویر نہ کھینچے اور ان کی زبان سے کچھ ایسے الفاظ نکلیں جو کہ میری وفائی کے خلاف ہیں اگر چہ میں آپ کے ساتھ محبت کا رشتہ رکھتا ہوں یہ نہ سمجھنا دوسرے کسی آدمی کو آپ کے عزت کے خلاف کچھ بولے وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے میری گذارش ہے کہ اپنی آنکھوں کو شرم کے مارے پردہ میں رکھیں ورنہ وفائی بے وفائی میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

اگر آج کل کے زمانے میں اس شعر کو پڑھیں گے تو روایت کے ساتھ بھی جوڑ سکتے ہیں۔ شاعر نے سچ کہا ہے کہ دن میں ہماری آنکھوں پر ہزاروں آنکھوں کی نظریں پڑتی ہیں۔ چلتے ہوئے ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کہاں پیدل چلنا ہے چلتے ہوئے ہماری نظر بہتوں پر پڑتی ہیں مگر ہم سبھی کی تصویریں نہیں کھینچ سکتے۔ ہم کسی خاص شخص کی تصویر کھینچ کر دل میں رکھ سکتے ہیں۔ وہ شخص ہمارے ساتھ دس بارہ بار ملا ہوا ہونا چاہئے اس کی تصویر کو ہم کھینچ سکتے ہیں۔ شاعر کا مطلب میں یہب یان کرر ہا ہوں کہ جس کے ساتھ دل وابستہ کیا ہوا سی کی تصویر آنکھوں سے کھینچ سکتے ہیں ورنہ عام لوگوں کی شکلیں آنکھوں سے نہیں کھینچ سکتے صرف سڑکوں اور گلی کوچوں کا اندازہ آنکھوں سے لگا سکتے ہیں۔

۲۔ جمہوری دور میں آزادی میسر ہے آنکھوں سے دیکھ کر ہمیں ربط وضبط سے کام لینا چاہئے۔ ہمیں آنکھوں سے دیکھ کر کسی کے ساتھ برا بھلا نہیں کہنا چاہئے۔ اگر کوئی ایسی چیز بھی آنکھوں سے دیکھیں تو اس کی رائے دینے کے لئے تول کر بات کرنی چاہئے۔ تاکہ نقص امن پیدا نہ ہو۔ جمہوری نظام میں ملک کی وفاداری کے لئے سرحدوں پر کچھ فوجی جوان آنکھوں سے ملک کے بچاؤ کے لئے کام انجام دیتے ہیں۔

اگرچہ ان کے ہاتھ میں اسلحہ بھی ہے لیکن پھر بھی آنکھوں سے دشمن کی نگاہیں تاڑنا ضروری ہے، اسی لئے میری رائے یہ ہے کہ اگر جمہوری طرز نظام میں آزادی ہے لیکن اس الفاظ کے تحت 'پاک باش لا کہ دیدار باش'۔

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ سے ہی نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے؟

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کی نظر جب پڑتی ہے اگر چہ وہ کوئی بات میرے ساتھ نہیں کرتی پھر بھی میں آنکھوں سے دیکھ کر وفاداری کے جامے پہنتا ہوں جدائی مجھے خون کی کمی سے محسوس ہوئی آنکھوں سے دیکھنے پر مجھے لہو زیادہ تعداد میں محسوس ہونے لگا کیونکہ آنکھوں سے بھی ایک وفاداری کی حرارت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اے معشوق اگر تو میرے ساتھ بے وفائی کر رہی ہے پھر آنکھوں سے دیکھ کر میں اس بے وفائی کو تہس نہس کر کے دل میں وفاداری کا جامہ پہنا تا ہوں جس سے مجھے کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔

۲۔ جب ہم آنکھوں سے پہلوانوں کی کشتی دیکھتے ہیں، ہماری آنکھیں انکو دیکھ کر بہت ہی متاثر ہوتی ہیں۔ اس تماشہ کو دیکھ کر ہماری رگوں میں خون دوڑنے لگتا ہے۔ اسی طرح سے جمہوری طرز نظام میں جب کبھی قوم کسی قسم کا جشن مناتے ہیں تو اُس وقت بھی آنکھوں سے دیکھ کر خون میں حرارت پیدا ہونے لگتی ہے لیکن جمہوری طرز نظام میں آنکھوں سے ملک کے بارے میں اچھے یا برے حالات دیکھ کر حب الوطنی کا جذبہ محسوس ہونے لگتا ہے۔

منہ نہ دکھلاوے، نہ دکھلا، پر بہ اندازِ عتاب
کھول کر پردہ، ذرا آنکھیں ہی دکھلا دے مجھے

۱۔ غالب کہتے ہیں کہ ہر ایک وقت پردہ رکھنا بہت ہی لازمی ہے غالب نے اس

شعر میں پردے کا حوالہ دیا ہے۔ وہ یہ کہ جب میری معشوق پردہ کرنے پر رضامند ہی نہیں ہے میں اس سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ اگر وہ منھ سے بات نہیں کر سکتی ہے صرف پردہ اٹھا کے اپنی آنکھیں دکھائیں دیکھ کر مجھے وفاداری کا جوش پیدا ہونے لگے گا۔ مطلب شاعر فرماتے ہیں کہ اس کی معشوق پردہ پر بھروسہ کرتی ہے جب بھی دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں اس سے پردہ فاش نہیں کرنا چاہئے جب وہ کبھی مجھے ملے گی تو اس وقت ان باتوں کا ذکر ضرور کرے گی اور اس وقت ان باتوں پر پردہ فاش ہو جائے گا، لیکن میں معشوق سے اب تلقین کرتا ہوں کہ پردہ اٹھا کے ہی آنکھوں کی نظر دکھانا تا کہ وفائی پر فرق نہ آئے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں آنکھوں پر آزادی ہے لیکن ہمیں اب خود سوچنا چاہئے کہ ایسی آزادی کو حدود میں رکھے۔ کسی وقت ہم کوئی ایسی چیز آنکھوں سے دیکھتے ہیں جس سے جھگڑا ہونے کا خطرہ ہے۔ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ہمیں ان باتوں پر پردہ رکھنا چاہئے۔ ہمیں جمہوری طرز نظام میں غریب کی حالت دیکھ کر یا اور کسی کی کوئی بھی حالت دیکھ کر پردے سے کام لینا چاہئے۔ پردہ اٹھانے سے سماج میں بہت سی غلطیوں سے نفرت کی آگ پھیلتی ہے۔ اس آگ سے بچنے کے لئے ہمیں صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے۔ ہمیں راستے میں چل کر کوئی غلطی یا اچھائی دیکھ کر پردہ سے ہی کام لینا چاہئے۔ البتہ مصیبتوں کے وقت ہمیں آنکھوں میں پردہ نہیں رکھنا چاہئے اگر کوئی بوڑھا سڑک پار کرنا چاہتا ہے ہمیں اپنی آنکھوں سے کام لیکر اس بوڑھے کی مدد کرنا لازمی ضروری ہے۔ اس وقت آنکھوں پر پردہ نہیں رکھنا چاہئے۔ غلط کام دیکھ کر پردہ فاش کرنا چاہئے۔

اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناو ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ آنکھوں سے جب ہم کسی ایسی حسین صورت دیکھتے ہیں، دیکھ کر ہمارے دلوں میں سکون نہیں آتا۔اس سکون کو ہم دفن نا چاہتے ہیں لیکن دفن نہیں ہوسکتا پھر بھی ہم بہت کوشش کرتے ہیں لیکن ہم اس حسین شکل کو نہیں بھلا سکتے۔ مطلب جب ہم کسی کی خوبصورتی دیکھتے ہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں شہید ہوجاتی ہے۔ اسی لئے اس حسین صورت نے بہتوں کو شہید کیا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جب ہم راستے چلتے ہیں تو کسی حسین کی صورت آنکھوں پر پڑتی ہے ہم دیکھ کر قربان ہوجاتے ہیں اسی قربانی کو شاعر نے شہید کا مرتبہ دیا ہے۔

شاعر فرماتے ہیں ہمیں اپنی آنکھوں سے صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے ہمیں کسی بات پر شہید نہیں بننا چاہئے۔ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ یہ حسین چیز رہنے والی نہیں ہے وقت پر اس حسین چیز کو بھی کفن باندھنا ہے اور کفن باندھنے کے وقت اس کی تعریف ہماری زبانوں میں ایسی ہوگئی کہ سب کہیں گے وقت کی حور تھی لیکن ہم سے اب دور ہوگئی۔اسی لئے غالب فرماتے ہیں کہ وفائی یا بے وفائی میں ان آنکھوں کے سامنے ایسی حسین چیزیں اور صورتیں دیکھتے ہیں جو کروڑوں میں ایک ہوتی ہے۔اسی لئے ہماری آنکھیں حیران ہوتی ہیں جب ہم کروڑوں میں سے ایک کو کسی ایسی شکل میں دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھیں بے وفا نہیں ہوتی ہیں وہ وفادار رہتی ہیں کیونکہ ہماری آنکھوں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔شاعر فرماتے ہیں کہ کروڑوں میں سے میں نے کسی خاص کے ساتھ وفا کی اور اس وفائی کو دیکھنے کے لئے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس معشوق کی تلاش کریں گے جس کے لئے شاعر تڑپتا رہا اور وفاداری کے جامے پہنتا رہا۔جب ان باتوں پر رائے لیتے ہیں وہ بھی یہ کہتے ہیں کرڑوں میں سے کسی خاص کے ساتھ وفاداری دکھائی ہے۔

جمہوری طرز نظام میں اور آزادی کے ماحول میں ہزاروں لوگ ہزاروں قسم کی

محنت کرتے ہیں لیکن ان میں سے ایک جس کی تصویر رسالوں اخباروں میں چھاپی جاتی ہے۔ وہ کسی بات پر چھاپی جاتی ہے وہ اس لئے کہ اس کو چھاپنے سے اس کو فائدہ ہوگا یا اس نے کوئی غلط کام کیا ہوگا یا کوئی چیز ایجاد کی ہوگی جس کا یقین لوگوں میں نہیں تھا۔ جب اس کی نظر ہماری آنکھوں پر پڑتی ہے ہم یہی کہتے ہیں کہ کروڑوں میں ایک ہے جس نے ایسے کارنامے کیے۔ اور اس کی شکل ہماری آنکھوں میں چند گھنٹوں یا چند منٹوں کے لئے رہتی ہے۔ اسی لئے جمہوری طرز نظام میں ہمیں محنت سے کام کرنا چاہئے جس سے کہ ہماری آنکھوں پر بھی کسی کی نظر پڑے۔ کسی وقت انسان کوئی غلطی ان آنکھوں سے کرتا ہے اس غلطی کو بھی ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں۔ ''پاک باش لاکہ دیدار باش''

"بے داغ رہا" غالبؔ

طرز جمہور میں دیانتداری کے جامے

غالبؔ نے اپنی غزلوں کے شعروں میں یہ نصیحت دی ہے کہ معشوق کے ساتھ دیانتداری سے کام آنا چاہئے وہ داغ کے حرف میں شعر بیان کرکے بتارہے ہیں۔

آشفتگی نے نقش سُویدا کیا درست

ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ وفاداری اور بے وفائی کے لہجے میں معشوق کے ساتھ بدنما داغ حرف بھی دیکھنے میں آتے ہیں لیکن میں ان حرفوں کو ظاہر نہیں کر سکتا ہوں۔ اگر میں ظاہر کرنے بیٹھوں تو مجھے وفائی سے الگ تھلگ رہ کر بے وفائی کے جامے پہننے پڑیں گے۔ اگر مجھے بہت سارے دوست وفاداری کے بارے میں غلط باتیں بتاتے ہیں میں ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ اس لئے دنیا میں کئی ایسے دوست بھی ہوتے ہیں جو منافرت پھیلا کر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی جھگڑے کا پرچم بلند کرتے ہیں۔

مجھے دل سے یقین ہے کہ میرا معشوق وفا دار ہے۔ کسی وقت منافرت پھیلانے کے لئے سرمایہ کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جس سے کہ محبوب اور معشوق کے درمیان منافرت ہوتی ہے اور وفائی بے وفائی کے جاموں میں پہنائی جاتی ہے۔ ایسی منافرت والے اپنے دلوں میں داغ پیدا کرتے ہیں۔ مطلب وہ، جھگڑوں کے لئے تیار ہیں اور ایک دوسرے سے تناؤ پھیلانے کے لئے کام کرتے ہیں۔ اسی لئے میں وفائی میں ہی معشوق کے ساتھ کام نبھاتا ہوں۔

۲۔ میرے خیال میں اگر اس شعر کو آج کل جمہوری طرز نظام میں پڑھا جائے تو صحیح ہے اس شعر کو اس زمانے میں بھی لوگ بار بار پڑھیں گے اور پڑھ کر یہ محسوس کریں گے کہ کسی شاعر نے یہ شعر تازہ قلم بند کئے ہیں۔ کیونکہ آج کل کے جمہوری طرز نظام میں ایسے شخص بھی ہیں جو منافرت پھیلانے کیلئے کئی حربوں کا استعمال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں بدنما داغ پیدا ہوتا ہے۔ جس بدنما داغ سے وطن میں شہریوں کی حالت بری رہتی ہے اس سے ہمیں الگ تھلگ رہنا چاہئے۔

ڈھانپا کفن نے داغِ عیوب برہنگی

میں، ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں جب کسی کی خبر سنتا ہوں اور اس خبر میں ماتمی حرف کا استعمال ہو تو مجھے دل میں صدمہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ وہ یہ کہ جب کوئی دوست مجھے بتاتا ہے کہ کل کسی کی موت ہوئی یہ سن کر دل میں داغ پیدا ہوتا ہے۔ مطلب غمگین رہتا ہوں افسوس کرتا ہوں جیسا کہ میں دل میں اس کے بدلے اپنے آپ کو ہی کفن باندھتا ہوں ۔ مجھ میں تنگ دلی نہیں ہے کہ کسی کا ماتم سننے پر میں ناراض رہوں کسی نہ کسی وقت میرے لئے بھی کوئی ماتم کرنے بیٹھے گا جب میں بھی اس دنیا سے چل بسوں تو مجھے بھی کفن باندھیں گے۔ حالانکہ یہ نہیں بتا سکتا ہوں کہ کیا کفن باندھیں گے جب کسی کے

موت کے بارے میں خبر سنتا ہوں میں اس کے بجائے خودکفن باندھتا ہوں۔ مطلب یہ کہہ کر باندھتا ہوں کہ کسی نہ کسی دن مجھے بھی اس دنیا سے الگ تھلگ ہونا لازمی ہے۔ اے معشوق ایسا بدنما داغ دل میں نہ رکھو۔ مجھے اس داغ سے مبرا کرو۔ میں آپ کے کسی بھی غم کے وقت آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا اور غم کے وقت افسوس کر کے مشورہ بھی دے سکتا ہوں۔ مجھ پر کسی کی موت کی کوئی بے وفائی نہیں ہے میں کسی کی موت پر خودکفن باندھنے والا ہوں۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں بہت سے ایسے حالات رونما ہوتے ہیں جس سے کہ لوگوں میں کئی مسئلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کئی وقت ملک میں خشکی کا ماحول کسی وقت ژالہ باری کسی وقت آگ زنی۔ مطلب ایسے کئی ناگہانی واردات ہوتی رہتی ہے۔ اس دوران ہمیں کفن باندھ کر لوگوں کی مدد کرنی چاہئے۔ جو اس میں کام نہیں نبھائے گا اس آدمی کو ایسے طریقے سے پکاریں گے کہ اس میں جمہوری طرز نظام سے بے وفائی کا داغ تصور کیا جائیگا۔ ایسے داغ کو مٹانے کیلئے ہمیں آفتوں کے وقت ہمسایہ یا ملک کے لوگوں کی مدد کرنی چاہئے تا کہ ان کے دلوں میں ہماری حب الوطنی پر کوئی داغ نہ پیدا ہو۔

لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط
تو ہو اور آپ بہ صد رنگ گلستاں ہونا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق اگر تجھ میں کوئی بدنما داغ موجود ہے، اس بدنما داغ کو مٹانے کے لئے میں اسے پہلے دفن کروں گا۔ اس بدنما داغ کو دفن کر کے نشاط میں بیٹھ کر آپ کے روبرو خوشیوں کا منظر دکھاؤں گا۔ جس سے کہ وہ بدنما داغ ختم ہو جائے گا۔ جب آپ نشاط میں میرے ساتھ حاضر رہیں گے تو اس وقت گلستان میں آپ کو صدارتی کا رتبہ دلاؤں گا تا کہ آپ کو وہ داغ دفن کرنے میں میری مدد ملے۔

شاعر فرماتے ہیں کہ عموماً کسی الجھن میں پڑ کر داغ پیدا ہونے لگتا ہے کسی وقت کسی بات کی شکوہ کرنے پر داغ رونما ہوتا ہے۔ اس داغ کو مٹانے کیلئے آپسی سمجھوتہ کرنا لازماً ضروری ہے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں لوگ بہت سے رہنماؤں پر مختلف طریقوں سے داغ لگاتے ہیں۔ مطلب ان کے کام کاج پر الزام لگاتے ہیں۔ رہا سوال کیا صحیح یا غلط اس کے لئے جمہوری طرز نظام میں تحقیقات کی جاتی ہے۔ جس وقت صحیح اور غلط لوگوں کے سامنے رکھا جاتا ہے تو تحقیقات پڑھ کر لوگ خوشیاں مناتے ہیں اور گلستان میں باغ نشاط کی طرح سجا کر عید منانے لگتے ہیں۔

جمہوری طرز نظام میں ہر ایک بدنما داغ پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔

سینے کا داغ ہے، وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں آپ مجھ سے جدا رہے۔ جدائی کے دوران بہت سے داغ میرے سینے میں رونما ہوئے۔ یہ داغ رونما اسی لئے ہوئے کہ میں آپ کی جدائی پر آہ وزاری کرتا رہا۔ آہ وزاری کرتے کرتے میرے ہونٹ بھی سوکھ گیئے۔ یہ محسوس کرنے لگا کہ کیا ان ہونٹوں کو ٹھیک کرنے کے لئے دریا کے پانی سے صاف کروں لیکن دریا کا قطرہ بھی میرے نصیب میں نہیں ہے۔ جب میں آپ کے جدائی پر تڑپتا رہا۔ تڑپتے تڑپتے روتا رہا۔ روتے روتے میں نے ایسے آنسو بہائے جن کے بہانے سے خاک بھی تر ہوئی۔ اور رونے سے یہ آنسو دریا کے برابر وجود میں آئے۔ ان حالات کو دیکھ کر کیا میرے سینے میں داغ نمودار نہیں ہوتا۔ اے معشوق میرے داغ کو ٹھیک کرنے کے لئے مجھے کسی نہ کسی جگہ ملاقات کا منظر دکھاؤ۔ تاکہ میں ان داغوں کے بارے میں روبرو کچھ بتاؤں۔ مطلب شاعر کہہ رہا ہے کہ معشوق کی جدائی سے رونمائے داغ دل

میں پیدا ہوا۔ اگر میں پیار کے لہجے میں نہیں ہوتا یہ داغ بھی رونما نہیں ہوتا۔ مجھے وفاداری کے لہجے میں یہ داغ رونما ہوئے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں دیانتداری اور بددیانتی کا باضابطہ تحقیقات کی جاتی ہے۔ جس سے کہ ہم دیانتداروں کی عزت کرتے ہیں۔ بددیانتداروں کو عزت سے محروم رکھتے ہیں۔ اب جو بددیانت ہوتا ہے ان میں کوئی داغ نظر نہیں آتا۔ جبکہ ملک کے بددیانتدوں کے کئی کارناموں سے صاف داغ نظر آتے ہیں اور ان کے یہ داغ دیکھ کر عوام انہیں نفرت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے اور ان کی نفرت سے لوگ انہیں جیتے جی دفنا دینا چاہتے ہیں۔ مطلب ان کی عزت واحترام کو دفن کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے جمہوری طرز نظام میں بددیانتی کبھی دل میں نہیں رکھنی چاہئے۔ بددیانتدار کو اپنی آنکھوں کے سامنے ختم کردینا چاہئے۔

جاری تھی اسد! داغِ جگر سے مری تحصیل
آتش کدہ جاگیر سمندر نہ ہوا تھا

ا۔ میں نے پہلے یہ بات کہی ہے کہ شاعر نے پہلے اپنا تخلص اسد رکھا اور بعد میں غالب کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہوا ہے۔ کئی غزلوں کے مقطع اسد کے نام سے پڑھے جاتے ہیں۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے جگر میں کوئی داغ نہیں رکھا لیکن معشوق کی جدائی سے مجھے ایسے داغ ملے جو کہ معشوق کی بے وفائی سے رونما ہوئے۔ تو میں جگر کے ان داغوں کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ان کی نگاہوں سے میرے دل میں پھر سے آگ بھڑکنے لگی اور اس آگ کو بجھانے کیلئے میرے پاس سمندر نہیں ہے تا کہ میں اس کو بجھا سکوں۔ مطلب شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے معشوق کی جدائی سے آنسو نہیں آتے بلکہ آگ پیدا ہوتی ہے اور آگ پیدا ہونے سے میرے جگر میں داغ نمودار ہوتے ہیں۔ اور یہ داغ آگ سے ہی نمودار ہوئے اگر چہ میرے پاس سمندر ہوتا تو

میں بجھا سکتا۔ لیکن افسوس ہے کہ میرے میں بیوفائی سے آگ نمودار ہوئی۔ اور اس آگ کو بجھا نہیں سکتا۔ کیونکہ سمندر آنسو بہانے سے پیدا نہیں ہوا۔ شاعر ایک عجیب بات اس مقطع میں بتا رہے ہیں۔ آج تک کسی بھی شاعر نے جدائی کو آگ کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جدائی کو آنسو کے ساتھ وابستہ کر کے سمندر کا حوالہ دیا ہے لیکن غالب نے سمندر کے بجائے آگ کی مشابہت دی ہے۔ جس سے کہ ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بے وفائی سے آگ بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ جب ہم کسی سے جدا ہوتے ہیں تو اس کے انتظار میں دلوں میں آگ بھڑکنے لگتی ہے جو دل کی دھڑکن کے مشابہ ہے۔ عمومی طور پر شاعر نے پانی یا آگ کی مشابہت شعروں میں دی ہے۔

۲۔ جب ہم جمہوری طرز نظام میں لوگوں کا ردعمل کسی خاص چیز پر کرتے ہیں یا جب لوگ حکومت کے اراکین سے کسی چیز کی مانگ کرتے ہیں تو اس وقت لوگ احتجاج کرتے ہیں جس سے حکومتِ اراکین مانگ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح سے کوئی اس تحریک کو کچلنے کیلیئے کام کرتا ہے تو اس کو تحریک کا نمودارِ داغی کہتے ہیں اور اس کا عزت واحترام قوم میں نابود ہو جاتی ہے۔ جمہوریت میں ایسے داغی کو کبھی پناہ نہیں دی جاتی۔ جمہوریت میں ملک کی سالمیت کے لئے کام کرنے والے کا احترام کیا جاتا ہے اور ملک کی سالمیت کو برباد کرنے والے کو اس طرح کا نمودارِ داغی کہا جاتا ہے کہ اس کو ملک کے غدار کے برابر سمجھا جاتا ہے۔

فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبح ومہر
ہے داغ عشق، زینت جیبِ کفن ہنوز

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں کبھی کسی بھی خیال میں آزاد نہیں ہوا۔ مطلب میرا دل ہمیشہ فارغ نہیں رہا۔ میں اس طرح سے فارغ نہیں رہا جس طرح صبح کے وقت آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ آفتاب طلوع ہوتے ہی ہم اس کی شکل دیکھتے ہیں شکل

دیکھ کر ہمیں رنگین داغ آفتاب میں نظر آتا ہے۔ایسا ہی داغ میرے دل میں پیدا ہوا ہے۔اس داغ کو داغ عشق کہتا ہوں۔داغِ عشق اس لئے کہتا ہوں کیونکہ معشوق نے دل سے فارغ نہیں کیا ہے۔اس کے وفائی سے میں میرا دل قفس میں ہے۔جس کی وجہ سے داغ عشق پیدا ہوا۔مجھے معلوم نہیں کہ یہ داغِ عشق کیسے دور ہوسکتا ہے۔یہ سب معشوق کی وفاداری پر منحصر ہے۔اگر وفاداری نہیں ہوسکتی تو اس پر کفن پہننا لازم ہے۔مطلب شاعر فرماتے ہیں کہ جدائی سے معشوق کو موت کا ذکر بھی نہیں آتا۔کسی نہ کسی وقت اس دنیا سے دونوں کو الگ تھلگ ہونا ہے۔اگر انسان موت کو یاد کرے تو کسی کے ساتھ بے وفائی کوئی نہیں نبھا سکتا۔میں معشوق سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ وفائی کے جامہ پہنائے تاکہ موت کو یاد رکھ کر جدائی ترک ہو سکے۔

۲۔جمہوری طرز نظام میں ہمیشہ دیانتداری سے کام نبھانا چاہئے۔بددیانتی سے لوگوں کی آنکھوں میں کوئی بھی احترام نہیں رہتا ہے۔احترام کو پانے کے لئے ہمیں ہمیشہ دیانتداری سے کام نبھانا چاہئے جب بھی بددیانت آدمی کو موت آتی ہے تو اس وقت بے شک لوگ اس کے رسومات میں شامل ہوتے ہیں۔لیکن وہ بددیانتی کا الفاظ بھولتے نہیں۔مطلب ہمیں قوم، ملک، سماج کیلئے دیانتداری کے ہی جامے پہننا چاہئے۔ایسا نہ ہو کے ہمارے دلوں میں کوئی بددیانتی کا داغ رونما ہو جائے۔

ہے نازِ مفلساں زرِ از دست رفتہ پر
ہوں گل فروش شوخیِ داغِ کہن ہنوز

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ میں اپنی غربت پر ناز کرتا ہوں۔میں غربت کے وقت کو زر کے برابر سمجھتا ہوں اگرچہ میرے پاس زر نہیں ہے پھر بھی میرا اخلاق زر ہے۔جس طرح ایک پھول کو دیکھ کر باغ میں لوگ خوش ہوتے ہیں اسی طرح میری مفلسی پر لوگ

خوش ہوتے ہیں۔ وہ یہ کہ میں ایسا گل ہوں مجھے جو کوئی بھی دیکھتا ہے وہ شوق سے دیکھتا ہے اور کسی دوسرے گل کے ساتھ مشابہت دے کر سب کہتے ہیں کہ اس گل میں کوئی بھی داغ دیکھنے میں نہیں آتا۔ ورنہ بہت سارے گلوں میں داغ دیکھتے ہیں۔ جب ایک گل میں داغ رونما ہوتا ہے تو قدرتی طور پر دوسرے گلوں میں بھی داغ رونما ہونے لگتا ہے۔ اس کا مطلب میں اس چمن میں ایسا شخص ہوں جس کے دل میں کوئی داغ نہیں ہے۔ اے معشوق میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ اگر میرے ساتھ بے وفائی کے نغمے گاتے ہو لیکن میں ایسا پھول ہوں جس میں کوئی داغ نمودار نہیں ہوسکتا ہے۔ اسی لئے اگر آپ کو کوئی ساز گانا ہو تو میری ٹہنی پر ہی ساز گایا کرو۔ مطلب وفائی میں میرا ساتھ دو۔

جمہوری طرز نظام میں دیانتداری کا جامہ ہی عوام کو پسند آتا ہے۔ جس طرح سے حکومت میں کوئی بڑا رکن کام نبھاتا ہے اس کام کو نبھانے پر لوگ خوش رہتے ہیں ایسی تعریف ان کی ہوتی ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں بے داغِ گل گلستان میں پیدا ہوا ہے اس کے برعکس جب کوئی دوسرا رہنما ہوتا ہے تو اس میں داغِ گل پائے جاتے ہیں۔ اسے لوگ نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مطلب داغِ گل عوام کو پسند نہیں ہے۔ اسی لئے دیانتداری کا پرچم عوام لہرا سکتے ہیں۔

نشاطِ داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ
شگفتگی ہے شہید گل خزانی شمع

ا ۔ ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب فراخ دلی سے بہار کے موسم میں باغ میں بیٹھتے ہیں باغ میں بیٹھ کر ہمیں پھولوں میں وہ خوشی محسوس نہیں ہوتی ہے جیسا کہ اُن کو بہار کی آمد کے دو تین دن کے بعد دیکھنے میں آتی ہے۔ یہ گل جو باغ میں دیکھتے ہیں۔ اسی لئے مایوس نظر آتے ہیں کیونکہ ان میں خزاں کا موسم یاد آتا ہے اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ

موسم خزاں میں شہید کے طور پر ہمیں باغ میں سیلانی کہتے رہے۔ کیونکہ خزاں کے موسم میں ہم باغ دیکھنے نہیں آئے۔ پھر بھی خزاں میں اپنے موسم کے لحاظ سے شمع بھی نظر آتی ہے موسم کے لحاظ سے اپنے اپنے خیالات لوگ باغ کو دیکھ کر ہی کہتے ہیں۔ مطلب شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جس طرح بہار کے موسم میں گلوں کی فریاد سنتے ہیں۔ گل آپس میں یہ کہتے ہیں کہ اس نشاط باغ میں بہار کے موسم میں ہمارے نظارے کے لئے پوچھ تاچھ سیلانیوں کی ضروری رہتی ہے۔ اس کے برعکس جب ہم خزاں میں یہاں غیر حاضر رہتے ہیں اُس وقت کوئی بھی سیلانی ہمارے لئے تاثرات نہیں بتاتے۔ وہ ہمارے لئے شمع کو بجھاتے ہیں۔ مطلب ہمارے خیالات اندھیرے میں رکھتے ہیں۔ اسی لئے اے معشوق جب بہار کا موسم ہے تو آپ کو چاہئے کہ داغِ دل نہیں کیونکہ بہار کے موسم میں ہی آپسی تعلقات سجتے۔ ورنہ جب بہار کے موسم میں تعلقات ہی نہیں رہے تو خزاں کے موسم میں آپ کے ملاپ سے شہیدِ گل تصور کرو گے۔ جس سے شمع بجھ جائے گی۔ مطلب بہار کے موسم کی قدر ہی نہیں دیکھنے میں آئیگی۔ اسی لئے اے معشوق میں مؤدبانہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنے نشاط کو بے داغ بہار میں ہی سجا کر رکھیں تا کہ خزاں کے موسم میں شہید گل کے نام سے نہ پکارا جائے۔

۲۔ اگر ہم تحقیق کریں تو ہم یہ دیکھیں گے کہ جوانی میں کام بہت کر سکتے ہیں۔ بوڑھاپے میں کام کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اگر کام کرتے بھی ہیں تو وہ اوسط کے حساب سے کم ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے جمہوری طرز نظام میں ہر ایک کام کو جوانی میں ہی کرنا چاہئے۔ جمہوریت کے دور میں بزرگوں کا ہی مشورہ اشد ضروری ہے کیونکہ خزاں کے موسم میں بھی ملک میں آفت آنے کا امکان ہو تو اس وقت بزرگ لوگ ہی اس سے نبھا سکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں جوانی کے دور میں مصیبت سے مقابلہ کرنے کا تجربہ

ہے۔ تجربہ کی وجہ سے جمہوری طرز نظام میں بزرگ سے ہی مشورہ لینا لازم ہے۔ تاکہ خزاں کے دوران ملک میں شمع کا چراغ برقرار رہے۔ اسی لئے جمہوری طرز نظام میں بہار کے موسم میں وطن کا خیال خزاں کے لئے بھی رکھنا ضروری ہے۔ مطلب مصیبتوں کے دوران ہمیں بہت سی چیزوں کا خیال رکھ کر بہار میں وہ چیزیں دستیاب رکھنی ہیں۔ بہار میں چیزیں خزاں کے لئے موجود رکھنی ہیں۔

''چراغِ غالب''
جشنِ جمہور

غالب نے مختلف حرفوں پر شعر لکھے۔اب تک میں نے کئی حرفوں کے شعر کتاب میں قلمبند کئے اور ان شعروں کا جوڑ جمہوری طرز نظام کے ساتھ رکھا۔پہلے پہل غزلوں کی تشبیہ دی اور انہی طور طریقوں سے جمہوری نظام کے ساتھ وابستہ کیا۔اسی طرح سے غالب نے حرف چراغ پر بھی کچھ اشعار غزلوں میں لکھے۔جن میں سے مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں:۔

خموشی میں نہاں خوں گشتہ لاکھوں آرزوئیں ہیں
چراغ مردہ ہوں میں بے زباں گورِ غریباں کا

ا۔غالب فرماتے ہیں کسی وقت کسی کی قسمت عروج پر پہنچتی ہے۔کسی وقت کسی کی قسمت کا زوال ہوتا ہے۔لاکھوں میں سے کئی ایسے بھی فرد ہیں جن کو ایک ہی طرح کا دور دیکھنے میں آتا ہے مطلب وہ ترقی نہیں کرتے۔ان میں سے کئی غریب اور کئی امیر ہوتے ہیں۔جب فرق ہی نہیں ہوتا تو وہ اپنے طور طریقے سے دن کا گزارا کرتے

ہیں۔ غالب فرماتے ہیں کہ لاکھوں میں سے کئی ایسے بھی ہیں جو ایسا ماحول دیکھ کر تڑپتے ہیں ان کا دور بھی ایسا ہی رہے۔ مطلب لاکھوں میں سے کئی امیر ہیں جو کہ غربت کے ماحول کو خراب کرنے پر تلے رہتے ہیں۔ شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے معشوق کے ساتھ وابستگی ہونے کا اثر ورسوخ نہیں ہے۔ اس اثر ورسوخ کو قائم ودائم رکھنے کے لئے میں کئی آدمیوں کے ساتھ وابستگی رکھتا ہوں۔ لیکن ان کے ساتھ وابستگی نہیں رہتی ہے۔ میرے پاس کسی قسم کی دولت ہی نہیں ہے میرے پاس صرف ایک دل ہے لیکن معشوق کے ساتھ وابستگی کرنے کیلئے اب میں ان کا گریبان پکڑتا ہوں۔ مجھے معشوق کے ساتھ کسی نہ کسی طریقے سے وابستگی بحال کرنی ہے۔ اتنا سب کچھ اسی لئے تاکہ میرے ساتھ معشوق کی وابستگی ہو جائے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں اثر ورسوخ بڑھانے کے لئے بہت سے حربے استعمال کئے جاتے ہیں اسی لئے جمہوری طرز نظام میں بھی لفظ حربے نے رشوت کا ماحول پیدا کیا۔ جس سے سرکاری اور غیر سرکاری انتظام میں گراوٹ محسوس ہونے لگی۔ جمہوری طرز نظام میں گریبان پکڑنا زیبا نہیں دیتا۔ جمہوری طرز نظام میں ہر ایک کو آزادی ہے۔ اسی لئے آزادی کے دور میں کسی کے گریبان پکڑنا جمہوریت کے خلاف سمجھا جائے گا۔ اگرچہ اثر ورسوخ سے رشوت کا دور پیدا ہوا لیکن اس چیز کو ختم کرنے کے لئے کئی اور تحقیقاتی گروہ قیام میں لائے گئے۔

رحم کر ظالم! کہ کیا بودِ چراغ کشتہ ہے
نبض بیمارِ وفا، دودِ چراغ کشتہ ہے

اس شعر سے شاعر کو ہم حکیم کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ وہ اسی لئے کہ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق بہت ظلم ہوا ہے اور ظلم دیکھتا ہوں۔ کیا ظلم کو ختم کرنے کیلئے آپ کے پاس کوئی ایسی روشنی نہیں ہے جس سے کہ یہ ظلم نیست ونابود ہو جائے اور رحم کا

ماحول قائم ہو۔اے محبوب تیرے پاس رحم کیلئے چراغ کشت موجود نہیں ۔کشت ایسی چیز ہے جس کے کھانے سے طاقت آتی ہے۔مطلب ایک طاقتور دوائی ہے ، وہی ایسی دوائی شاعر محبوب سے کہتا ہے کہ چراغ کشت کا ہونالازمی ہے۔ہم ظلم کے دائرے میں بہتوں کی نبض دیکھتے ہیں وہ بیمار محسوس ہوتے ہیں لیکن انہوں نے بیماری اختیار کی ہے انہی بیماروں کو معشوق چراغ کشت کے نام سے پکارتے ہیں اسی لئے میں معشوق سے کہتا ہوں کہ آپ میں رحم ہونا چاہئے تا کہ اصلی کشت کو پہنچایا جائے اور ظلم کا خاتمہ کیا جائے۔مطلب جو معشوق کو وفاداری میں دیکھنا چاہتے ہیں ان کو معشوق بے وفائی میں دیکھتے ہیں۔اگر میرے پاس ایسا کشت موجود ہوتا تو میں اس کو کھلا کے یہ ثبوت دیتا کہ اصلی کشت کون ہے۔کشت کی پہنچان معشوق کو نہیں ہوتی ہے۔

۲۔جمہوری طرز نظام میں کئی افراد بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو چاپلوسی کر کے کام نبھاتے ہیں اور اس چاپلوسی کو کام نبھانے کے بعد اپنے دوستوں سے چراغ جلاتے ہیں خوشی مناتے ہیں لیکن جب اصلیت کے چراغ دیکھنے میں آتے ہیں تو ایسے لوگوں کو ناک میں دم کر کے یہ دیکھاتے ہیں کہ غلط فہمی اور غلط کام کرنے والے جمہوری طرز نظام میں چند گھنٹوں یا چند مہینوں کے لئے چراغ جلا سکتے ہیں۔جمہوری طرز میں ایسا چراغ دیکھنے میں آتے ہیں کے روشنی سے جشن منایا جاتا ہے۔

نفس قیس کہ ہے چشم و چراغ صحرا
گر نہیں شمع سیہ خانۂ لیلیٰ، نہ سہی

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب پروانہ اپنی وفاداری کے لئے شمع کے پاس جا کر اپنے آپ کو جلانا چاہتا ہے۔تا کہ وہ شمع کو یہ بتائے کہ پروانہ وفادار ہے۔اسی طرح سے جب ہم نفس کو قابو میں رکھیں گے ، قابو میں رکھ کر ہم کسی بھی بیماری کا شکار نہیں رہیں گے۔جب صحت مند ہو جائیں گے تو خود بخود ہمارا چراغ اچھا دیکھنے میں

نظر آئے گا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب ہم معشوق کو بیماری کی صورت میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ معلوم نہیں معشوق کو کس نے سحر کیا ہے۔ یہ سحر نہیں یہ سحر کسی معشوق کی دلگی کے وجوہات پر ہوا ہے۔ کیونکہ معشوق محبوب کے ساتھ جدائی میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔اس سوچ میں دونوں بیماری کے زد میں آئے ہیں اب جبکہ اس کا علاج ہی نہیں ملتا تو حکیموں کے پاس جا کر یہ کہتے ہیں کہ اس بیماری کا علاج ہی نہیں۔علاج نہ ہونے کی وجہ سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ کسی نے سحر کیا ہے۔درصل سحر غلط ہے،شاعر فرماتے ہیں کہ سحر جدائی ہے۔جس جدائی سے معشوق میں سحر سننے میں آیا ہے۔لیکن سحر کے بجائے جدائی ہی ہے اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ ان کا حال معشوق کے ساتھ ایسا ہی رہا جس کی وجہ سے بیماری میں تڑپتا ہوں۔حکیموں کے پاس جا کر علاج میسر ہی نہیں ہوتا تو کسی کو یہ الفاظ کہنا کہ سحر کیا گیا۔

۲۔جمہوری طرز نظام میں چراغ اُس وقت کیا جاتا ہے جب عوامی خوشی کی لہر دیکھنے میں آتی ہے۔کئی قسم کی خوشیاں دیکھ کر چراغ کرتے ہیں چراغ دکھانے سے پہلے ہمیں جمہوری طرز نظام میں دیانتداری سے کام نبھانا چاہئے۔اُس قسم کی دیانتداری جس طرح شمع کے سامنے پروانہ اپنی زندگی نچھاور کرتا ہے۔

زِکاتِ حسن دے اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا
چراغ خانہ درویش ہو، کاسہ گدائی کا

شاعر فرماتے ہیں کہ جب ہم گھر میں بیٹھتے ہیں بیٹھ کر اپنی باتوں پر تحقیق کرتے ہیں اور تحقیق کرنے کے بعد ہم غلطیوں کو دُرست کرتے ہیں اس انداز سے کہ جب کوئی حسین آدمی دیکھتے ہیں تو دیکھ کر اس کے حسن پر ہماری نگاہیں پڑتی ہے۔تو ہم حسن کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ اندازہ نہیں لگاتے کہ حسن کس طرح دیکھنے میں آیا۔ہم صرف حسن کی تعریف کرتے ہیں۔اگر چہ ہم یہ اندازہ لگاتے کہ خدا کی خدائی سے ہی

حسن دیکھنے میں آتا ہے۔جس طرح صبح آفتاب اپنی کرنوں سے اپنا حسن سبھی کو دکھاتا ہے۔ہم آفتاب کی کرنوں کو چراغ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ حسن خدا کی دین ہے۔اسی طرح سے جب ہم رات کو چاند کی روشنی دیکھتے ہیں ہم آفتاب کی روشنی کے مانند چاند کی روشنی کی تعریف کرتے ہیں۔اسی طرح سے اگر معشوق چراغ گاہ دیکھنا چاہتی تو اسے آفتاب کے مانند اپنے معشوق کو تسلیم کرنا چاہئے ۔جس طرح کا حسن ہم دیکھتے ہیں اس سے ہماری آنکھیں بے وفا محسوس نہیں ہوتی وہ یہ چراغ دیکھ کر تعریف کرنے لگتے ہیں کہ ایسے حسن پر بے وفائی کی رنگت نہیں دیتے ہیں۔وہ وفائی کی رنگت میں ہی اس چراغ کی تعریف کرنے لگتے ہیں۔خواہ وہ آفتاب یا مہتاب کی ہو۔

۲۔غرض کہ جمہوری نظام میں سرد ماحول کے بھی رہنما ملتے ہیں اور گرم ماحول کے بھی رہنما ملتے ہیں۔کئی رہنما بولنے میں تیز ہوتے ہیں اور کئی نرم دل بھی۔ان دونوں کی مشابہت شعر کی طرح کرتے ہیں کہ آفتاب میں بھی چراغ ہے اور مہتاب میں بھی چراغ ہے دونوں چراغوں میں مختلف صفات دیکھنے میں آتی ہیں۔ورنہ دونوں سے چراغ حاصل کرتے ہیں۔ایسا ہی چراغ ہمیں جمہوری نظام میں ڈھونڈنا لازمی ہے تاکہ جمہوریت کا دور ہمیشہ کے لئے برقرار رہے۔

جلے ہے دیکھ کر بالین یار پر مجھ کو
نہ کیوں ہو دل پہ مرے داغ بدگمانی شمع

ا۔شاعر فرماتے ہیں یہ بچپن میرا کس کام کا ہے کیونکہ مجھے کوئی بھی محبت سے پیش نہیں آتا۔ مجھے یہ دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ مجھ میں کونسی بدگمانی ہے یا کونسے دل میں داغ ہے جس سے مجھے کوئی بھی محبت کے نظروں سے نہیں دیکھتا۔ میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ میری آنکھوں میں کونسی بدگمانی ہے کہ مجھے کوئی بھی محبت سے پیش نہیں آتا

۔اے معشوق یہ دیکھ کر میں سوچتا ہوں کب یہ سلسلہ منسوخ ہو جائے اور میرے ساتھ ہر ایک محبت کے ساتھ پیش آئے۔ مجھ سے بچپن میں ہی ایسا رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اے معشوق میرے سے خوش اسلوبی سے پیش آئے۔ یہ نہ کہنا کہ مجھے کوئی بدگمانی ہے میرے چراغ میں کوئی بھی بدگمانی نہیں۔ میرے چراغ سے ہر ایک یہ پہچان سکتا ہے کہ میں ایک دیانتدار معشوق ہوں۔ بے وفائی کا نام ونشان بھی میرے دل میں نہیں ہے میں بے داغ ہوں۔

۲۔عموماً طرز جمہور میں جو بھی سچائی بولتا ہے اسے کوئی نہیں سنتا، نہ سننے کے لئے رضامند ہوتا۔ طرز جمہور میں سیاستدان کا ہی ردعمل عوامی لہروں میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی لئے ہر ایک کو بدگمانی کا ماحول نظر آتا ہے کوئی بھی شخص بدگمانی کو نیست ونابود کرنے پر تلا ہوا نہیں۔ ہر ایک اندر ہی اندر یہ سوچتا ہے۔ طرز نظام میں بدگمانیاں ختم ہونی چاہئے لیکن جمہوری طریقوں سے بدگمانی ختم نہیں ہوتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نظام کو پانے کیلئے اور نظام کو ختم کرنے کے لئے ایسے آثار دیکھنے میں آتے ہیں۔ جس سے کہ بدگمانی ختم نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر چہ ہم جمہوری طرز حکومت میں عوامی لہر کے انداز میں اپنے رکنوں کو چنتے ہیں اور ایوان تک پہنچاتے ہیں لیکن ان رکنوں نے اپنی نشست عوام کے سامنے چاپلوسی سے جیتی ہے اسی لئے وہ لوگ بھی بدگمانی کے داغ نیست ونابود نہیں کر سکتے ہیں۔ غالبؔ نے اپنے دور کا اندازہ اس شعر میں ضرور بتایا ہوگا۔ میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ غالب سلطنت کے خلاف کچھ نہیں بول سکتا اس لئے غزل کے شعروں میں اشارے ہی سے ہمیں اس بات کا ذکر ملتا ہے۔

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا! نہ مانگ

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے حسرت دیکھنے میں آتی ہے کہ جب میں اپنے دل کو

صاف بتا رہا ہوں تو دوسرے میرے دل کو داغدار بتاتے ہیں۔ وہ اس بات کا اندازہ نہیں لگاتے کہ کتنے داغ ان کے دلوں میں بھی موجود ہیں۔ اپنے اپنے داغوں پر تخمینہ نہیں لگاتے ہیں اگر وہ تخمینہ یا حساب کرتے ہیں وہ میرے ہی دل پر کرتے ہیں۔ خدا کے پاس سبھی کو جانا ہے اور خدا سے یہی میرا التماس ہے کہ وہ ان جھوٹے آدمیوں کو کوئی نہ کوئی سزا ایسی دے تاکہ میرے دل میں سکون آئے کہ میں سچا ہوں۔ مجھ میں کوئی داغ نہیں لیکن شمار کرنے سے مجھے ہی دوسرے لوگ داغی کہتے ہیں۔ اے معشوق میرے پاس صفائی ہے میں خدا کے نام سے یہ کہتا ہوں کہ مجھے بے داغی تصور کرے۔ مطلب مجھ میں کوئی بھی گناہ نہیں ہے۔ جب مجھے گنہگار تصور کرتے ہیں تو مجھے اس لہجے میں شرارتی زبان دل اور بدن رکھ کر گناہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ میں رجوع کو قابو کر کے گناہ سے الگ رہنا چاہتا ہوں۔ چور کہتے ہیں اور چوری کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس دباؤ سے مجھ میں غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ اے معشوق مجھے معاف کرو۔ اور صاف طور سے میرے ساتھ پیش آؤ۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں جب کوئی طالب علم اُستاد کے پاس پڑھتا ہے تو اُستاد کو طالب علم کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر غلط فہمی کا ذکر آئے تو اس کو روبرو صاف کرنا چاہیئے تاکہ دلوں میں کوئی بھی میل پیدا نہ ہو اور طالب علم کی زندگی برباد نہ ہو۔ وہ یہ کہ جب استاد کے نظر میں طالب علم پڑھتا ہے تو وہ ذات پات کے اصول سے کام لیتا ہے۔ وہ اصول استاد میں نہیں ہونا چاہیئے استاد کو بلا لحاظ مذہب وملت طالب علم کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ جب استاد طالب علم کو تنگ کریں گے تو وہ تنگ ہو کر غلط کاموں پر خود بخود ردعمل ظاہر کریں گے۔ جب طالب علم نے غلطی کی نہیں اور ہر روز ہم اس کو غلطی کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ مطلب غلط کام کیا ہی نہیں، استاد بتاتا ہے کہ آپ نے غلط کام کیا ہے۔ بار بار ذکر آتا ہے تو طالب علم خود کہتا ہے کہ

مجھے اچھائی کے بجائے برائی کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔اسی لئے طرز نظام میں کسی کو
داغِ دل کا بہانہ نہیں رکھنا۔صاف دل ہر ایک کو رکھنا چاہئے ۔داغ سے بہت سے
غلطیوں کے شکار ہو سکتے ہیں۔

سراغ تف نالہ لے داغِ دل سے
کہ شب رَو کا نقش قدم دیکھتے ہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب بھی دل کی پہچان معشوق کرنے بیٹھتا ہے تو اسوقت وہ
اپنے طور سے سراغ رسانی کا استعمال کرتا ہے۔سراغ رسانی سے کوئی ثبوت ہی موصول
نہیں ہوتا۔مطلب کئی دوستوں سے پوچھ تاچھ کرنے کے بعد بھی دلوں کے احوال معلوم
نہیں ہوتے ۔صرف خدا جانتا ہے کہ دل کے اندر کیا ہے۔اگر مجھے معشوق اپنا دل
دینا چاہتی ہے میں اسے اپنا دل پہلے ہی پیش کر چکا ہوں۔میرے دل میں کوئی داغ ہے
ہی نہیں لیکن کن وجوہاتوں سے۔وہ پھر بھی اپنے طور سے سراغ رسانی کا جائزہ لیتے
ہیں۔اور اس تحقیق سے پھر بھی کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوتا۔میں بے داغ ہوں مجھ میں
جب کوئی داغ نہیں تو میرے لئے سراغ رسانی کا جائزہ لینا غلط ثابت ہوگا۔جب میں
اپنے معشوق سے رات کے وقت جدا رہتا ہوں ۔جدائی میں میں یہ سوچتا ہوں کہ
میرے قدموں میں کونسی بدگمانی ہے جس سے کہ میرے دل کے لئے داغ کا لفظ
استعمال کیا جاتا ہے۔اسی لئے شب کے وقت میں شب غم کا اظہار کرتا ہوں کیونکہ
میرے ساتھ کوئی بھی ساتھی نہیں ہوتا۔اور اپنے قدم بالکل الگ رکھتا ہوں۔

۲۔ہمیں کبھی بھی کسی پر غلطیوں کی بوچھاڑ نہیں کرنی چاہئے۔ ہر ایک دور میں
انسان غلطی سے پہچانا جاتا ہے۔اس دور میں یا دوسرے دور میں انسان اپنے بچوں کو
پالنے کے لئے غلطیوں کا سامنا کرتا ہے۔غلطیوں کا سامنا کرنے اور غلطیوں کو استعمال
کرنے کے لئے جھوٹ کا ذکر ضرور آتا ہے۔اسی لئے ہم طرز جمہور میں زیادہ تر

ہر ایک انسان کو غلطیوں کا پتلا سمجھتے ہیں۔ ان غلطیوں کو دور کرنے کے لئے اور غلطیوں کا اندازہ لگانے کے لئے کئی اہلکار اپنے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ وہ اہلکار بھی طرز جمہور میں اثر ورسوخ یا رشوت کے دائرے اختیار سے ان غلطیوں کو مبرا کر کے انسان کی پہچان نیک آدمی کے طور پر تسلیم کراتے ہیں۔ یہ طرز جمہور میں کاروبار چلتا ہے لیکن اس کاروبار کو نیست و نابود کرنے کے لئے کئی محکمے کام کرتے ہیں پھر بھی سچائی کا پرچم نظر نہیں آتا۔ سچائی کے پرچم دیکھنے سے اس کا ماحول دیکھ سکتے ہیں۔

اُس شمع کی طرح سے، جس کو کوئی بجھاوے
میں بھی جلے ہوؤں میں، ہوں داغِ ناتمامی

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں ایک شمع کی طرح ہوں لیکن جب میں جلتا ہوں لوگ میرے پاس آتے ہیں اور روشنی کا تخمینہ لگاتے ہیں میری روشنی سے ان کو فائدہ ملتا ہے اسی لئے وہ میری روشنی بجھاتے نہیں۔ شمع پر وہ بہت ہی خوش نظر آتے ہیں۔ لیکن اس شمع کو بجھانے کیلئے کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو اس چراغ کو پسند نہیں کرتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ شمع کو بجھائیں لیکن بجھتی نہیں۔ میں ایسا حال دیکھتا ہوں تو میں اپنے آپ کو بجھے ہوئے آدمیوں کے ساتھ وابستہ رکھتا ہوں۔ کیونکہ میں یہ سوچتا ہوں جس طرح پروانے شمع کے ارد گرد نظر آتے ہیں وہ اس شمع کے ارد گرد اپنے آپ کو جلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر چہ وہ جلتے نہیں لیکن اس کے ارد گرد ناچنے سے انہیں داغ نمودار ہوتا ہے۔ وہی داغ مجھے معشوق کی جدائی سے دل میں پیدا ہوا۔ جب یہ داغ پیدا ہوا ہے تو ضرور کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہونا لازمی ہے۔ اب میں اس بیماری سے نجات پانے کے لئے شمع کو ہی بجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ مطلب مجھے معشوق کی تلخیوں سے اپنی روشنی سے محروم ہونا پڑا۔ اگر چہ میری روشنی سبھی کو پسند رہی لیکن معشوق کی جدائی سے مجھے بہت سے صدمے دل میں پیدا ہوئے۔ جس سے کہ دل داغی کی صورت میں نظر

آنے لگا۔ اے معشوق مجھے شمع کی طرح دیکھو اور اس شمع کو جلانے کیلئے قائم ودائم رکھو۔ وہ تب ممکن ہے جب آپ جدائی کے منظر سے الگ رہو گے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں لوگوں کو اکثریت کے حساب سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ مگر یہ تقسیم نامہ منظور نہیں ہونا چاہئے کیونکہ طرز جمہور میں کچھ نہیں بتا سکتے۔ اکثریت کا ہی غلبہ دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ اس لئے کہ جب کوئی غریب امیر کو نظر آتا ہے تو اس سے ہمدردی کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا بلکہ وہ امیر غریب پر غلبہ کرنا چاہتا ہے۔ اس غلبے کے لئے چراغ کی صورت میں غریب کو پروانہ سمجھ کر داغ کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں جب ایسا حال دیکھنے میں آتا ہے تو عوامی لہر اس لہجے کو ختم کرنے کے لئے ایک آواز اٹھا کر اس طریقے کا رجحان یا ماحول پیدا کرتے ہیں۔

”منہ ہو تو ایسا“ غالب

گردش جمہور

غالب مختلف شعر مختلف حرفوں میں لکھ کر اپنی غزلوں میں رنگت حرفوں سے ہی پڑھنے والے تک پہنچائی۔ اسی طرح سے غالب نے حرف چہرہ پر بھی کئی شعر لکھیں ہیں۔

حرف چہرہ جمہوری طرز نظام میں گردش جمہور کے برابر سمجھتا ہوں وہ یہ کہ جب ہم جمہوری طرز نظام میں ایک ملک سے دوسرے ملک جاتے ہیں تو وہاں پر استقبال وہاں کے حکمرانوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ حکمران بھی دوسرے ممالک میں جاتے ہیں تو وہاں کے حکمران عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اسی لئے اس طرز کو میں گردش جمہور کہتا ہوں۔ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے ہیں دیکھ کر ملکی ملن کرتے ہیں۔ میں نے اسی لئے گردش جمہور کا حرف استعمال کیا۔ غالب نے حرف منہ کے بارے میں کیا کچھ لکھا ہے۔

رخصت نالہ مجھے دے، کہ مبادا ظالم!
تیرے چہرے سے ہو ظاہر غم پنہاں میرا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب بے وفائی کا دور آپ نے میرے ساتھ نبھایا تو میں بہت ہی تنگ ہوگیا۔ میں آپ کی وفائی پر مبارکباد دیتا ہوں ۔ میرا التماس ہے کہ ظلم ختم کریں۔ مطلب اب ظلم کا دور ختم کیا جائے تا کہ میں تیرے چہرے پر نظر ڈالوں اور اپنے خیالات وفائی کے بتاؤں۔ بتا کر یہ کہوں کہ اے معشوق اگر آپ بے وفا رہے لیکن میں وفائی میں ہی آپ کے ساتھ ہمیشہ رہا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ ظلم سے الگ ہوکر تیرے چہرے کو دیکھ کر کوئی پناہ ملے گی۔ پناہ ملنے سے غم مٹا سکتے ہیں ورنہ تیری بے وفائی سے مجھ میں ظلم پیدا ہوا ہے۔ اس ظلم کو مٹانا ضروری ہے۔

۲۔طرز جمہور میں لوگوں کے مطابق سرکار چلتی ہے سرکاری نظام چلاتے چلاتے لوگوں کے بہت سے مسائل ابھرتے ہیں۔ ان مسئلوں کو حل کرنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہماری کافی دیر کی مانگ پوری ہوئی۔ پوری ہونے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اب مانگ کے لئے چہرہ نہیں دکھانا پڑے گا اور آزاد طریقے سے اپنے چہرے اپنے پاس ہی رہیں گے۔ مطلب جمہوری طرز نظام میں چہروں سے ہی مانگیں پوری ہوسکتی ہیں۔ ایک چہرے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ جب ہم کسی کے پاس جاتے ہیں خواہ وہ سرکاری یا غیر سرکاری رکن ہو۔ تو اس سے اپنی شکایتیں روبرو کہہ کر اس سے اپنی مانگ پوری کراتے ہیں۔ اسی لئے گردشِ جمہور کے طور پر میں حکمراں اور غیر حکمراں سے اپنے مسئلے ابھارتے ہیں اور ابھار کر انہیں منوانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ کبھی بھی ہم منہ نہیں چھپاتے ہیں۔ میں پردہ نہیں کرتا

ہوں۔ دوستی میں کئی غلط باتوں پر منھ نہیں دیکھنا پڑتا۔ مطلب پردہ فاش نہیں کرنا پڑتا۔ ان باتوں کو خفیہ طور پر رکھتے ہیں۔ جب ہم ان باتوں کو خفیہ رکھتے ہیں تو ہمارے دل میں قوت ہی نہیں رہتی کہ ہم دیر تک خفیہ رکھیں۔ کیونکہ ہمیں کئی چہروں کو دیکھ کر اور مل کر آپسی باتیں کر کے کچھ نہ کچھ پردہ ہٹانا پڑتا ہے۔ مطلب ان کو کوئی ایسی باتیں بتاتے ہیں جو کہ نہیں بتانی چاہئے۔ جب ہم ایسی باتیں کرتے ہیں ہمارے دوسرے دوست یہ کہہ کر بتاتے ہیں کہ دل وسیع نہیں بلکہ تنگ ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی کے ساتھ ملتے ہیں تو اس کے کئی عیب جانتے ہوئے سامنے نہیں بتاتے۔ بتانے سے ہچکچاہٹ محسوس ہونے لگتی ہے۔ تبھی تو غالب فرماتے ہیں کہ اے دوست اگر آپ میں وفائی ہوتی تو آپ منھ دیکھ کر ہی سب کچھ بتاتے۔ کوئی چیز بھی پردے میں نہیں رہتی۔ پردے میں نہ رہنے سے رقیبوں کو فائدہ نہیں پہنچتا۔

۲۔ طرز جمہور میں جب کوئی غیر ملکی اہلکار ملک میں آتا ہے تو وہ صرف اپنے ملک کی وفاداری دکھاتا ہے اپنے ملک کے اندرونی حالات سے واقف نہیں کرتا۔ صرف وہ تجارتی تعلقات کے بارے میں ہی بات چھیڑتا ہے۔ شاعر نے کہا کہ منھ کے دکھانے کے بعد دوست کے ساتھ اس کے اندرونی عیب نہیں کہتے ہیں۔ ان عیبوں کا پردہ نہیں رکھتے ہیں۔ اسی لئے گردش جمہور میں جب ہم کسی ملک کا دورہ کریں تو اپنے ملک کی عزت رکھنے کیلئے اندرونی باتوں میں توجہ نہیں دیں گے۔

دِکھا کے جنبش لب ہی تمام کر ہم کو
نہ دے جو بوسہ، تو منہ سے کہیں جواب تو دے

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق آپ کو راستے میں دیکھتے ہیں آپ میں جنبش پیدا ہوتی ہے۔ جنبش کو دیکھ کر کیوں نہیں اپنے منھ سے جواب دیتی ہے۔ تا کہ وفاداری کا ماحول ہمارے دل میں آ سکے۔ خدا نے کہنے کیلئے زبان دی ہے۔ مطلب شرم کا

اصول ہر ایک کے پاس موجود ہے۔ شرم کے مارے بتا نہیں سکتی۔ اسی لئے اے معشوق تمہیں دیکھ کر میرے منہ میں بھی رکاوٹ آجاتی ہے۔ کیونکہ خدا نے زبان بندی رکھی ہے۔ شرم رکھی ہے لیکن جب میں آپ کو دیکھتا ہوں اس شرم پر بھی میری آپ کے ساتھ وفاداری کا علم موجود ہے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں دائرے دفاع کے تحت ہم کوئی ایسی بات نہیں بتا سکتے ہیں جو کہ ملک کے مفادات کے لئے اچھی نہیں ہے۔ جس سے کہ ملک کے دفاع پر برا اثر پڑے۔ اسی طرح سے شاعر نے کہا ہے کہ ''نہ دے جو بوسہ، تو منہ سے کہیں جواب تو دے'' مطلب ملک کے وفادری کی جنبش کے لحاظ کے مطابق ہمیں دفاعی ماحول کے تحت طرز جمہور میں کئی باتوں پر پابندی بھی صادر ہو سکتی ہے۔

کیا خوب! تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا

بس چپ رہو، ہمارے بھی منہ میں زبان ہے

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ اگر چہ وفاداری نبھائی لیکن میرے ساتھ وفاداری نہیں نبھائی۔ وہ بے وفا رہے۔ وہ بے وفا اس لئے رہے کہ میرے دوست جب ان سے ملتے ہیں وہ مجھے غیر سمجھ کر باتیں بتاتے ہیں۔ ان کو یہ بات سن کر خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اگر چہ وہ بات چھیڑتی ہے اس کا مطلب اس میں میرے دل کے بارے میں کوئی نہ کوئی ذکر موجود ہے۔ جس سے وہ غیر آدمیوں کو میرے بارے میں اچھا یا برا کہتے ہیں۔ لیکن جب وہ مجھے ملتے ہیں میں بتانے سے انکار کرتا ہوں میں چپ رہتا ہوں۔ اگر چاہوں تو میں بتا سکتا ہوں لیکن میری زبان ایسی نہیں ہے کہ کسی کا منہ دیکھ کر راز فاش کروں۔ مطلب میں آپ کا منہ جب دیکھوں میں بتانے سے انکار نہیں کروں۔ غیر کو کیوں بوسہ دوں۔ میرے اصولوں کے خلاف ہے۔ اگر کچھ بتانا ہو تو سامنے بتاؤ یا منہ دیکھ کے ہی بتانا تاکہ برائی اور

اچھائی کا اندازہ لگایا جا سکے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں ملکوں میں آپسی تناؤ رہتا ہے۔ کوئی ملک کسی ملک کے خلاف بولتا ہے یا اس کے حق میں بولتا ہے۔ اس سے ملکوں میں محبت یا نفاق کے آثار دیکھنے میں آتے ہیں۔ مطلب اپنے اپنے ملک کے اہلکار اپنا منہ اپنے ملک کی سلامتی کے بارے میں دکھاتے ہیں۔ وہ اپنی تعریف کے لئے غیر ملکوں کو اپنا بوسہ دیتے ہیں۔

"سینہ شمشیر و تیر بھی سینہ" غالبؔ

جمہوریت و دلیری

غالب کی غزلوں کے شعروں کو مختلف مضامین میں جوڑ کر جمہوریت کے ماحول سے وابستہ رکھنا چاہتا ہوں اور ساتھ ساتھ جرح دے کر ثابت کرتا ہوں کہ جمہوری طرز نظام کے ساتھ غالب کی غزلوں کے اشعار جوڑ سکتے ہیں۔ لیکن جوڑنے سے پہلے میں روایتی مفہوم کہتا ہوں۔ حرف سینہ کے اشعار جمہوریت و دلیری کے ساتھ جرح کرتا ہوں۔

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے شوق ہے آپ کے ساتھ لیکن یہ شوق پورا ہی نہیں ہوتا ہے بہت سی غزلوں کے شعروں میں شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا جذبہ آپ کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رکھا۔ میں نے اپنے سینے کو آپ کے ساتھ وابستہ رکھا، لیکن بزدلی اور کم ہمتی ہونے کے ناطے میں اپنا جگر آپ کو نہیں دکھا سکا۔ جب آپ وفاداری کے ماحول میں میرے پاس آؤ گے تو تیری جدائی کے شمشیر کے تیغ لگنے سے دم نہیں توڑا بلکہ زخم ابھرے۔ ان زخموں کو دکھاؤں اور آپ کے دیکھنے سے وہ زخم ٹھیک ہو جائیں

گے۔ اے معشوق اگر جذبہ ہے شوق ہے مجھے دیکھنے کے لئے کیوں نہ وفائی کے دائرے اختیار میں آ کر سینے کے زخموں کو مرہم لگاؤ۔ آپ کی مرہم پٹی سے وفاداری کا ذکر ضرور آئے گا۔ مطلب شاعر کہتا ہے کہ معشوق کی جدائی سے انہیں سینے میں زخم پیدا ہوئے۔ اسی لئے معشوق کو دیکھنے کا اور ہمدردی کا انتظار کرتا ہوں۔

۲۔ ملک میں وفاداری کیلئے ہر ایک شہری کو بہت سی قربانیاں دینی چاہئیں۔ جب ہم کسی سالمیت پر نظر ثانی کرنے بیٹھیں گے تو ہم اپنے سینے سرحدوں کے سامنے رکھ کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ اگر چہ ہم سرحدوں کی حفاظت کے لئے گولی کا شکار بھی ہو جائیں گے یا گولی کے زخم سینے پر رہیں گے تو ہمیں جمہوریت میں دلیرانہ حرکت پر یا حب الوطن کے نام کا تمغہ دیا جائے گا۔

زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی ، یارب
تیر بھی سینۂ بسمل سے پر افشاں نکلا

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کو میری وفائی کے زخموں پر داد دینی چاہئے۔ میں آپ کے زخم پر داد دے کر اپنے سینے سے خدا کے واسطے ان زخموں کو اس کے دل میں وفاداری کا حرف پیدا ہو جائے گا۔ مطلب میں نے وفاداری کے لئے زخموں کی بوچھاڑ بھی دیکھی۔ اتنے تیر جدائی کے دوران محسوس ہوئے۔ ان تیروں کو گننا یا تعداد بتانا بہت ہی مشکل ہے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں ملک کی سالمیت کے لئے ہمیں ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے۔ ہوشیاری سے کام لیکر ہمیں اس فوجی کا خیال رکھنا چاہئے جو کہ سرحد پر اپنی نگاہوں سے دشمنوں کا تناؤ دیکھتا ہے اور اس تناؤ کو بگاڑنے کے لئے نگاہیں چوکس رکھتا ہے۔ اس چوکسی کے دوران اس کی نگاہوں میں اپنے گھر سے الگ تھلگ ہونے پر جو زخم پیدا ہوتے ہیں ان زخموں پر ہمیں ہمیشہ داد دینی چاہئے۔ تا کہ ہم یہ کہیں یہ زخم

ملک کی سالمیت اور وفاداری کے لئے تاابد موجود رہیں گے۔

شق ہوگیا ہے سینہ، خوشا لذّت فراغ!
تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ کسی وقت ایسی نوبت بھی آتی ہے کہ معشوق کو معلوم ہوتا ہے کہ محبوب وفاداری کے ضمن میں زخمی ہوا ہے۔اور ان زخموں کو وہ دیکھنا نہیں چاہتی۔ان زخموں پر انہیں شک محسوس ہوتا ہے۔لیکن میں ان زخموں کو اسی لئے جگر میں رکھتا ہوں تاکہ یہ کہوں کہ یہ ایک لذت ہے جو کہ وفاداری کے کارناموں سے حاصل ہوا ہے۔یہ تکلیف وفاداری کے جاموں سے ہوا ہے۔میں کبھی یہ نہیں کہوں گا کہ جو زخم میرے جگر میں ان کے پردے بنیاد پر ہوا ہے ایسا میں کسی کے ساتھ بولنے والا نہیں ہوں۔میں وفائی میں ہی اپنی فراخ دلی محسوس کرتا ہوں۔مجھے وفائی میں ہی لذت محسوس ہوتی ہے میں کبھی بھی وفائی کے شک وشبہہ میں نہیں رہتا ہوں اگرچہ معشوق کو میری وفائی پر شک ہے تو اس سے تول کر شک کو دور کرنا چاہئے تاکہ میری وفائی پہ سینے پر زخم دے کر اس سے لذت پیدا ہو۔جس لذت سے وہ خود بخود اپنا پردہ اٹھا کر یہ کہے گی کہ یہ زخم آپسی پردے کے دوران ہی پیدا ہوئے ہیں۔مطلب شاعر کا کہنا ہے کہ وفاداری سے ہی سب کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔

۲۔جمہوری طرز نظام میں کبھی بھی اپنے ساتھیوں سے شک نہیں کرنا چاہئے، شک کی نگاہوں سے دور رہنا چاہئے جس طرح ہم ایک فوجی جوان کی وردی دیکھ کر اور اس کی بہادری دیکھ کر ملک میں تعریف کرتے ہیں۔تعریف کرنے کے باوجود اس کے زخم ملک کی حفاظت کرتے دیکھتے ہیں اور وہ زخم سینے میں دیکھ کر یہ بھی کہتے ہیں کہ ملک کی سالمیت اور وفاداری ایک لذت پیدا کرسکتی ہے۔سرحد کی وفاداری کے لئے ایسے زخم سینے میں دیکھ کر ایک پرچم وفاداری کا تسلیم کیا جائے گا۔

آتش کدہ ہے سینہ مرا، راز نہاں سے

اے وائے! اگر معرضِ اظہار میں آوے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اگر چہ وہ نوجوان ہیں لیکن نوجوانی میں جو کچھ دستیاب ہونا چاہئے وہ دستیاب نہیں ہوتا ہے۔ اگر چہ میں معشوق کے ساتھ نزدیکی رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں لیکن نوجوانی میں نہیں قائم کر سکتے۔ جس سے کہ میرے سینے میں ایک آگ دہکتی ہے۔ اگر چہ اس سینے کو حکیم کے زیرِ علاج رکھا جائے تو خود حکیم یہ کہے گا کہ مرض ہے لیکن مرض کا علاج کچھ بھی نہیں ہے۔ مطلب غالب نے پہلے ہی کہا ہے کہ نہ دل خریدا جاتا ہے نہ دل کو پیسوں سے اختیار کر سکتے ہیں۔ اسی لئے کسی کی محبت کسی کے ساتھ وابستہ ہے لیکن جس کے ساتھ وابستگی رکھنا چاہتا ہے جب وہ اس کی محبت کو نہیں تسلیم کرتے تو محبت کرنے کا فائدہ کیا لیکن چاہت ہونے کے ناطے اس کے سینے میں مرض بڑھتا ہے۔ جس مرض کا علاج ہے ہی نہیں۔ حکیم کہتے ہیں کہ جب معشوق کے ساتھ ملاقات ہوگی تو قدرتی طور مرض غائب ہوسکتا ہے۔ مطلب حکیموں کے پاس بھی دردِ عشق کا اور دردِ حسن کا علاج نہیں ہے۔ یہ علاج معشوق اور محبوب کے درمیانی تعلقات سے دستیاب ہوسکتا ہے۔

۲۔ اگر چہ ہم جمہوری طرز میں دلیری کارنامے سرانجام دیتے ہیں لیکن وہ قانونی طور طریقوں سے انجام دیتے ہیں۔ مطلب کسی کو کسی کے ساتھ محبت کے تعلقات ہیں لیکن پوشیدہ ہے، روبرو نہیں ہے روبرو نہ ہونے کی وجہ سے معشوق کو محبوب کے درمیان دوری رکھنے سے مرض ابھرتا ہے لیکن طرز جمہور میں بلالحاظ مذہب وملت اگر محبت ہے تو روبرو بات کرنے سے مرض دور ہوتا ہے اور قانونی طور پر اسے کوئی جرم تصور نہیں کیا جاتا ہے بلکہ معشوق اور محبوب چاہتے تو انہیں کوئی سزا یا کوئی دِقت نہیں مل سکتی ہے۔

''کیسا خواب'' غالبؔ
طرز جمہور میں خیالی پلاؤ

جمہوریت کے دور میں تمام رہنما سوچتے ہیں کہ لوگ محبت سے پیش آئیں تا کہ وہ اقتدار حاصل کریں۔ اِن خیالی پلاؤں سے رہنماؤں کو بہت سے اچھے خیالات بھی اُبھرتے ہیں اور برے خیالات بھی اُبھرتے ہیں۔ جن سے لوگوں میں تناؤ کے مناظر نظر آتے ہیں جیسے کہ ایک رہنما کہتا ہے کہ میں حالت سدھاروں گا اور دوسرا رہنما اس کے برعکس سوچتا ہے کہ جب حالات سدھاریں گے تو میری کوئی بھی شخص تعریف نہیں کرے گا۔ جس سے دور رہنماؤں میں تناؤ مذکر اور مؤنث جیسا ہوتا ہے۔ اس انداز میں اگر ہم غالب کے کچھ اشعار وابستہ کریں تو ہمیں پوری طرح سے اس بات کی واقفیت ہو جائے گی کہ طرزِ جمہوری خیالی پلاؤ رہنماؤں کے خیالات میں اُبھرتے ہیں۔ حرف خواب پر غالب کیا فرماتے ہیں۔

بغل میں غیر کی آج آپ سوتے ہیں کہیں ورنہ
سبب کیا خواب میں آ کر تبسم ہائے پنہاں کا

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب محبت کی داستان میرے دل میں ابھرنے لگی تو مجھے خاص معشوق کے ساتھ وابستہ دل کی رہی لیکن ایک بات جب میں کسی اور دوسرے معشوق کو دیکھتا ہوں اوراس کے حسن پر مجھے دل میں کچھ رکاوٹیں پیدا ہوتی ہے میں ان رکاوٹوں کو دور کر کے اپنی ہی معشوق سے دل لگا تا ہوں ۔مطلب میں کسی غیر کے ساتھ کبھی بھی دل کی وابستگی نہیں رکھتا۔اگر چہ میرے بغل میں بہت سے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں لیکن پھر بھی میں بغل میں ایک معشوق کا تصور برقرار رکھتا ہوں ۔ہزاروں دلوں کو بغل میں پناہ نہیں دیتا ہوں میری بغل میں ایک ہی معشوق ہے جس کے ساتھ میری وابستگی تا عمر رہے گی لیکن جب میں خواب دیکھتا ہوں خواب دیکھتے میں کسی غیر معشوق کے ساتھ پیار میں اُلجھ جا تا ہوں ۔جب میں بیدار ہوتا ہوں تو اس خواب کو مسترد ان لفظوں سے کرتا ہوں کہ یہ خواب تھا، یہ اصلیت نہیں تھی ۔اسی لئے میں نے اپنے خواب میں کسی غیر کو پناہ دی۔لیکن وہ پناہ مکمل نہیں ہے بلکہ چند منٹوں کے لئے پناہ دینا وہ بھی خیالوں میں ،مطلب خواب میں۔اسی طرح سے غالب فرماتے ہیں معشوق وفائی میں محبوب کے ساتھ اور بے وفائی میں بلکہ خواب دیکھاتی تاکہ محسوس نہ ہو پائے۔

۲۔اسی طرح سے طرز جمہور میں بہت سے رہنما اپنی کرسی کیلئے سوچتے ہیں وہ ملک کے اقتصادی حالات اور لوگوں کی بہبودی پر کم توجہ دیتے ہیں۔کرسی پانے کے لئے وہ کئی خیالات دل میں اُبھارتے ہیں جو کہ خیالات فضول ثابت ہوتے ہیں۔اسی طرح سے اگر ایک رہنما قومی مفاد کیلئے کام کرنے بیٹھے گا تو اس سے ایسے خواب کبھی بھی نظر نہیں آئیں گے نہ خوابوں کو دیکھنے کے لئے فرصت مل سکتی ہے۔

شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں
دُکھتے ہیں آج اُس بت نازک بدن کے پانو

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب مجھے معشوق کے ساتھ دل کی وابستگی ہوئی اس کے خیالات میرے خیالات سے نہیں ملتے ۔ مطلب میں جب ان کو دیکھتا ہوں وہ مجھے دیکھنے کے لئے رُکاوٹ ڈالتی ہے۔جس ۔سے مجھے خیال آتا ہے کہ میری محبت پاک ہے لیکن جواب میں پاکیزہ نہیں ۔ جب معشوق مجھے چاہتی ہی نہیں ان ہی خیالات میں ڈوب کر میں سوچتا ہوں کہ وہ مجھے اگر جدائی میں رکھتی ہے میرے شکوے دور تب ہو سکتے جب وہ مجھے شب کے وقت خواب میں آتی ۔ میں نے کبھی بھی اسے خواب میں نہیں دیکھا۔ اگر چہ میں خواب میں اس کو پاتا تو میرے دل میں سکون آتا اور میرا بدن دکھ سے بھرا نہیں ہوتا۔مطلب میں اس کی جدائی سے اگر تنگ آچکا ہوں پھر بھی اس جدائی کو الوداع نہیں کہہ سکتا۔میں چاہتا ہوں کہ کسی نہ کسی طریقے سے خواب میں ہی ملاقات ہوجائے۔

۲۔طرز جمہور میں اقتصادی بحران ہونے کے وجہ سے بہت سے کام مکمل نہیں ہو سکے۔ جب کام ہی مکمل نہیں ہو سکے تو جو ہمارے پاس تجویز تھی وہ خواب کی صورت میں عوامی حلقوں میں پہنچ جاتی ہے مطلب جب لوگ کہتے ہیں کہ سڑک بنی چاہئے۔ لیکن اقتصادی بحران کی وجہ سے سڑک تعمیر نہیں ہوسکتی جس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ رہنماؤں کا خواب ہی رہا۔جو کہ پائے تکمیل تک اقتصادی بحران کے وجہ سے نہیں پہنچا۔

غنچہ تا ہا، برگ عافیت معلوم !
باوجود دلجمعی خواب گل پریشاں ہے

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے باغوں کی سیر کی۔سیر کرتے کرتے مجھے بہت سے پھولوں کے ساتھ لگاؤ ہونے لگا یہ لگاؤ مجھ سے کبھی بھی الگ نہیں ہوتا۔اگر چہ کسی وقت موسم سازگار نہیں ہوتا پھر بھی میں گندے موسم میں بھی باغ میں سیر کرنے کے لئے جاتا ہوں۔ میں کبھی بھی باغ کو بھولتا نہیں۔اسی طرح سے میں اپنے معشوق سے

وابستگی ترک نہیں کرتا ہوں۔ میں باغ کی طرح اس کو دل میں سجاتا ہوں، وہ میرا گل ہے اور میرا دل باغ ہے لیکن جب بے وفائی کے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں پھر بھی میں اپنا شکوہ مسترد کر کے پیار، دل اپنے معشوق کے ساتھ وابستہ رکھتا ہوں۔ جس طرح مالی اپنے گلستان کو سجاتا ہے۔ سجاتے سجاتے اسے گلوں کی سجاوٹ کرنے میں پریشانی محسوس ہوتی ہے۔ پریشانی اس بات کی مالی سوچتا ہے ہر ایک گل کو دیکھنے والے پسند کریں۔ اسی طرح سے معشوق کو ہر روز سجاتا ہوں اگرچہ وہ بے وفائی کے عالم میں میرے ساتھ پیش آتی ہے پھر بھی میں اس سے گل کی طرح سجاتا ہوں۔ بے وفائی کے مناظر خواب کے برابر تصور کرتا ہوں اگرچہ وہ بے وفا ہے ہیں لیکن میں اس بے وفائی کو خواب کی طرح سمجھتا ہوں۔ وقت پر بے وفائی میں تبدیل ضرور ہوسکتی ہے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کئی بحران عوام کے حل ہوتے ہیں اور کئی بحران اُبھرنے لگتے ہیں دونوں کا حل رہنما ڈھونڈتے ہیں، کسی نہ کسی طریقے سے عوام کی مشکلات کو دُور کرتے ہیں۔ جب ہم ایک مشکل کو حل کرتے ہیں تو دوسری مشکل نظر آنے لگتی ہے مطلب مشکلات منسوخ کرنے کے بعد ہم لوگ کہتے ہیں کہ خواب تھا۔ خواب ٹل گیا تو اب وہ حل بھی پورا ہوا جس سے مشکلات کا دور ختم ہو گیا۔

وہ آ کے خواب میں تسکین اضطراب تو دے
دلے مجھے تپش دل مجال خواب تو دے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں اپنے معشوق کے ساتھ ٹھیک طرح سے وابستگی رکھتا ہوں لیکن وہ دوسروں کو یہ کہہ کر پکارتی ہے، چلاّتی ہے کہ مجھے کوئی وابستگی نہیں ہے۔ اگر وابستگی نہیں ہے تو وہ کیوں خواب کی تعبیر کسی کو بتاتی ہے، مطلب وہ جب خواب میں دیکھتی ہے دیکھ کر دوسرے کو بتاتی ہے کہ میں نے معشوق کی جدائی خواب

میں دیکھی ۔ دیکھ کر بتاتی ہے کہ خواب کی تعبیر کیا ہے ۔لفظ تعبیر کا مطلب بے وفائی نہیں وہ وفائی ہے لیکن شرم کے مارے وہ بتا نہیں سکتی ۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں بہت سے برے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں اوران واقعات کا پردہ فاش کرنے کے بعد ملزموں کی پکڑ دھکڑ ہوتی ہے۔ مطلب جمہوری طرز نظام میں خود لوگ اصلیت دیکھتے ہیں اصلیت کو نہیں چھپاتے ہیں ۔ مطلب اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کی غلطی کو نہیں چھپا ہیں ۔ وقت پر غلطی دیکھ کر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ مجرم کون ہے اور مُبرّا برے حالات سے کس کو ہونا چاہیئے ۔ مجرم کو جمہوری طرز نظام میں اپنی غلطیوں کا احساس ہوتا ہے لیکن غلطیوں کو چھپانے کیلئے وہ بہت کوشش کرتا ہے کہ غلطیوں کا پردہ فاش نہ ہو۔ اسی لئے پردہ فاش ہونے کی وجہ سے اس میں کئی خواب دماغ میں ابھرتے ہیں اور وہ خواب بالکل مستر دہوتے ہیں ۔

ابھی آتی ہے بو بالش سے اُس کی زُلف مشکیں کی
ہماری دید کو، خواب زلیخا، عارِ بستر ہے

شاعر فرماتے ہیں کہ اگر چہ مجھے محبت ہے وہ معشوق کی زلفوں سے ہے میں ان کی زلفوں کو دیکھ کر بیدار ہوتا ہوں ۔ میرے دل میں قرار نہیں آتا ہے لیکن زلفیں دیکھتا ہوں مگر ان کا تذکرہ نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے دُور سے دیکھا ۔میرے پاس کوئی نزدیکی رابطہ ہے ہی نہیں ۔سڑک کے پار دیکھ کر کیسے میں اپنے تاثرات روبرو بتاؤں، اگر چہ میں آنکھوں سے دیکھتا ہوں، سڑک کے پار دیکھتا ہوں مگر میرے دیدوں کا تاثر ان کو خواب میں ضرور فراہم ہوتا ہے ۔ جب وہ معشوق شام کی جدائی کے عالم میں سو جائے گی تو ضرور میرے تصور کرے گی ۔ جسے خواب میں زلفوں کا تصور مل سکتا ہے ۔خدا جانتا ہے ۔

۲۔ جمہوری طرزِ نظام میں ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں کرسی حاصل ہونی چاہیئے ۔ کسی

بھی وقت حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔اس میں بھی خدا کا اثر ضرور ہے۔ جب خدا چاہے عروج پر پہنچا سکتا ہے اور جب خدا نہ چاہے تو اسے فرش پر پناہ دیتا ہے۔عرش اور فرش کی باتیں جمہوری طرزِ نظام میں ضرور پائی جاتی ہیں۔اسی لئے جمہوری طرز نظام میں خیالی پلاؤ کے طرح قائم ودائم رہتے ہیں۔کبھی کوئی بات حل ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوسکتی۔خیالی پلاؤ رہنماؤں کے دماغ میں گونجتے ہیں۔

غالب کی غزلوں میں حرف شوق کالفظ بھی پڑھتے ہیں

شوق ہر رنگ رقیب سرو ساماں نکلا
قیس، تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ مجھے یہ گمان تھا کہ معشوق ہمیشہ کے لئے میرا ساتھ دے گی۔مشکلات میں بھی اورسہولیات میں بھی یہ میرا خیال تھا کہ معلوم نہیں کس دشمن نے اِن خیالات کوتہس نہس کردیا۔معشوق کے ساتھ میری وابستگی اور وفاداری کے لئے ایک تصویر کھینچی تھی لیکن وہ تصویر نہیں رہی۔کھینچتے وقت میں نے سوچا تھا کہ جوکوئی بھی کام پوشیدہ کیاجائے گا وہ پوشیدہ ہی رہے گا۔افسوس ہے کہ پوشیدہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ سرعام لوگوں نے دیکھا اورعریانیت میں تبدیل ہونے لگا۔میں نے تصویر کھینچی کھینچتے وقت مجھے پورا یقین تھا کہ عریانیت کو بازار میں نہیں دیکھ سکتے۔افسوس ہے کہ اس عریانیت کوکسی رقیب نے انجام دیا جس سے کی یہ بازار میں سبھی کے سامنے یہ تصویر دیکھنے کوملی۔جن سے عریانیت کے خیالات لوگوں کے سامنے آنے لگے۔

۲۔جمہوری طرزِ نظام میں جب بھی کوئی غلط کام کیاجاتا ہےاس کا سراغ لوگوں کو ضرورملتا ہے۔غلط کام کرنے پر کامیاب نہیں رہتے۔جب کوئی غلط کام کیاجاتا ہے تو یہ تصور ہوتا ہے کہ یہ عوام تک نہیں پہنچے گا کوئی دبانے کی کوشش کرتا ہے۔پھرلوگوں کے سامنے بھانڈا پھوٹ غلط کام کا بازار میں دیکھنے کوملتا ہے۔اسی لئے جمہوری طرز نظام

میں خیالی پلاؤ رکھ کر عریانیت بھی دیکھنے میں آتی ہے۔ کوئی بھی غلط کام پوشیدہ نہ رہ کر عریانیت کی شکل میں دیکھنے میں آتی ہے۔

وائے دیوانگی شوق کہ ہردم مجھ کو
آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا

۱۔ غالب فرماتے ہیں کہ مجھے ہر دم بہت سے خیالات ابھرتے ہیں ابھر کر خیالاتوں میں دیوانگی پیدا ہوتی ہے، جب راستے میں چلتا ہوں خیالات ابھرتے ہیں اور جب بیٹھتا ہوں تو خیالات ابھرتے ہیں۔ اب میں سبھی کے سامنے یہ کہتا ہوں کہ آپ کو بھی ایسا ہی زندگی میں محسوس ہوسکتا ہے۔ مجھے ہمیشہ اس معشوق کا خیال آتا ہے اور میں کبھی بھی اس خیال کو ترک نہیں کرتا ہوں، جب مجھے خیالات محسوس ہوتے ہیں تو ترک بھی نہیں کرتا ہوں اب ان خیالات کو دل اور دماغ میں رکھ کر سوچتا ہوں کہ یہ میری دیوانگی ہے جن سے میں دیوانگی محسوس کرتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ میں اکیلا نہیں ہوں بلکہ میرے ساتھ کوئی ہے۔ اب آہ وزاری کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے معشوق آپ میرے ساتھ رہ کر دیوانہ بنانا چاہتی ہے کیونکہ میرے دل و دماغ میں تو ہی تو ہے۔ میں کہتا ہوں ہائے تو نے دیوانگی کا حال بتایا۔ اس دیوانگی کو ترک کرنے کے لئے اب میں گذارش کرتا ہوں کہ پانچ دس منٹ کے لئے میرے دل و دماغ سے دور رہے تاکہ میں بھی سکون سے کچھ منٹ کے لئے بیٹھ سکوں۔

۲۔ طرزِ جمہور میں کوئی بھی شہری خواہ وہ رہنما ہو یا عام شہری ہو وہ اپنے اپنے خیالات میں ڈوب کر دیوانہ بنتا ہے۔ مطلب کسی کو گھریلوں پریشانی اور کسی کو کاروباری پریشانی۔ مختلف پریشانیوں کی سوچ میں رہ کر انسان دیوانگی کی حالت محسوس کرتا ہے اور اس سے چھٹکارا پانے کے لئے بہت کوشش کرتا ہے ممکن ہے کہ پانچ یا چھ منٹ کے لئے رابطہ ختم ہونے کے بعد سکون محسوس کرتا ہے۔ جمہوری طرز نظام میں ہر ایک رہنما

کو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن ان پریشانیوں کو دور کرنے کیلئے خیالی پلاؤ کا اثر دماغ میں رکھ کر تھوڑا سا سکون محسوس کرتا ہے۔

گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگیِ جا کا
گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

ا۔غالب فرماتے ہیں کہ مجھے دل سے یہ شکوہ ہے کہ میں اپنا شوق پورا نہ کر سکا۔ یہ گلہ مجھے اس لئے بھی ہے کہ میں نے نہ کوئی ساز سنا نہ کسی آواز میں محو رہا اور جدائی کا دریا دیکھنے سے بھی محو رہا۔ میں اگر مست رہا وہ دل کے شکوؤں اور دل کے گلوں پر۔ گلہ کس بات کا؟ گلہ اس بات کا کہ مجھے جب معشوق نے وقتاً فوقتاً تعاون ہی نہ دیا تو اس لحاظ سے میں کوئی ساز یا آواز نہ سن سکا میں نے فقط ہجر کا دریا دیکھا جس سے میں معشوق کے تعاون کے لئے محو رہا۔ مطلب میں مستی میں معشوق کے ہر ایک شوق کے لئے رہا۔ گلہ میں اس بات کا کرتا ہوں کہ مجھے کبھی کوئی ساز سننے کی فرصت نہیں رہی۔ فرصت نہ ہونے کی وجہ سے شوق محبوب نے مسترد کئے۔ مسترد ہونے سے میرے دل میں ایک گہرا دریا بنا۔ اب اس دریا کو دیکھ کر سوچتا ہوں کیوں نہ ایک کنارے میں بیٹھ کر وہ بے وفائی کے ساز سنوں۔ جس سے میں مست رہوں کیونکہ میرے شکوے معشوق نے پورے نہیں کئے جس سے کہ میرا شوق مسترد رہا۔ مسترد کی وجہ سے دریا میں منتقل ہوا، دریا میں منتقل ہونے کے بعد اب میں اس دریا کو ایک گلہ تصور کرتا ہوں۔

۲۔طرزِ جمہور میں ہر ایک اپنے شوق میں الجھے ہیں لیکن شوق پورے نہیں ہوتے۔ حتی کہ اس وقت جمہوری طرز نظام میں شوق اگر پورے بھی نہیں ہوں گے تو پھر اس کا گلہ ہی نہیں دل میں رکھنا کیونکہ ہر ایک میدان میں باصلاحیت مقابلہ دیکھنے میں آتا ہے اور مقابلے میں کامیابی پانا بہت ہی مشکل ہے۔ اسی لئے گلہ کو تبدیل کر کے خیالی پلاؤ میں انجام دینا چاہئے اور شوق کو پورا نہ کرنا چاہئے۔

شوق ہے ساماں تراز نزش ارباب عجز
ذرہ صحرا دست گاہ وقطرہ دریا آشنا

۱۔غالب فرماتے ہیں کہ جو بھی انسان کو شوق ہوتا ہے اس کا ایک ساماں بنتا ہے۔ مطلب جب ہم کوئی شوق دل میں رکھتے ہیں تو ایک خیال دماغ میں بھی ابھرتا ہے۔ مطلب یہ شوق دل میں ساماں کی جگہ پاتا ہے اس شوق کو مکمل کرنے کیلئے بہت سے اخراجات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اخراجات کا سامنا کرنے کے باوجود جب شوق پورا نہیں ہوتا تو اخراجات درہم برہم ہوتے ہیں اور درہم برہم سے آنسو بہا کر دل میں ایک دریا کی شکل بن جاتی ہے۔ جب ہم اس دریا کو دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ شوق سے یہ دریا بنا۔ مطلب قطرے قطرے سے دریا نے جگہ لی۔ اسی طرح سے مجھے معشوق نے شوق سے دور رکھ کے دل کو دریا بنایا۔ یہ دریا جب میں دیکھتا ہوں تو دیکھ کر کہتا ہوں کہ کن کن وجوہات سے دریا کی صورت اختیار کی۔ اب دریا کو ہم الگ نہیں کرسکتے ۔ سیلاب دیکھ سکتے ہیں دریا کا پانی طریقے سے اپنے اپنے تحویل میں آسکتا ہے لیکن معشوق کے شوق سے پہلے قطرہ پھر دریا کی صورت اختیار ہوئی ۔ اگرچہ معشوق نے شوق فراہم کیا ہوتا تو دریا کی صورت میں نہیں دیکھتے، شوق کو تہس نہس کرنے پر ہی دریا کی صورت اختیار ہوئی۔

۲۔طرزِ جمہور میں بہت سے معاملوں پر مسئلے ابھرتے ہیں اور ان مسئلوں کو حل کرنے کے لئے مختلف رہنما اپنی تجاویز دیتے ہیں تا کہ مسئلہ رفع دفع ہو جائے۔ لیکن رفع دفع نہ ہونے کی وجہ سے امن میں خلل پیدا ہوسکتا ہے۔ ایسے مسئلوں پر خیال کرنے کے لئے ہمیں خیالی پلاؤں کا بھی تذکرہ عوام کے سامنے رکھنا ضروری ہے تا کہ مسئلوں کو اِدھر اُدھر رکھ کر تناؤ کی صورت عوام میں کم ہو جائے۔

بلا سے ، ہیں جو یہ پیش نظر درودیوار
نگاہ شوق کو ہیں بال و پر درودیوار

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ ہم خدا سے ہمیشہ درخواست کرتے ہیں کہ کوئی مشکل کام یا آسان کام حل ہونا چاہئے۔خدا سے یہ بھی گذارش کرتے ہیں کہ کوئی مسئلہ ہی نہ اُبھرے۔جب ہم کسی مشکل کام کو حل کرنا چاہتے ہیں یا کوئی مشکل پیش آکر اس کی تدبیر ڈھونڈتے ہیں تو وہ عمل کرنے سے پہلے ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا کے فضل سے حل نکلے گا یا حل ہوجائے گا۔اگر چہ مشکلات سامنے آتی ہیں خدا کی مدد سے ان مشکلات کو حل کرکے ہی رہیں گے۔اسی طرح غالب کہتے ہیں کہ مجھے معشوق کی جدائی سے اوراس کے وصل سے ایک دیوار نظر آرہی ہے۔جس دیوار کو الگ کرنے کیلئے میری نگاہیں ہمیشہ ترستی ہیں اور ترستے ترستے یہ کہتی ہیں کہ کب اس دیوار کو تہس نہس کیا جائے کہ معشوق کے ساتھ وصل ہوجائے لیکن خدا کی مدد سے میں اس دیوار کو دیکھ کر یہ کہہ رہا ہوں کہ بچپن میں یہ دیوار ہمیشہ دیکھنے میں آتی ہے اور یہی دیوار ایک الگ چیز ہے جو کہ ہمیں جدائی کے عالم میں رکھ کر بہت سی مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ جب میری نگاہیں اس دیوار پر پڑتی ہیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کی مدد سے میں اس دیوار کو توڑ کر رکھوں گا اور توڑنے کے بعد اپنا شوق مکمل کروں گا لیکن ایسی دیوار نظر ہی نہیں آسکتی۔اگر چہ معشوق نے ہمیں ایسا برتاؤ نہیں کیا ہوتا۔جدائی کے برتاؤ سے اس دیوار کو بچپن میں دیکھنا پڑا،خیر خدا کی مدد سے اس دیوار کو الگ کر کے معشوق کے وصل کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔

۲۔طرز جمہور میں بہت سی باتوں کا مقابلہ کرکے ہم یہ ارادہ کرتے ہیں کہ خدا کی مدد سے اس کام کو پائے تکمیل تک پہنچائیں گے اور کامیابی حاصل کریں گے لیکن جب ان مشکلات حل ہی نہیں نکال سکتے ہیں تو پھر ہم سب خیالی پلاؤں کا جامہ پہن کر اس

سے تفریح کے طریقے سے عمل کرتے ہیں۔ مطلب ایک کھیل سمجھ کرنا کامیابی کا نتیجہ لوگوں کو کہتے ہیں۔

گر ترے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال
موج محیط آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں

۱۔ غالب فرماتے ہیں کہ اگر چہ میں تیرے دل میں اپنے خیالات رکھتا ہوں اب مجھے شوق ہے کہ آپ بھی میرے خیالات کو دل میں پناہ دیتی ہیں۔ مجھے شوق ہے کہ ان باتوں کی وضاحت ملنی چاہئے لیکن ان کی وضاحت نہ ملنے کی وجہ سے پانی کی صورت اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ وصل نہ ہونے کی وجہ سے باتوں کی وضاحت نہیں ہوتی ہے اگر چہ میں اپنے دل میں یہ کہتا ہوں کہ وہ میرے دل میں بسی ہے مجھے معلوم نہیں کہ کیا وہ میرے دل میں بسی ہے۔ اسی لئے میرا شوق ہے کہ میں اس کی وضاحت ان سے ہی کروں لیکن وہ وضاحت نہیں ہوسکتی۔ نہ ہونے کی وجہ سے رونے کی شکل اختیار ہوئی ہے۔ روتے روتے یہ دریا کی صورت میں شوق کو دیکھتے ہیں مطلب جو شوق ہے وہ دریا کی صورت اختیار کر گیا۔ اسی لئے اب اس شوق کو نہیں دیکھتے ہیں بلکہ دریا کو دیکھتے ہیں۔ دریا دیکھنے والے کہتے ہیں کس شوق نے اور کس خیال نے دریا بنایا۔ خیر اس دریا میں بہت سی لہریں ابھرتی ہیں ان لہروں کو ابھرنے کا انداز معشوق کے دلوں میں ضرور پہنچتا ہوگا یا ان کی آنکھوں کے سامنے لہروں کی موج دیکھنے میں آتی ہوگی۔

۲۔ طرز جمہور میں بہت سی لہروں سے لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب مسئلے حل نہیں ہوتے ہیں دس دس سالوں کے مسئلے دریا کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ دریا کی صورت اختیار کر کے جمہوری طرز کا پل تعمیر کرتے ہیں لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شوق پورے نہ ہونے کی وجہ سے ہم خیالی پلاؤں کے الفاظ استعمال کر کے پل کو تعمیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مرے دل میں ہے غالبؔ شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں
خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ مجھے شوق تھا کہ میں جدا نہ ہوں۔ اگر میں نے خدا کی عبادت کی ہوتی تو میں خدا سے ضرور رجوع ہوتا لیکن میں نے معشوق سے ملنے کیلئے کوشش کی وہ شوق ہی پورا نہیں ہوا۔ میرے دل کی خواہشیں نیست و نابود ہوئیں۔ جس کی وجہ سے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر میں نے خدا کے وصل کے لئے عبادت کی ہوتی تو مجھے پورا بھروسہ ہوتا کہ خدا مجھ سے ضرور ضرور ملتے لیکن افسوس ہے کہ مجھے معشوق کے ساتھ اپنے شوق کو ترک ہوئے اور شوق ہجر میں تبدیل ہوئے کیا اتنا مرتبہ میرے معشوق کو خدا سے بھی زیادہ ہے۔ افسوس ہے کہ اس سے احساس ہونا چاہئے کہ اتنا مرتبہ نہیں رکھنا چاہئے۔ میرا شوق یہ رہا کہ میں وصل کی پوشاک پہنوں افسوس ہے کہ میں نے خدا کے لئے وصل کی پوشاک نہیں پہنی۔ اگر چہ میں خدا کے وصل کے لئے پوشاک پہنی ہوتی تو مجھے پوری طرح پوشاک پہننے کا ڈھنگ ملتا۔ افسوس ہے کہ معشوق خدا سے بھی اعلیٰ اپنے آپ کو ترجیح دیتی ہے۔ میں اس ترجیح کو جدائی کے ڈھنگ سے نہیں بلکہ وصل کے ڈھنگ سے مسترد کرتا ہوں۔

۲۔ تختِ جمہور میں بہت سے ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں جن کا مقابلہ عوامی حلقوں میں کم رہتا ہے لیکن جب کوئی ٹھوس بات سامنے آتی ہے تو ان پر مقابلہ آرائیاں ہوتی ہے۔ مطلب شوق کوئی بھی پورا نہیں ہوتا نہ عمل ہونے کی وجہ سے اور غم زدہ نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں خیالی پلاؤں کا بھی ردعمل کرنا چاہئے تا کہ ہمارے دلوں میں شوق کے سوچنے پر کوئی ٹھیس نہ پہنچے۔

شوق کو یہ لت کہ ہردم نالہ کھینچے جایئے
دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ شوق زندگی کے پورے ہوئے ہی نہیں، ان پر وقتاً فوقتاً نظر ثانی کرتا رہا۔ میں نے سوچا ان کی حالت بہت ہی نازک ہے جن کو دیکھ کر میرا دل گھبرانے لگا اور سوچنے لگا کہ کیا سوچوں ان تصویروں سے مجھے کوئی شوق کا سامان مہیا ہی نہیں ہوا لیکن دم ہی نہیں سنبھال سکا۔ میرے شوق جو بھی تھے وہ پورے نہ ہونے کی وجہ سے نالے میں تبدیل ہوئے۔ جب نالہ دیکھتا ہوں تو اس معشوق کو دیکھنا چاہتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ شوق کو نالے میں تبدیل کیا اگر چہ دریا زیادہ گہرا نہ بنا بلکہ نالہ بنا۔ راستے میں جو کوئی بھی یہ نالہ دیکھتا ہے۔ پھر اس نالے کو پار کر کے دوسری طرف چلنا ضروری ہے۔ جب اس نالے کو راہگیر دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ نالہ ان شوق تصویروں کا ہے جو کہ معشوق نے پورے نہیں کئے۔ ان تصویروں سے آنسوں میں پانی بہنے کے بعد نالے میں منتقل ہوا۔ اب ان نالوں کو شوق کے نالے سے پکار کر معشوق کی آہ وزاری کرتے ہیں۔

۲۔ طرز جمہور میں ایسے حالات بھی پیدا ہوتے ہیں کئی کہتے ہیں رہنما ہونے چاہئے اور اپنی اپنی رائے دے کر لوگوں کو خائف کر کے اگر خیالات پورے نہیں ہوتے طرز جمہور میں خیالی پلاؤ کا الفاظ استعمال کر کے ان باتوں کو ترک کرتے۔

خدا کے واسطے داد اِس جنون شوق کی دنیا
کہ اُس کے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ اگر چہ آپ کا شوق دُنیا میں پورا نہیں ہوا کن وجوہات سے شوق پورا نہ ہوسکا۔ اس کی خود تحقیق کرنی چاہئے۔ تحقیق کر کے ہی خود معلوم ہوسکتا ہے کہ کن کمزوریوں سے ہم شوق پورا نہ کر سکے۔ خدا کے نام سے خود بخود داد دینی چاہئے کن کمزوریوں سے نقص شوق پیدا ہوا۔ تا کہ ان نقصوں کو الگ کر کے شوق کو پورا کیا جائے۔ اتنی تحقیق کر کے شاعر فرماتے ہیں کہ آپ خود بخود یہ کہو گے کہ ہر ایک

کام خدا کے ہی رحم وکرم سے ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ سوچتے ہو کہ ہم یہ کام نبھا سکتے ہیں اگر خدا کو منظور نہیں ہو تو کام نہیں نبھا سکتے۔ اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ خدا کے واسطے ہر ایک بات پر داد دینی چاہیئے۔ داد دے کر خود کہو گے کہ سارے کاروبار خدا کے ہاتھوں میں ہی ہیں۔ ہمارے پاس سوچ سمجھ ہے لیکن خدا کے رحم وکرم سے۔ اسی طرح سے غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کو اس بات کا احساس ہونا چاہیئے کہ اگر چہ وہ محبوب کے شوق کو تہس نہس کرتا ہے، خدا چاہے تو اس تہس نہس کو باعمل نہیں ہونے دے گا اسی لئے ہر ایک کام خدا کے نام پر ہی کرنا چاہیئے۔

۲۔ طرزِ جمہور میں خدا کے رحم وکرم پر ہر ایک نظام چلتا ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ طرز جمہور میں عوامی رائے اور عوامی حکومت ہے یہ سب کچھ خدا کے رحم وکرم پر ہی قائم ہے۔ البتہ لوگ محنت کرتے ہیں کئی حالتوں سے ناکامیابی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

”یہ حریفِ غالبؔ“
جمہوریت میں مخالف اور حکمران

غالب کی شاعری میں زیادہ تر ہم غزلوں کی تشبیہ کرتے ہیں لیکن ادبی لحاظ سے تشبیہ معشوق کی محبوب کے درمیان ہی کرتے ہیں۔ غالب کہ مندرجہ ذیل اشعاروں کو جمہوریت کے طرز سے بھی نچوڑا تا کہ اس بات کا احساس پیدا ہو جائے کہ معشوق اور محبوب کے درمیان ٹکراؤ غالب کے شعروں میں ملتا ہے جمہوریت کے ساتھ بھی وابستہ شعروں کو کر سکتے ہیں۔

دوست دارِ دشمن ہے ، اعتمادِ دل معلوم!
آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے جب عشق کا آغاز کیا تو مجھے معشوق کے قریب لانے کے لئے دوستوں کی بھی ضرورت پڑی لیکن میں اپنا راز انہیں بتا تا بلکہ دوستی میں کسی طریقے سے اشارہ بازی معشوق کے ساتھ کرتا رہا۔ اس طریقے کی اشارہ بازی

کرتا رہا کہ دوستوں کو یہ سمجھ نہ آئے کہ معشوق کے ساتھ تعلقات رکھتا ہے مجھے افسوس ہے کہ میرے معشوق نے یہ اعتبار تجس نہیں کیا کیونکہ اسی کے ذریعے ہی دوستوں کو معلوم ہوا کہ معشوق کے اغراض ومقاصد کیا ہیں۔ لیکن میرے معشوق کو یہ معلوم نہیں کہ یہ جو دوست ہے یہ دوستی کے برابر نہیں ہے بلکہ ایک دشمن ہے۔ دشمن اس لئے کہ جب یہ آپس کا پیار معشوق کا معلوم ہوگا تو دشمنی کے آثار دیکھنے میں آئیں گے۔ اس بات کو دیکھنے اور سننے سے مجھے بہت ہی افسوس کرنا پڑا۔ کیونکہ مجھے یہ اعتبار تھا کہ معشوق میرے دوستوں کو راز سے واقفیت نہیں کریں گے، جب راز کی واقفیت ہوئی تو جو دوست تھے وہ دشمن کی صورت میں شامل ہوئے۔ اسی لئے مجھے پوری توقع تھی کہ میرا معشوق میرے بارے میں دوستوں کو کچھ نہیں کہیں گے لیکن افسوس ہے اس بات کا فاش معشوق نے کیا۔ اب میں اس دوستی کو دشمن کے شکل سے ہی دیکھتا ہوں۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں دشمنی اس طرح سے ابھرتی ہے کہ جب کوئی رہنما لوگوں کو بتاتا ہے کہ وہ تعمیری کام میں تعاون کریں گے، جب اس کا حریف یہ سنتا ہے تو وہ بھی ایسا ہی خواب لوگوں کو دکھاتا ہے اس طرح سے آپس میں اس بات پر مخالفت کے آثار دیکھنے میں آتے ہیں۔ ایسے آثار نہیں دیکھنے میں آتے تو جمہوری طرز میں لوگوں کو کوئی بھی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ مخالف کا دور جمہوری طرز میں ہوتا ہی رہتا ہے۔

میں اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

غالب فرماتے ہیں کہ جب مجھے معشوق کے ساتھ کئی باتوں پر ٹکراؤ ہونے لگا میرے دل میں وحشت سا ماحول اُبھرنے لگا لیکن میں نے اپنا ظلم یا تشویش کسی کو نہیں بتایا نہ میں بتانا چاہتا ہوں اس کے برعکس میں معشوق اور دوستوں کے ذریعے سنتا ہوں

کہ آپ کو دل میں وحشت سی پیدا ہونے لگی ہے اور اس کی واقفیت سے ہمیں الگ رکھا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اب معشوق نے ہی میرے دوستوں کے ساتھ اس بات پر دشمنی کا ماحول بنایا۔ مطلب معشوق اگر میرے ساتھ دوستی رکھتی تو وہ راز فاش کرنے والا خود معشوق ہے اور اس راز کو فاش کرنے سے مجھے اس بات کا بھی احساس ہوا کہ معشوق میرے دل کو چاہتی ہے۔ اگر چہ دوستوں کے ذریعہ اس بات کا ذکر کیا لیکن ان دوستوں کو میں دوست نہیں تصور کرتا ہوں میں ان دوستوں کو معشوق کا ہمدرد نہیں تصور کرتا ہوں بلکہ آپس کے ٹکراؤ میں دشمنی کرنے والے عناصر تسلیم کرتا ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں جب ہم مانگ کرتے ہیں کہ سکول کی ضرورت ہے یہ مانگ پوری نہیں ہوتی تب کوئی رہنما لوگوں کو یقین دلاتا ہے کہ مانگ میں حکومت کے ایوانوں تک پہنچا کر سکول کی مانگ پوری کراؤں گا پھر حریف یہ سن کر دوستی کا ماحول بگاڑنا چاہتے ہے۔ جس سے کہ جمہوری طرز نظام میں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔ جس ٹکراؤ سے لوگوں میں پریشانی پیدا ہوتی ہے طرز جمہور میں اس طرح کی مخالفت نہیں ہونی چاہئے اسی لئے شعر میں غالب فرماتے ہیں کہ اگر ہم راز کو فاش کریں گے فاش کرتے وقت دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہئے، دشمنی کا ہاتھ نہیں بڑھانا چاہئے۔

تا کرے نہ غمازی، کرلیا ہے دشمن کو
دوست کی شکایت میں ہم نے ہم زباں اپنا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے جب معشوق کے ساتھ اپنے دوستوں کو باتیں کرتے دیکھا تو مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ یہی دوست ہمیں آپسی ٹکراؤ کراتے ہیں۔ جس سے آپس میں گہما گہمی پیدا ہوتی ہے اور وصل کی پوشاک الگ رہتی ہے۔ دوستوں کے ذریعہ اگر میں کوئی بات معشوق کو پہنچانا چاہتا ہوں وہ بات ملاوٹ کے انداز میں پہنچ سکتی ہے۔ اسی لئے میں معشوق سے کہتا ہوں کہ آپسی شکایت کو ترک کیا

جائے اور روبرو باتیں ہونی چاہئے۔ نہ کہ کسی دوست کے ذریعے یہی دوست ٹکراؤ کا ماحول پیدا کر کے ہمارے دلوں اور زبانوں کو الگ رکھتے ہیں۔ اسی لئے ان کو میں دوست نہیں کہتا بلکہ دشمن کا لقب دیتا ہوں۔ کتنا اچھا رہتا اگر ہم اپنے اپنے زباں سے روبرو آپس کا ٹکراؤ صلاح و سمجھوتے سے نپٹاتے اور دشمنوں کا ماحول تہس نہس کرتے۔

۲۔ طرز جمہور میں ہر ایک معاملہ صلاح و سمجھوتے سے ہی نپٹا جاتا ہے۔ طرز جمہور میں امن میں خلل بھی پیدا ہوتا ہے جبکہ لوگوں کی شکایتوں کو حکومت کے ایوانوں میں پوری نہیں ہوسکتی کئی ٹکراؤ ختم کرنے کے لئے بات چیت کا دروازہ کھول کر ٹکراؤ کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ جو مبشر اس میں کام کرتے ہیں ان میں بھی کئی دشمنی کا ٹکراؤ پیدا ہوتا ہیں کیونکہ وہ چاہتے ہیں نقص امن ہو، کیوں نہ لوگوں کی مشکلات روبرو ہی حل ہوں طرز جمہور میں ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔

ہم کہاں کے دانا تھے! کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب! دشمن آسماں اپنا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے نادان نہیں کہتے ہیں بلکہ سب مجھے دانشور کا خطاب دیتے ہیں۔ یہ مجھ میں ہنر ہے ہاں مجھ میں شاعری اور قلم کا ہنر ہے ہنر صحیح ہے جب میں کسی کے ساتھ رابطہ قائم رکھتا ہوں تو اس وقت میرا ہنر کام میں نہیں آتا ہے بلکہ میرا اخلاق اور بات کرنے کا ڈھنگ دیکھ کر ہی محسوس ہوتا ہے کہ دانشورانہ انداز سے باتیں بتائیں ہیں۔ اسی لئے برتاؤ پر مجھے خدا نے ہنر دی ہے جس سے کہ مجھے لوگ دانا کے نام سے پکارتے ہیں۔ افسوس ہے ان وجوہات کے باوجود معشوق مجھے دانشور کے نام سے نہیں پکارتے وہ مجھے نادان تصور کرتے ہیں نادان تصور کرنے پر میں معشوق کو دشمن کا لقب نہیں دوں گا۔ اس میں کچھ ایسے خیالات دیکھنے میں آتے ہوں گے جس سے وہ مجھے نادان کے نام سے پکارتی ہے۔ اگر چہ مجھے عوام دانا کے نام سے پکارتے ہیں لیکن

معشوق کے کہنے سے اقلیت کا لفظ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی میں اتنا ہنر معشوق کے نام سے ہی لکھتا ہوں میں معشوق کے نام سے ہی نادانی قبول کرتا ہوں۔ میں دانشور نہیں تسلیم کرتا میں ایک نادان ہی اپنے آپ کو سمجھتا ہوں میری نادانی اس لئے ہے کہ میں معشوق کو دل پیش کرتا ہوں اور اسی کے تصور پر اپنے ہنر سے مشہور ہوا ہوں۔ اب میں دشمن لفظ نہیں کہہ سکتا اگر چہ اس برتاؤ سے لوگ معشوق کو دشمن کہیں لیکن میں دشمن نہیں کہہ سکتا میں دشمن کو دوست کے لقب سے ہی تسلیم کرتا ہوں۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں کئی ایسے رہنما بھی ملتے ہیں جو مخالفوں کا ردعمل دیکھ کر ان کی تعریفیں کرتے ہیں وہ ان کے حریف نہیں بنتے ہیں۔ اگر چہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اس رہنما کا حریف ہے لیکن حریف نہیں بنتے ہیں جبکہ کوئی ایسا عوامی مسئلہ حل کیا جاتا ہے اور حریف اس کی تعریف کرتا ہے۔ مطلب دشمنی کا ٹکراؤ نیست و نابود ہوتا ہے۔

مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجئے
یا بیاں کیجئے سپاس لذتِ آزار دوست

ا۔ غالب فرماتے ہیں کہ معشوق اور محبوب کے ٹکراؤ میں بہت سے دوست دشمنی کے طرز پر کام کرتے ہیں یہ گناہ ہے ہمیشہ انسان کو دوستی کا ہاتھ ہی بڑھانا چاہئے اور ٹکراؤ کسی کا بھی آپس میں نہیں کرانا چاہئے آپسی ٹکراؤ کا ماحول دوستی میں ختم کرنا چاہئے۔ میں بہت خوش ہوں جب مجھے دشمن شکایت کرتے ہیں اسی لئے میں ہر ایک دشمن سے التماس کرتا ہوں کہ وہ میری شکایت کریں اور شکایت کو ہر ایک کے پاس بیان کریں۔ مجھے شکایت سننے میں مزہ آتا ہے اور شکایت کو لذت کے برابر سمجھتا ہوں۔ میں دشمنوں کی شکایت پر شرارت انگیز الفاظ استعمال نہیں کرتا ہوں بلکہ اس شکایت کو لذت کی شکل میں بیان کرتا ہوں۔ معشوق میری مخالفت دشمنوں کے ذریعے ہی بیان کرتی ہے۔ یہ بیان سن کر میں دشمنوں کی دشمنی کا انداز نہیں تسلیم کرتا بلکہ یہ

سمجھتا ہوں کہ انہیں کے ذریعے معشوق کے ٹکراؤ بازار میں پہنچ ہے۔ اس لئے میں دشمن کے بیانوں پر ناراض نہیں ہوتا ہوں۔ مجھے دشمنوں کے کہنے سے کوئی ستم محسوس نہیں ہوتا ہے بلکہ میں اس ستم کو دوستی کا ماحول ہی کہتا ہوں۔ دشمنی کی بیان بازی کو نہیں آزاد دوست کے نام تسلیم کرتا۔

۲۔طرز جمہور میں جب رہنما آپسی ٹکراؤ کرتے ہیں یہ زیادہ تر آپسی ٹکراؤ چناؤ کے دوران لوگ سنتے ہیں ہر کوئی رہنما مخالف کو دوست تصور کرتے ہیں۔ کوئی غیر قانونی اور غیر اخلاقی باتیں اپنے حریف کے بارے میں نہیں کہتے ہیں اور غلطیوں کو ان کر بیان بازی کرتے ہیں۔ جمہوری طرز نظام میں رہنماؤں میں دوستی کا ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔

جو منکر وفا ہو، فریب اُس پہ کیا چلے
کیوں بدگماں ہوں دوست سے دشمن کے باب میں

ا۔شاعر فرماتے ہے کہ جب معشوق وفاداری کے جامے پہنتے ہیں تو ہمیں ان پر بدگمانی نہیں ہونی چاہئے ہمیں ان پوشاکوں میں اپنے دوست کو دیکھتے ہیں وہ دشمنی کے باب میں کام کرتے ہیں۔ مطلب ان کو ان پوشاکوں پر ناراضگی پیدا ہوتی ہے ناراضگی کیا حسد پیدا ہوتا ہے۔ جس سے وہ دوست کو عملی جامہ نہیں پہناتے بلکہ دشمنی کے باب میں کام کرتے ہیں۔ اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کو مجھ سے محبت ہے اور اس محبت کو میں وفاداری کے جامے پہنتا ہوں لیکن افسوس ہے کہ جب ان جاموں میں مجھے دوست دیکھتے ہیں تو ان میں دشمنی کا باب دیکھنے میں آتا ہے۔

۲جمہوری طرز نظام میں رہنماؤں میں کئی باتوں پر صلاح و سمجھوتے دیکھنے میں آتے ہیں تو اس وقت بہت سے رہنماؤں کو بھی حسد کی آگ ابھرنے لگتی ہے۔ مطلب اس سمجھوتے سے کسی ایسے رہنما کا ذکر بھی دیکھنے میں آتا ہے جو کہ ٹکراؤ میں ہی خوش

رہتا ہے۔جس کوٹکراؤ سے اپنے مفادات باعمل آتے۔اسی طرح سے غالب نے کہا کہ معشوق کے ساتھ میرے تعلقات وفاداری کے ہیں اگر اس وفاداری پر کوئی خوش نہیں ہے۔غالب اس پر ناراض نہیں اسی طرح سے کسی رہنما کو صلاح و سمجھوتے سے خوشی کے منظر بتانے چاہئے۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسماں کیوں ہو

ا۔غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کے تعلقات بگاڑنے سے بہت سے دوست مفاہمت کرانے کیلئے ماحول پیدا کرتے ہیں لیکن وہ ماحول صلاح و سمجھوتے کا نہیں پیدا کرتے ہیں بلکہ وہ آپس کا صیغہ راز سنتے ہیں۔جس صیغہ راز سے وہ گیند کی طرح آپسی ٹکراؤ رکھنا چاہتے ہیں مطلب دوستی نہیں بلکہ دشمنی کا کام نبھاتے ہیں۔اسی لئے میں معشوق سے کہہ رہا ہوں کہ آدمی کو فتنہ باز نہیں بننا چاہئے فتنے سے خانہ خراب ہوتا ہے ۔جب بھی کوئی فتنہ دیکھنے میں آتا ہے تو اس فتنے کو اُبھارنے کیلئے کوئی دوست ہمدردی نہیں دیکھاتے بلکہ ٹکراؤ پیدا کرتے ہیں۔جس سے آپسی ویرانی ہوتی ہے اور ان دوستوں کو دشمن ہی تصور کرنا چاہئے۔مطلب دوستی میں بھی دشمنی کا کام کئی نبھاتے ہیں ہاں کئی دوست ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو آپسی ٹکراؤ کو کم کرانا چاہتے ہیں اور صلاح و سمجھوتہ کا ماحول دیکھنا چاہتے ہیں۔ان کو ہی ہمدردی کا دوست کہہ سکتے ہیں نہ کہ خانہ ویرانی کا۔اسی لئے اے معشوق اس دنیا میں سمجھوتہ باز بھی ہیں اور فتنہ باز آدمی بھی ہیں۔

۲۔طرزِ جمہور میں اس قسم کا ماحول بھی پایا جاتا ہے جب ہم ملک کی حالات دیکھتے ہیں تو اس ملکی حالات کو بگاڑنے کے لئے کئی ہمسایہ مما لک امن درہم برہم کرتے ہیں۔جس سے ہمسایہ مما لک کو دوست نہیں کہتے بلکہ دشمن کا لقب دیتے ہیں۔اگر چہ طرز جمہور میں اپنے محلّہ میں ہمسایہ سامنے رہتا ہے تو اس کے ساتھ دوستی کا

ہاتھ بٹانا چاہئے اور ہمدردانہ رویہ دیکھنا چاہتے۔ جس سے کہ ہمدردی کا ماحول پایا جائے۔

نہیں گر ہمدمی آساں نہ ہو، یہ رشک کیا کم ہے
نہ دی ہوتی خدایا آرزوے دوست دشمن کو

شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق اس دنیا میں ہمدردی کا جذبہ کم پایا جاتا ہے اس دنیا میں رشک زیادہ پایا جاتا ہے۔ اسی لئے میں خدا سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اے خدا جو یہ دشمن ہے اسے دوستی کا جذبہ قائم رہنا چاہئے حسد کا طرز، رشک کا طرز ان میں نیست و نابود ہونا چاہئے۔ اے معشوق میں آپ کے ساتھ ہمدردانہ رویہ پیدا کرتا ہوں لیکن اس رویہ پر کئی ایسے آپ کے دوست ہیں جن سے رشک پیدا ہوتا ہے اور رشک پیدا ہونے سے یہ آپ کے دوست نہیں بلکہ دشمن ثابت ہوتے ہیں۔ اسی لئے اے معشوق میں خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ رشک کا دور ختم ہو جائے اور دشمنوں کا دل دوستی میں تبدیل ہو جائے خدایا یہ میری تمنا ہے۔ ہر ایک محبت سے زندگی بسر کرے۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں جب عوام یہ دیکھتے ہیں کہ رہنما لوگ آپسی لڑائی کرتے ہیں مسئلے حل نہیں ہوتے بہت سے تعمیری معاملات تہس نہس ہو جاتے ہیں اسی لئے عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے خدا رہنماؤں میں رشک کا جذبہ ختم ہو اور رہنماؤں میں آپسی ٹکراؤ نیست و نابود ہو کر دوستی کا ماحول پیدا ہو جائے جس سے ہمیں کوئی رُکاوٹ نظام چلانے میں نہ آسکے۔

خطر ہے، رشتہ اُلفت رگِ گردن نہ ہو جاوے
غرورِ دوستی آفت ہے تو دشمن نہ ہو جاوے

شاعر فرماتے ہیں کہ جب کوئی دوست معشوق کے ساتھ وابستگی پاتا ہے تو وہ اس وابستگی کو ٹکراؤ میں لانے کے لئے الفت کا رشتہ نہیں کرانا چاہتا ہے بلکہ وہ دوستی کے

انداز میں اس میں آفت کا ٹکراؤ پیدا کرنا چاہتا ہے۔اسی لئے اے معشوق ان معلومات سے واقفیت ہونی چاہئے جس سے کہ ہماری دوستی میں آفت پیدا ہو جائے۔یا وفا داری میں کوئی آفت پیدا ہو جائے۔ہم گھمنڈ میں یہ کہتے ہیں کہ معشوق کے ساتھ الفت ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس الفت کا سودا ہے۔اس سے کوئی بچ نہیں سکتا لیکن اس غرور کو بالائے طاق رکھ کر یہ سمجھنا کہ کوئی دوست ایسا نہ ملے جس سے کہ اس غرور کو وہ ٹکراؤ میں پیدا کرے اور ایسا دوست دشمن بن کر ہمیں الفت کے سودا کو تہس نہس کرے۔اے معشوق ان باتوں سے آپ کی واقفیت کراتا ہوں۔

طرز جمہور میں ملکی یا غیر ملکی حالات میں ایسے مناظر بھی دیکھنے میں آتے ہیں جیسے کہ غیر ملک کے رُکن ہمسایہ ملک کو ترقی یافتہ نہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔کئی ایسے ملکوں کو غرور ہوتا ہے کہ ان کا کوئی دشمن ملک کامیاب نہیں ہوسکتا۔اس غرور سے بھی ہمیں واقفیت ہونی چاہئے۔مطلب طرز جمہور میں ہمیں ملکی مفاد کے لئے بہت کچھ کرنا چاہئے جس سے کہ ہمیں یاد رہے کہ ہم حب الوطن ہیں۔

رہے ہے یوں گہ و بے گہ، کہ کوے دوست کو اب
اگر نہ کہیے کہ دشمن کا گھر ہے کیا کہیے

ا۔غالب فرماتے ہیں کئی ایسے دوست زندگی میں ملتے ہیں جو اپنا حال کسی کو نہیں بتاتے۔اگرچہ ان کے پاس دوست بہت ہوتے ہیں لیکن دوستی میں بھی اپنے احوال کچھ بھی ہو نہیں بتاتے وہ اپنے دلوں میں ہی راز رکھتے ہیں۔اگرچہ اُن کے پاس غم کا سامان ہے تو اس سامان کی واقفیت نہیں کراتے ہے۔مطلب غم سے تبدیل ہو کر خوشی کے مناظر میں آسکتا ہے۔اے معشوق میں حیران ہوں کہ آپ مجھے کسی بات سے بھی واقفیت نہیں کراتی۔کیا میں دشمن ہوں لیکن پھر بھی میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ گھر میں کیسی ہو یہ بات کہنے پر بھی آپ مجھ سے دور رہنا چاہتی ہو۔اگرچہ ہمیں وفاداری ہے

آپ کو کہنا چاہئے کہ کونسی سے غلطیاں ہیں جن کو میں درست کرسکوں یا مجھ میں کوئی غلطی ہے ان کو درست کیا جائے۔ ہاں جب ہمارا آپسی ٹکراؤ ہے یہ ٹکراؤ کی باتیں ان دونوں کو سناتے ہو۔ وہ دوست نہیں ثابت ہوتے بلکہ دشمن ہیں۔ وہ ایسے جب آپ کا راز فاش ہوتا ہے تو اس وقت یہ کہتی ہو کہ میں نے اُس دوست کو گھر بھی بلایا تھا مجھے معلوم نہیں کہ یہ دوست بن کر گھر آیا یا دشمن بن کر۔ مطلب آپ نے کسی دوست کے بغیر آپس میں وفاداری کا تعاون کیا ہوتا تو یہ نوبت محبت میں نہیں آتی۔

۲۔ طرز جمہور میں ہم یہ پاتے ہیں کہ ہمیں ہر ایک کے ساتھ دوستی کے انداز سے پیش آنا چاہئے ہمیں اپنے ملک کے خفیہ رازوں کو پوشیدہ رکھنا چاہئے جس سے کہ ہمارے ہمسایہ ممالک امن میں خلل نہ پیدا کرے۔ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ہمسایہ ملک ہمارے ملک میں جب بھی دوست بن کے آئیں گے تو اس وقت اس بات کا بھی احساس ہونا چاہئے کہ دوست بن کر ملک میں آئے ہیں یا دشمن کے جامے پہن کر ملک میں تاکہ فتنہ وفساد اٹھانا چاہتے ہیں۔ ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

ہم اور وہ بے سبب رنج، آشنا دشمن، کہ رکھتا ہے
شعاع مہر سے، تہمت نگہ کی چشم روزن پر

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق اگر چہ ہمیں آپس میں وفاداری کا ٹکراؤ ہے اور الگ ہوئے ہیں۔ الگ ہونے کی وجہ سے معشوق آنسو بہاتی ہے لیکن ان آنسوؤں کی وجہ کسی کو نہیں بتاتی ہے، خدا نے تمہیں زبان میں مہر عطا کی ہے۔ پھر بھی میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اے معشوق آپ اپنا رنج اور غم بتانے میں مجبور ہوتی ہو جس کو آپ اپنا رنج اور غم بتاتی ہو بتاتے بتاتے سمجھتی ہو کہ دوست ہے لیکن بعد میں وہ دشمن ثابت ہوتا ہے۔ اگر چہ آپ نے میرے روبرو وفاداری کے جامے پہنائے ہوتے تو یہ نوبت ہی نہیں آتی۔ اے معشوق اس سے وفاداری کا ذکر میرے سامنے آیا وہ یہ کہ جب آپ

الگ میرے دل کے بارے میں سوچتی رہی اور میں بھی الگ آپ کے دل کے بارے میں سوچتا رہا لیکن ہم دونوں کو پورا یقین نہ تھا کہ آپ اور میں بھی آپس میں محبت کرتے ہیں۔ کیونکہ الگ رہنے سے شکوک پیدا ہوتے ہیں مانتا ہوں کہ خدا نے آپ پر مہر عطا کی ہے لیکن اس مہر کو قائم ودائم نہ رکھ سکی جس سے کہ دوست سمجھ کر آپ نے اپنا راز بتایا اور روہ فاش ہوا۔ اب اس فاش کو دشمن کے جاموں میں بازار میں دیکھتے ہیں۔ اے معشوق اس سے میں ناراض نہیں ہوں۔ میں اس دوست پر بھی ناراض نہیں ہوں جو بعد میں دشمن بن بیٹھا۔ ان باتوں سے ہی آپسی پیار کا راز فاش ہوا اور وفاداری کا جامہ بھی دیکھنے میں آیا۔

۲۔ طرز جمہور میں کئی ایسے مما لک بھی ہیں جو کہ وفاداری کے جامہ پہنا کر ملک کو برباد کرنا چاہتے ہیں اور وفاداری کے جاموں میں ہی دشمن کے جامے پہنتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ طرز جمہور میں ایسا ماحول پیدا نہ ہو اور وفاداری کا ماحول ٹھیک طرح سے تولنا چاہئے۔

ہے ہے! خدانخواستہ وہ اور دشمنی!
اے شوق منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے؟

ا۔ شاعر اظہار افسوس کر کے فرماتے ہیں کہ اے معشوق جو کل آپ کا دوست رہا کیا اس دوست کو آج دشمن کے جاموں سے پہنچانتی ہو۔ دراصل وفاداری کا وزن نہیں تولا، یہ تول کر ہی آپ بتا سکتی ہو کہ دشمنی کے جامے نہیں بلکہ وفاداری کے جامے ہیں۔ تیرے خیال میں یہ معلوم ہی نہیں کہ جس دوست نے آپ کے لئے بہت قربانی دی اسی دوست کو آج دشمن تصور کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے خدا کیا میرا معشوق دشمن کے نام سے پکارتا ہے۔ افسوس ہے کہ جو بھی شوق، دل کی خواہش، دل کا سکون میں نے ان کی وفاداری کے لئے قائم ودائم رکھا۔ کن وجوہاتوں

سے معشوق میرے دشمن کے جاموں سے پہنچاتی ہے۔ اے خدا کیا اسے معلوم نہیں کہ میں نے اس کی وفاداری پر کوئی بے وفائی نہیں کی۔ آج وہ میرے دوستوں سے دشمنی کے لقب سے میرا نام پکارتی ہے۔ مانتا ہوں میں ایک دشمن ہوں لیکن یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ ان کے دل میں میرا پیار رہا ہے جو کہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے دل میں میری بات میرا دل، میرا لہجہ برقرار ہے۔ ان باتوں سے مجھے معلوم ہوا کہ میرا دل اور میرا لہجہ اس کے دل میں برقرار ہے۔ یہ دشمنی دفن بھی ہوسکتی اس دشمنی کا آئینہ دوستی کے آئینے میں دیکھنا پڑے گا لیکن اے خدا میں اس بات پر ناراض ہوں کیا ایک دوست، ایک وفادار کو معشوق دشمنی کے نام سے پکارے گی۔

۲۔ طرز جمہور میں ملکی اور غیر ملکی ٹکراؤ دیکھنے میں آتے ہیں لیکن یہ ٹکراؤ کم اور زیادہ دیکھنے میں آتا ہے دوستی میں بھی تبدیل ہوتا۔

دشمنی نے میری کھویا غیر کو
کس قدر دشمن ہے دیکھنا چاہیے

ا۔ غالب فرماتے ہیں مجھے اپنے معشوق سے بہت توقع ہے کہ وہ میری وفاداری پر ناز ونخرے کرتی ہے۔ معلوم نہیں کن صورتوں میں وہ مجھے غیر کے نام سے پکارتی ہے۔ معلوم نہیں کہ کسی دوست نے آپسی ٹکراؤ کیلئے کام انجام دیا ہو جس سے کہ وہ مجھے دوست کے نام سے نہیں پکارتی بلکہ دشمنی کے نام سے ہی پکارتی ہے۔ اے معشوق یہ سن کر میں دشمن نہیں کہتا ہوں بلکہ میں دوستی کے نام سے آپ کو پکارتا ہوں۔ میرے خیال سے آپ کے دل میں وفاداری ہے۔ جس سے کہ آپ غصے میں یہ کہتی ہو کہ وہ دشمن ہے۔ دراصل دشمن نہیں بلکہ دوست ہے، دشمنی کا لفظ آپ کو کہنا ہے کیونکہ بہت دیر تک روبرو ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے اور دیرپا محبت برقرار رکھنے کی وجہ سے آپ دشمن کے نام سے پکارتی ہو لیکن میں دشمن کے نام سے نہیں بلکہ

دوست کے نام سے پکارتا ہوں۔

۲۔ جمہوری طرز نظام میں ہمیں کسی کو بھی دشمن کے نام سے نہیں پکارنا چاہئے۔ چاہے وہ ملکی ہو یا غیر ملکی ہمیشہ دوستی قائم رکھنی چاہئے جس سے کہ مفاد پرست لوگوں کو خلل پیدا ہو۔ اگر چہ کوئی دشمنی کی نگاہوں سے دیکھتا ہے لیکن ہمیں دوستی کی نگاہوں سے ہاتھ بڑھانا چاہئے۔

''دربارِ دلِ غالبؔ''

جمہوریت میں لاپرواہی

غالب نے بہت سے شعر غزلوں میں ایسے فرمائیں ہے جن سے ہم پڑھنے والے محسوس کرتے ہیں کہ غالب شراب پینے میں مست رہے ہیں۔ ہمیں شعروں سے ہی معلوم ہوتا ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ غالب نے شراب پی یا نہیں پی اور اس پر اپنے اپنے خیالات کہنے والے کو تاثرات بتانے سے بالکل خاموش رہنا پڑتا ہے جبکہ ہم شاعر کا کلام اور ہنر شاعری کا پڑھتے ہیں۔ خیر ہمیں پھر بھی یہ کہنا ضروری ہے کہ شراب صحت کے لئے بُری ہے۔اس سے پرہیز کرنا چاہئے لیکن ان مندرجہ ذیل شعروں کو پڑھ کر کہتا ہوں کہ میں اس تشبیہ کو طرز جمہور میں اس طرح سے بیان کرتا ہوں کہ شراب پینے سے لاپرواہی سوچ اور سمجھ میں محسوس ہوتی ہے۔ جب بھی ہم کسی شرابی کے ساتھ بات کرتے ہیں اس کا اخلاق دیکھ کر میں سمجھتا ہوں شاید یہ بندہ اپنی دانشمندی سے دور ہے۔

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب
دے بطِ مے کو دل دوستِ شنا موجِ شراب

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے جب معشوق کی یاد آتی ہے تو میں اسے کبھی بھول نہیں سکتا اس کا خیال اس کا تسلسل میرے دماغ میں بدستور قائم رہتا ہے لیکن اس وقت میں ان خیالاتوں کو ترک کرتا ہوں جب مجھے شراب پینے کا وقت ملتا ہے اور اس موج شراب میں مست رہ کر میں اپنے دل سے معشوق کو اپنے موج میں ہی کبھی یاد کرتا ہوں اور کبھی بھولتا ہوں۔ مطلب پینے کے وقت مجھے معشوق کے ساتھ وابستگی نہیں رہتی ہے اگر رہتی بھی ہے تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تھا دوست اب میرے دل کے صدمے سے واقف نہیں رہا کئی ایسی باتیں پی کے میں بتا رہا ہوں۔ مطلب میں اپنی مستی میں رہتا ہوں اور معشوق کو مختلف طریقوں سے اپنا ردعمل بیان کرتا ہوں۔

۲۔دورِ جمہور میں جب بھی ہم راستے چلتے ہیں تو بھیڑ سڑک پر دیکھتے ہیں، ہم اس بھیڑ کا تماشہ دیکھتے ہیں اور بھیڑ ختم ہونے کے بعد ہمیں خیال آتا ہے کہ ہم نے وقت ضائع کیا اور اس بھیڑ کی مستی میں رہ کر ہمیں اپنے کام پر جانے کا خیال ہی نہیں رہا۔ سمجھو کہ اسی طرح سے ہم لاپرواہی کرتے ہیں جیسے کہ ایک شرابی شراب پی کر لاپرواہی کرتا ہے۔

مجھ تک کب اُن کی بزم میں آتا تھا دورِ جام؟
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں کسی بزم میں شرکت کرتا ہوں تو وہاں پر مجھے لوگ کہتے ہیں کہ اے شاعر جس کو آپ شرابی حالت میں دیکھتے ہیں تو ہم سوچتے ہیں اس وقت معشوق کا ذکر ہی نہیں آتا۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس محفل میں جام ضروری ہونا چاہئے تاکہ ہم یہ سوچیں کہ معشوق کے بغیر یا معشوق کی حاضری پر ردعمل کیسا رہے

گا شاعر فرماتے ہیں کہ اس وقت میں اپنے اصولی خیالات میں نہیں رہتا ہوں اس لئے میں اس بزم میں آیا ہوں لیکن جام کا وقت نہیں ہے۔ مطلب پینے کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اس محفل میں معشوق کے بارے میں یا کسی غزل کے بارے میں اپنے اپنے تاثرات بتاتے ہیں۔ یہ دور جام کا نہیں ہے اب جوکوئی ایسی غزل سنائے گا جس سے ہم یہ کہیں گے کہ شاید اس غزل میں کچھ وزن ہی نہیں رہا۔ لگتا ہے کہ اس محفل میں ساقی نے وزن گرانے کے لئے اور غزل کو تہس نہس کرنے کے لئے معشوق کو ساقی نے کچھ ملا کے شراب پلائی ہے۔ جس سے کے ہم اس بزم میں حاضر ہوکر بتا رہے ہیں کہ شاید معشوق کو ساقی نے ایسی شراب پلائی ہے کہ جس سے ہم سب یہ کہہ رہے ہیں کہ اس وقت دور جام نہیں ہے بلکہ اس وقت ادبی محفل ہے اور اس ادبی محفل میں معشوق کے ایسے خیالات نہیں سمجھتے ہیں لیکن میں اس بزم میں بھی حاضر ہوتا تھا محسوس کرتا تھا کہ یہاں پر دور جام کا اثر نہیں ہے بلکہ ادبی محفل ہے۔

۲۔ دورِ جمہور میں جب کوئی شخص سرکاری یا غیر سرکاری محفلوں میں بیٹھتا ہے تو وہاں پر کوئی ایسی بات بتا رہا ہے جس سے کہ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ بات بتانے والے نے ایسی بات کہی جو کہ سچ نہیں ہے اور محفل میں سبھی نے اس بات پر کوئی اعتراض ہی نہیں اٹھایا۔ شاید یہ لوگ سبھی ساقی کے ہتھکنڈے میں رہ کر کچھ نہیں بتا سکے۔ یہ سن کر یہ شخص خاموش رہ کر کہتا ہے کہ شاید اس محفل میں کسی نے شراب کا انتظام کیا ہو۔ یا کسی ساقی نے ملاوٹ کی ہوگی۔ جس سے کہ سچائی بالکل مسترد ہوگئی۔

پیوں شراب، اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ وقدح و کوزہ و سبو کیا ہے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں راستے میں یا کسی محفل میں محبوب کو دیکھتا ہوں تو میں ان کی زلفوں کو ٹیڑھا دیکھتا ہوں۔ ٹیڑھا دیکھ کر یہ محسوس کرتا ہوں کہ شاید معشوق

شراب کی مستی میں رہ کر ایسی صورت دکھا رہا ہے کیونکہ یہ ہمیں تب محسوس ہوتا جب ہم روبرو محفل میں حاضر ہوتے۔ کسی وقت شیشے میں اپنی صورت بار بار دیکھ کر اپنے زلفوں کو ٹیڑھی دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ کسی ہوا کے جھونکے سے زلف اِدھر اُدھر ہوگئی ہو۔

بہت سہی غم گیتی، شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہوں، مجھ کو غم کیا ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق نے میری زندگی کو جنت کی شراب سے مست رکھا ہے۔جس سے کہ میں ساقی کا غلام معشوق نے دھوکہ دے کر یکسانیت نہیں دیکھاتی۔ مطلب میرے دل کو ٹھکرادیا میں نے اس کے دل کو نہیں ٹھکرایا۔ جدائی میں زلفوں کے خم نے مجھے بہت پریشان کیا۔اس پریشانی کی سبب میں ساقی کا غلام بن گیا پھر مجھے معشوق کا غم یاد ہی نہیں آتا۔دراصل معشوق نے میری جدائی پر ساقی کے ساتھ رابطہ قائم کیا ہے۔جس سے کہ میں پینے کے لئے مجبور ہوتا ہوں۔ مجھے اگر معشوق کا ستم ہی نہیں ہوتا تو میں کیوں ساقی کا غلام بنتا۔میں ساقی کو پیتے وقت جنت کی شراب سمجھتا ہوں میں شراب کی صورت میں شراب نہیں پیتا ہوں بلکہ جنت کی شراب کی صورت میں اسے پیتا ہوں۔جس سے میں معشوق کا غم بھول جاتا ہوں۔

۲۔دورِ جمہور میں عوامی فطرت کی وجہ سے لوگ پریشان رہتے ہیں کوئی کم ،کوئی زیادہ،لیکن اس فطرت کو مٹانے کے لئے کوئی علاج ہی نہیں۔طرز جمہور میں لوگ بہت قسم کے طریقوں سے غم کو بھولتے ہیں لیکن تجارتی حالت میں دُنیا کا رسم ورواج چلانا ہے اور غم کا مقابلہ بھی کرتے ہیں۔غم کا مقابلہ کرنے کیلئے وہ سیر سپاٹے یا گانے بجانے کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں تاکہ دو تین منٹ کے لئے غم الگ ہو سکے۔اسی طرح سے لوگ قسم قسم کے طریقے اپنا کر غم کو چند منٹوں کے لئے دل سے الگ رکھتے ہیں نہ کی

شراب کے طریقوں سے۔

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہیں ، انتظار ساغر کھینچ

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ مجھے معشوق کے الگ ہونے سے اوراس کے انتظار سے مجھے بہت سے صدمے محسوس ہوئے۔میری تمنا یہ تھی کہ میں معشوق کوانجمن میں ہی ملوں اورخوشی مناؤں۔اسی خیال میں مختلف جگہوں پرانتظار کرتے کرتے تھک گیا۔تھک کراورانتظار کرکے آنسو بہانے لگا آنسو بہاتے بہاتے ایک ساغر بن گیاجب اس ساغرکوکئی دیکھتے ہیں وہ اپنے تاثرات بتاتے ہیں کہ ساغرکودیکھ کرشراب کا نوش بھی کرنا چاہئے مطلب جب وہ ساغرکودیکھیں گےتومحفل شراب سے آراستہ کریں گے۔اے معشوق اگرایسی نوبت نہیں ہوتی تو ایسےالفاظ کوئی بھی استعمال نہیں کرتا۔

۲۔دورِجمہور میں ہمسایہ آپس میں ہمدردی دکھاتے ہیں لیکن ہمدردی دکھا کرایک دوسرےکوہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسی حالت نہیں ہوتی اگرہمسایہ غلطی نہیں کرتا۔مطلب وہ اس افسوس پرطعنے کرتے ہیں۔ہمدردی اورطعنے طرز جمہورکا دور ہے۔

پلادے اُوک سے ساقی! جوہم سے نفرت ہے
پیالہ گرنہیں دیتا، نہ دے، شراب تو دے

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ اے معشوق آپ مجھ سے نفرت کرتی ہو۔نفرت کی نگاہوں سے دیکھتی ہونفرت کا پیالہ تصورکرکے اسے محبت کے پیالے سے تشبیہ دیتاہوں اگرآپ نے میری جدائی پرنفرت کا پیالہ تشکیل نودیا لیکن میں نے آپ کی اس پیالےکومحبت کا پیالہ تشکیل نودیا۔مجھ میں کوئی نفرت نہیں ہےاب میں اس پیالے کوساقی کے حوالے کرتاہوں تاکہ وہ اس میں شراب رکھ کرمجھے پلائے۔اسی لئے میں ساقی سے گذارش کرتاہوں کہ اسی محبت کے پیالے میں شراب دے۔جب میں

شراب اس پیالے میں پیتا ہوں تو ہمدردی اور محبت کا پرچم لہراتا ہوں۔مطلب مجھے نفرت نہیں ہے اگر آپ کو نفرت ہے میں اس نفرت کو پیار سمجھتا ہوں۔

۲۔دورِ جمہور میں کئی لوگ منافرت کو انجام دیتے ہیں لیکن سیدھے سادے لوگ اس منافرت کو پیار سمجھ کر ہوا کے جھونکے کی مانند ختم کرتے ہیں۔منافرت کرنے والے شراب کی طرح شرارت انگیز باتوں پر تُلے رہتے ہیں لیکن سیدھے سادھے لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ منافرت کے پیالہ ہم نہیں پیتے ہیں بلکہ اس منافرت کے پیالے کو توڑ کر نئے سرے سے مفاہمت کے پیالے کے انداز میں تشکیل نو دیتے ہیں۔

واعظ نہ تم پیو، نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ میں شراب پیتا ہوں ،سچائی کہنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اگر چہ شراب پینا میرے مذہب کے خلاف ہے۔ان اصولوں کو میں ترک کرتا ہوں تو میں ایک گنہگار ہوں۔اسی لئے اے معشوق میں اس واعظ کو پکارتا ہوں جو مجھے مذہب پر چلنے کا پابند رکھتا ہے اور مذہب کے مختلف اصولوں کی باتیں سناتا ہے لیکن میں واعظ سے کہنا چاہتا ہوں اگر آپ بھی نہیں پیو گے اور میں بھی نہیں پیوؤں گا لیکن یہ بات ہے جب مجھے معشوق کی یاد آئے گی اور میرے دل میں صدمہ پہنچے گا تو میں نادان بنوں گا اس نادانیت کو ختم کرنے کیلئے مجھے شراب کی ضرورت ضرور پڑے گی۔شراب پی کر میں یہ کہوں گا کہ کوئی گناہ نہیں کیونکہ ہر ایک مذہب میں خودکشی کرنا گناہ ہے۔ خودکشی سے بچانے کیلئے میں شراب کا استعمال کرتا ہوں۔اے واعظ کیا یہ کوئی گناہ ہے۔اگر یہ گناہ ہے تو میں نے شراب پیکر گناہ کیا لیکن خودکشی سے بچا۔اسی لئے اے معشوق تیری جدائی سے اور صدمے سے میں ایسی غلطیاں کرنے بیٹھا جن سے مجھے مذہبی فتویٰ ملا۔

۲۔دور جمہور میں غلطیاں کرنے پر انسان تُلا ہوتا ہے بہت لوگ اپنے عیال پالنے کے لئے بہت سی غلطیاں کرتے ہے اور کئی رشوت کے آڑ میں پھنس کر اپنے عیال پالتے ہیں دور جمہور میں جب بھی اس کی تحقیقات کی جاتی ہے تو انسان خود سوچتا ہے کہ میں ایسی محنت کروں کہ جس سے کوئی سزا نہ ملے۔سزا نہ ملنے کی وجہ سے ہمیں ایسے ایسے کام نبھانے چاہئے جس سے عیال اور خود بھی خوش رہیں۔

علاوہ عید کی ملتی ہے اور دن بھی شراب
گدائے کوچۂ میخانہ نامراد نہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب بھی معشوق کی بے وفائی مجھے یاد آتی ہے میرے ہوش اُڑ جاتے ہیں اور میرا ارادہ ہی نہیں یہ ہوتا کہ میں میخانے میں جاؤں۔یہ نہ سمجھنا کہ میخانے میں حاضری دے کر شراب پینے سے خوش رہتے ہیں ہر کوئی شراب کسی نہ کسی غم کی وجہ سے پیتا ہے۔شاعر فرماتے ہیں کہ عید کے دن ایسی چہل پہل اور رونق دیکھنے میں آتی ہے کہ انسان بہت ہی خوش نظر آتا ہے۔ایسی ہی عید میں معشوق کے وصل سے محسوس کروں گا اور یہ سمجھوں گا کہ میں نے شراب پی ہے۔مطلب میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں عید کے دن شراب نہیں پیوؤں گا مطلب جب معشوق کے ساتھ ملاقات ہوگی تو اس دن کو میں عید کے برابر سمجھوں گا اور میں عید مناؤں گا میخانے میں اپنی حاضری نہیں دوں گا۔اے معشوق میں حاضری اسی لئے میخانے میں دیتا ہوں کہ مجھے آپ کے ستم آپ کی جدائی یاد آتی ہے اور اس یاد سے میں دیوانہ بن جاتا ہوں۔اس دیوانہ پن کو مٹانے کیلیئے میں شراب کا استعمال کرتا ہوں تا کہ میں کچھ منٹوں کے لئے آپ کے صدمے سے دور رہوں۔مطلب چند منٹوں کے لئے میں آپ کے صدمے الگ رکھ سکتا ہوں۔اس کے برعکس جب آپ کی ملاقات روبرو ہوگی تو میں اس دن کو عید کے برابر سمجھوں گا اور پینا ترک کروں گا۔شاعر کا مطلب ہے کہ عید کے

دن شراب کا استعمال کرنا گناہ ہے اس لئے عید کے دن نشہ آور چیزوں سے دور رہنا چاہئے۔

۲۔دورِ جمہور میں جشن بھی مناتے ہیں جشن منانے کے لئے لوگوں کی چہل پہل بازار میں ہوتی ہے۔لیکن اس چہل پہل میں کئی غلط کام بھی انجام دیئے جاتے ہیں۔ ان غلط کاموں کو ختم کرنا چاہئے تاکہ اس خوشی کو مناتے مناتے غم کا دن نہ آئے۔

بقدرِ ظرف ہے ساقی! خمار تشنہ کامی بھی
جوتو دریائے مَے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ اے معشوق تجھے خمار ہے۔خمار ایسا ہے جیسا کہ ایک شرابی کو شراب کے وقت آنکھوں میں خمار رہتا ہے۔اسی طرح سے اے معشوق تیری آنکھوں میں ایسا خمار ہے کہ دل تشنگی محسوس کرتا ہے۔اس تشنگی سے ایک دریا ابھرا جس دریا کا خمیازہ محبوب اٹھاتا ہے۔ مطلب آپ کی سجاوٹ سے دل میں گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے، جب گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے تو آنسو بھی بہاتے ہیں اور ان آنسوؤں کا خمیازہ ہم بھگتے ہیں۔ان آنسوؤں سے دریا بنتا ہے دریا بننے کے بعد اے معشوق یہ سمجھتے ہیں کہ اس دریا کو دیکھتے دیکھتے مئے کا استعمال کریں گے اور مئے کے استعمال کرنے کے بعد اس دریا کا رُخ دیکھ کر معشوق کی حالت پر غور وخوض کریں گے۔اے معشوق اگر آپ ایسی حالت نہیں بناتی تو ساقی کی ضرورت ہی نہیں تھی نہ میخانے میں حاضری دینے کی ضرورت تھی اور نہ ہمیں ساحل ڈھونڈنا ضروری تھا۔ جب کوئی غیر محبت میں ایسی حالت پاتا ہے تو وہ اس بات کا انکشاف کسی دوسرے سے کرتا ہے۔یہ سن کر اے معشوق سب ساحل کی تلاش کرتے ہیں۔کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ معشوق کے ساتھ ایسی نوبت محبوب میں نہ آئے۔

۲۔دورِ جمہور میں ہر ایک اپنی زندگی خوشحال دیکھنا چاہتا ہے لیکن پھر بھی خدا کے

واسطے اور خدا کے نام پر ہی سب کچھ مل سکتا ہے۔انسان اگر کوشش بھی کرے تو ممکن یا ناممکن کا رجحان پاتا ہے۔اسی لئے ہمیں ایسی باتیں یا ایسا اصول اپنانا چاہئے جس سے برے کاموں کیلئے ساحل کا استعمال کرے۔

میں اور بزم مے سے یوں تشنہ کام آؤں
گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں نے آپ کے بزم میں آنا تھا لیکن میں آپ کے بزم میں حاضر ہونے سے فکر مند ہوں کیا کروں اُدھر سے مجھے ساقی بلاتا ہے کہ محفل میں حاضری دینے سے پہلے ساقی کے ساتھ حاضری دیں۔مطلب اے معشوق تیری بزم میں فائدہ ہی نہیں ہے کیونکہ بزم میں شراب کا ماحول پیدا ہوتا ہے کیونکہ آپ کی تعریفیں محفل میں غیر موجودگی کے وقت کی جاتی ہے۔جس سے کہ انسان فکر مند رہتا ہے اس فکر مندی سے اس بزم کو مے کے ماحول میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر چہ وہاں پر ساقی موجود نہیں ہوتا پھر بھی ساقی کی تلاش ضرور کہنے میں آتی ہے۔ اے معشوق تیری محبت کیلئے اتنی باتیں کی جاتی ہے جس سے کہ آپ کے بزم میں رہنے سے بھی انسان فکر مند رہتا اور آپ کی غیر حاضری میں بھی فکر مندی کا ماحول دیکھنے میں آتا ہے۔دونوں صورتوں میں ساقی کا ذکر آ ہی جاتا ہے۔اسی لئے اے معشوق تیری محبت ،تیری جدائی اور تیرے وصل میں میخانے کی اشد ضرورت ہے۔

۲۔دور جمہور میں بہت سی باتیں بڑھ چڑھ کر کی جاتی ہیں۔کہیں کسی کا گلا گھونٹتے ہیں کہیں کسی کو کسی آفت سے بچاتے ہیں۔مطلب شخصی راج میں بھی طرز جمہور میں بھی مختلف مختلف مسائل روزمرہ کی زندگی میں پیدا ہوتے ہیں۔

حریف جوشش دریا نہیں خودداری ساحل
جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب بھی آپ کے صدمے اور جدائی کا ذکر کرتے ہیں تو آپ کے حریف بیان کرتے ہیں۔وہ جدائی اور فطرت میں محبوب کو رکھنا چاہتے ہیں وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ آپ کی جدائی اور صدمے سے دریا بنتا ہے اسی لئے حریف بتاتے ہیں کہ کسی ساحل کی پناہ لینا جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ پیار پاکیزہ ہے لیکن اس پر معشوق غور نہیں کرتی یہ سوچ کر ہمیں صدمے محسوس ہوتے ہیں۔ان صدموں کے بارے میں ساقی یہ کہہ رہا ہے کہ محفل میں حاضر رہو اور معشوق کے صدموں سے ہوشیار رہو۔ ہوشیاری ساقی کی محفل میں حاضری دینے سے ہی آسکتی ہے۔مطلب اے معشوق آپ کے ہی دشمن ہمیں آپ کے ساتھ صلاح و سمجھوتہ نہیں رکھنا چاہتے۔اگر آپ خود ہوشیار ہوتی اور پاکیزہ محبت میں اعتبار کرتی تو ہمیں آپ کے ذریعے ہی ساحل حاصل ہوتا اور جدائی کا دریا دیکھنے والے نہیں دیکھتے اسی لئے اے معشوق ہمیں ساقی سے بھی اور آپ کے حریفوں سے بھی مشورہ لینا پڑا پھر بھی ہم آپ کے دل سے اور آپ کے چہرے سے پیار کرتے ہیں۔ہم کبھی آپ کے ساتھ جدائی نہیں چاہتے۔

۲۔دورِ جمہور میں کئی طریقوں کا فتنہ دیکھنے میں آتا ہے لیکن ان فتنوں سے انسان کو توبہ کرنی چاہئے اور توبہ کرنے کے لئے امن کا ساحل پہچاننا چاہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ خودداری سے الگ رہ جائیں۔

کل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں
یہ سوز ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب بھی ہم کوئی تازہ بات چھیڑتے ہیں تو عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ آج جو بات ہوئی وہ کل بحث ومباحثہ کے لئے نہیں اٹھانی چاہئے۔مطلب اے معشوق جو بھی کچھ ہوجائے وہ تازہ زندگی میں ہوجائے اگرچہ

آپ نے کل تک کے لئے مہلت محبت میں دی ہے لیکن میں کل کو مسترد کرتا ہوں میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ اے معشوق آج ہی جواب ملنا چاہئے۔ مانتا ہوں کہ اے معشوق سوچ سمجھ کر ہی ہر ایک بات کا فیصلہ اچھا ثابت ہوتا ہے اس کے لئے کل کا لفظ مناسب ہے معشوق میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی زبان سے آج وکل بہت سالوں سے چل رہا ہے کیونکہ جب آپ نے کل کے لئے ملتوی کیا تو مجھے آج کی یاد آئی جس سے پریشانی محسوس ہوئی۔ اس پریشانی کو ختم کرنے کیلئے میں نے شراب کا استعمال کیا۔ شراب استعمال کرتے کرتے میں نے ساقی کو کوثر (جنت کی شراب) کے طریقے سے پی کر علاج ڈھونڈا۔ اے معشوق ساقی نے میرے لئے ایک جنت کا مقام دلایا ہے جو کہ مجھے جنت کی شراب پلاتا ہے اور جنت کی شراب پینے سے مجھے کل اور آج کا ماحول ترک کرنے پر سکون آجاتا ہے۔ یہ سکون اگرچہ کئی منٹوں کے لئے دل میں ٹھہرتا ہے لیکن پھر بھی میرے لئے تیری جدائی پر ایک علاج ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے میں اے معشوق اس ساقی کو جنتِ شراب کے نام سے بھی پکارتا ہوں۔

۲۔ دورِ جمہور میں لوگ بہت سی مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں ہر ایک کو مختلف مختلف مسئلوں پر مشکلات آتی ہیں۔ جب مشکلات آئیں گی تو کسی نہ کسی بیماری کا سامنا کرنا لازم ہے۔ اسی لئے طرزِ جمہور میں اس بیماری سے روک تھام کے لئے کوئی نہ کوئی علاج کرنے کی یا کوئی نہ کوئی تدبیر کرنے کی ضرورت رہتی ہے۔

مے عشرت کی خواہش ساقی گردوں سے کیا کیجئے
لیے بیٹھا ہے اک دو چار جام واژگوں وہ بھی

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں نے کبھی آپ کے ساتھ عیش وعشرت نہیں کئے اگرچہ میں آپ کے ساتھ عیش وعشرت کرنے کی خواہش رکھتا تھا لیکن اس خواہش کو برطرف کرنے کیلئے ساقی کا ہونا لازم تھا۔ جب آپ نے مشکلات مجھ پر ڈالیں تو

مجھے ساقی کے پاس جھکنا پڑا۔ ساقی ایک حکیم کی صورت میں مجھے علاج کرنے لگا تا کہ میں آپ کے مشکلاتوں کا سامنا کروں۔ اس نے مجھے دو تین گھونٹ پلائیں جس سے مجھ کو سکون ملا۔ دل کو سکون میں رکھا۔ ہمیشہ آپ کی عیش و عشرت کے لئے ساقی سے مشورہ لینا پڑا۔ اب میں اے معشوق اس ساقی کو حکیم کا رتبہ دیتا ہوں۔

۲۔ دورِ جمہور میں ایسے بھی فتنے دیکھنے میں آتے ہیں انسان کو چاہئے کہ وہ نفرت کو پیار کی نگاہوں سے دیکھ کر دنیا سے الگ نہ رہے۔ طرز جمہور میں عوامی مسئلے ابھرتے ہیں اور رہنما اپنے اپنے طریقے سے غم کو کم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

دیدار بادہ، حوصلہ ساقی، نگاہ مست

بزم خیال میکدۂ بے خروش ہے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب صبح کی ہوا محسوس ہوتی ہے ہمیں آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے کہ کچھ نہ کچھ اچھا ہونے والا ہے۔ یہ محسوسیت ہم صبح کی ہوا کا احساس آنکھوں سے ہی کرتے ہیں لیکن جب ہم صبح کی ہوا محسوس کرتے ہیں اس وقت ہمیں شام کے بزم کا خیال آتا ہے۔ ہماری اندرونی نگاہیں ساقی کے کارناموں پر پڑتی ہیں اور سوچتے ہیں کہ کل رات ساقی نے ہمارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا۔ اسی اثناء میں شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی بھی ساقی کے ساتھ کوئی حوصلہ افزائی نہیں ملی۔ میں نے فقط دیدار کیا۔ ان کی نگاہوں کو دیکھ کر مست رہا ان کی نگاہوں پر غرور سے دیکھتا رہا لیکن جب ہم بزم میں حاضر ہوتے ہیں ہمیں ساقی کے ساتھ وابستگی کم رہتی ہے بلکہ ہمارا خیال شراب کے گھونٹ کے ساتھ رہتا ہے۔ مطلب شاعر نے ساقی کی تشبیہ دراصل معشوق کے ساتھ دی ہے کیونکہ شاعر خود فرماتے ہیں کہ جب بھی میں معشوق کا دیدار کرتا ہوں وہ دیدار میں صبح کی ہوا کے جھونکوں کے ساتھ ساتھ کرتا ہوں۔ میری نگاہیں اگرچہ ہوا پر بھی پڑتی ہیں لیکن اندرونی لہجہ میرا معشوق کے ساتھ رہتا ہے۔ میں معشوق کے

خیالوں میں مست رہتا ہوں میں چاہتا ہوں یہ مستی الگ ہو جائے۔ شراب کے گھونٹ سے کم ہو سکتی ہے اور میرا خیال مرکوز نہیں رہ سکتا۔ خیر اتنی تعریفیں کر کے بھی مجھے معشوق سے کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہوئی۔ میں معشوق کے ہمیشہ پیچھے رہتا ہوں لیکن میری رفتار بہت تیز ہے۔ پھر بھی میکدہ میں اپنی حاضری دیتا۔

۲۔ دور جمہور میں ہمیشہ ہم غلطیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہم اچھے خیالات رکھ کر حوصلہ افزائی کرتے ہیں اگرچہ ہم برے خیال بھی رکھتے ہیں اور لیکن ہماری نگاہیں غلطیوں سے مبرا ہونا چاہتی ہیں۔ غلطیوں کو مبرا اس انداز سے کرتے ہیں جیسے کہ ہم نے شراب کا گھونٹ پیا ہے۔

شب خمار شوق ساقی ، رستخیز اندازہ تھا

تا محیط بادہ صورت خانہ خمیازہ تھا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے شام کے وقت ساقی کی آنکھوں میں خمار پایا۔ میں سوچنے لگا کہ کس انداز میں پیش آؤں کیونکہ ان کی آنکھوں کے اشاروں سے نادانی پائی جاتی ہے۔ مطلب دانشور طریقہ معطل ہوا ہے، معلوم نہیں کہ نشے کے وجہ سے۔ شاعر فرماتے ہیں میں ان آنکھوں کو صحت یاب حالت میں دیکھنا چاہتا ہوں لیکن کیا کروں کوئی ہوا ہی نہیں ہے نہ ہوا کا جھونکا ہے جس ہوا سے ان کے آنکھوں میں صحت یابی محسوس ہوتی، لیکن یہ دیکھ کر میں سوچ رہا ہوں کہ اگرچہ معشوق نے میرے ساتھ الگ وفائی نہیں کی ہوتی میں ان حالات کو دیکھ کر مبرا رہتا۔ مجھے کیا فائدہ تھا کہ ساقی کے خمار بھری آنکھیں دیکھتا یہ سب خانہ خرابی اور خانہ خمیازی معشوق کی بے وفائی سے ہی ہوا ہے۔ جب بھی میں شب کے وقت معشوق کو یاد کرتا ہوں مجھے میخانے میں یاد بھول نہیں جاتی ہے بلکہ میں درد بھری آنکھیں ساقی کی دیکھ کر پریشان رہتا ہوں اور جس انداز میں ساقی کی آنکھیں خمار سی ہوتی ہے اسی انداز میں مجھے شب کی جدائی کی وجہ سے آنکھوں میں خمار محسوس

ہونے لگتا ہے۔ اے معشوق میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ مجھے ساقی جیسی آنکھوں کا خمار نہ دیکھائیں اور وصل کے انداز میں پیش آئیں۔

۲۔ دورِ جمہور میں ہمیشہ فتنہ بازوں کو امن کے ساتھ شدت ہے۔ جس کی وجہ سے کئی طریقے کے فتنے ابھرتے ہیں ان فتنوں کو ابھرنے نہیں دینا بہتوں کی کوشش رہتی ہے لیکن کسی بات کا خمیازہ بہت ہی خراب ہوتا ہے۔ جس کا سامنا کرنے سے عوام میں نقص امن پیدا ہوتا ہے اسی لئے ہمیں کبھی بھی ایسے فتنہ وفساد کو نہیں ابھارنا چاہئے جس سے کہ ساقی کے خمار جیسے چشمے دیکھ نہ سکے اس سے نجات ملنی چاہئے۔

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق

ہے مکرر لب ساقی میں صلا، میرے بعد

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے ساقی ہر ایک جاندار میں عشق کا لہجہ موجود ہے۔ عشق کا لہجہ مختلف انداز سے ختم کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم عشق کے لہجے میں مست رہتے ہیں تو اس وقت اگر کوئی ہماری مداخلت کرنے بیٹھتا ہے تو اس کے ساتھ ہمارے تعلقات منقطع ہوتے ہیں۔ اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ میرے عشق کو برباد کرنے کے لئے کونسا وہ دشمن ہے جو اس دنیا میں پیدا ہوا ہے۔ اگر وہ پیدا ہوا ہے میرے خیال میں وہ میرے مرنے کے بعد پیدا ہوگا اے ساقی میں آپ سے یہی کہتا ہوں کہ اگر آپ اور مجھ میں کوئی تناؤر کھنے والا حریف ہے تو اسے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کو عشق میں مداخلت کرنی ہے تو کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اگر کامیابی کا سامنا کرنا ہے تو میرے بعد لیکن اے ساقی میں آپ سے یہی التماس کرتا ہوں کہ حریفوں کی باتوں کا خیال نہ کرو اور نہ حریفوں کے خیالوں میں مدغم رہو۔ حریف کے ساتھ وابستگی منقطع کرو تا کہ آپسی ناطہ رہے اے ساقی پینے کے بعد بھی دوستانہ برقرار رہے۔ اس طریقے سے ماحول قائم رہ سکتا ہے۔

۲۔ دورِ جمہور میں کئی ایسے اشخاص امن کو بگاڑنے کے لئے حریفوں کے ذریعے آپسی تناؤ پیدا کرنے میں مست رہتے ہیں۔ اس بات کا احساس جب ہم میں ہو جائے گا تو ہم حریفوں کی باتوں میں نہیں آئیں گے اور طرز جمہور امن کا پرچم لہرا کے رکھیں گے۔ اسی لئے طرز جمہور میں ہر ایک شہری کو ہر ایک لفظ پر لا پرواہی سے کام نہیں لینا چاہئے جس سے کہ حریفوں کا مقابلہ بالکل کم ہو جائے۔ طرز جمہور میں کسی بھی طریقے کی لاپرواہی سے امن میں خلل ضرور پیدا ہو سکتا ہے۔

''سوچو ایسا'' غالبؔ
طرزِ جمہور قوت کا درجہ

غالب نے اپنی غزلوں میں معشوق اور محبوب کے بارے میں بہت سے شعر لکھے ہیں۔ مانتے ہیں کہ ان کے پڑھنے سے ہر ایک کو نصیحت ملتی ہے لیکن ہم اس نصیحت کو دوسرے انداز میں بھی دورِ جمہور میں بتا سکتے ہیں اور تشبیہ دے سکتے ہیں۔ دورِ جمہور میں مقابلہ کرنے کے لئے قوت ہونی چاہئے ہر ایک کے ساتھ چلنے پھرنے اور بیٹھنے کے ڈھنگ کے لئے اپنے اپنے دماغ سے کام لینا لازم ہے۔ ایسی باتیں ترک کرنی چاہئے طرز جمہور میں قوت کا درجہ جس سے اول میں رہے اسی لئے ہوشیاری سے کام لینا چاہئے۔

غم فراق میں تکلیف سیر باغ نہ دو
مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں مجھے غم اس بات کا ہے کہ معشوق کے ساتھ ناطہ نہیں ہے میں جدا ہوں اپنے معشوق سے جدا ہونے کی وجہ سے میں بہت ساری تکلیف اٹھاتا ہوں

میں صبح کی سیر کے لئے باغ میں نہیں چلتا ہوں، مجھے جدائی کی وجہ سے معشوق کے ساتھ نفاق ہے۔ نفاق اس بات کا ہے کہ ان کی جدائی کے وجہ سے میں نے بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اب میں ان تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے باغ میں جانا چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے دل کی گواہی نہیں کہ میں باغ میں جاؤں اور سیر کروں یہ فیصلہ میں اپنے عقل سے مشورہ کرتا ہوں جب مجھے اپنی عقل ہی اجازت نہیں دیتی باغ میں جانے کی تو میں کیسے سیر کروں۔ اب میں معشوق سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر آپ کے ساتھ جدائی ہے اور آپ کو بھی جدائی سے تکلیف اٹھانی پڑ جائے تو میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ باغ میں سیر کرنے سے بہت سے تکلیف دور ہو سکتی ہیں میرے دماغ میں ایسا فتنہ نہیں ہے کہ میں معشوق کے ساتھ جدائی میں رہوں اگر معشوق ہی مجھے جدا دیکھنا چاہتا ہے لیکن میں انہیں جدا نہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ انکی سوچ میں مٹھاس نہیں ہے اور میری ہی سوچ میں میٹھاس ہے۔ دونوں میں مٹھاس ہے لیکن معلوم نہیں کہ کن وجوہات کی وجہ سے فراق کا دور چل رہا ہے۔ جس سے دونوں غم میں مبتلا ہیں۔

۲۔ دورِ جمہور میں حسد کی نگاہیں ترک کرنی چاہئے اگر ہم کسی باغ میں سیر کرتے ہیں تو ہمیں سیر کرنے پر خوشی محسوس ہونی چاہئے۔ چاہے ہمیں سیر کرنے کی خواہش نہ ہو۔ کسی کی خواہش کو الگ نہیں کرنا چاہتے ہیں اگر چہ کئی کہہ رہے ہیں کہ کوئی شخص باغ میں سیر کرتے کرتے پھول کاٹنے پر تلا ہوا ہے تو ہمیں اس سے یہ نہیں کہنا چاہئے کہ وہ پھولوں کو کاٹنے کے لئے سیر پر نکلتا ہے۔

جب کہ میں کرتا ہوں اپنا شکوہ ضعفِ دماغ
سر کرے ہے وہ حدیثِ زُلف عنبر بار دوست

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب بھی میں اپنے دماغ سے آپ کو نصیحت فراہم کرتا

ہوں آپ سوچتی ہو یہ نصیحت نہیں بلکہ شکوہ ہے۔اے معشوق شکوہ اور نصیحت میں بہت فرق ہے۔آپ ان دونوں کو قطار میں رکھ کر بتا سکتی ہو۔اگرچہ آپ کی زُلف دیکھ کر میرے دماغ میں کوئی حسد نہیں پیدا ہوتا، میں ان زلفوں کو بطور دوست سمجھ کر خوش رہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے دوست میری بھی ایسی زلف ہونی چاہئے ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں معشوق سے حسد کرتا ہوں بلکہ معشوق کے لئے اچھا سوچتا ہوں۔

۲۔دورِ جمہور میں جب ہم اپنے اپنے کاروبار کیلئے نکلتے ہیں تو ہمیں کسی کی مزدوری پر حسد نہیں ہونا چاہئے اگرچہ کسی مزدور کو خرچہ کم ملتا ہے یا زیادہ ملتا ہے تو اس بات پر سوچنا نہیں چاہئے۔اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے معشوق کی کمائی پر کوئی حسد نہیں ہے اگرچہ میں اپنے دماغ سے سوچتا ہوں لیکن حسد کے خیالات سے نہیں سوچتا ہوں۔جس طرح قطار میں ہر کوئی اپنا اپنا کام سمجھ کر کرنا ہے۔

وصال جلوہ تماشا ہے، پر دماغ کہاں
کہ دیجئے آئینۂ انتظار کو پرداز

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ ہمیں ہر ایک کی عزت واحترام کے لئے سوچنا چاہئے تا کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون کس طریقے پر کام کرتا ہے۔ہمیں یہ بھی نہیں سوچنا چاہئے کہ ہم معشوق کے ساتھ وصل کریں گے اور وصل کے بعد جدائی کے نغمے گائیں گے۔اس سے محبت کی دکانوں میں تماشبین دیکھنے میں آتے ہیں۔محبت کا تماشا نہیں بنانا چاہئے۔محبت کی آڑ میں کوئی غلط کام نہیں کرنا چاہئے۔محبت کرنے سے پہلے ہمیں اپنے کو آئینے میں دیکھنا چاہئے کہ وصل کے لئے انتظار میں رہنا ہے۔ جب ہزاروں پرواز کے بعد آئینہ اپنے ہاتھ میں آیا ہے کیوں نہ اس آئینے کو سنبھال کے رکھ کر اپنے چہرے کو دیکھنا جلد بازی سے بہتر ہے کہ صبر سے کام انجام دیں۔ پھر ہمیں یہ محسوس ہو جائے گا کہ وصل کے لئے کتنی مشکلات پیش آئیں اور مشکلات کو تہس نہس کرنے

کے بعد وصل کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔

۲۔دور جمہور میں ہر ایک شہری کو اپنی غلطیوں کا احساس ہونا چاہئے تا کہ وہ خود بخود یہ کہیں کہ غلطیاں صحیح ہیں اور غلطیوں کو درست خود کرنا چاہئے۔

دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا
شورِ سودائے خط وخال کہاں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب میں آپ کا خط وخال دیکھتا ہوں مجھے خیال ہی نہیں آتا کہ میں آپ کے ساتھ بات کروں۔کیونکہ آپ نے میرے دل سے دل ہی نہیں ملایا۔مطلب ہجر میں رہے مجھے اپنا دل اور دماغ اس بات کا احساس نہیں دلاتا ہے کہ میں آپ کا حال پوچھوں۔اگر چہ مجھے آپ کو دیکھ کر ضمیر بات کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن دل ودماغ سے دوررہ کر غور نہیں کرتا ہوں میں آپ کے ساتھ بات کروں۔اس بات کا احساس دل ودماغ سے نہیں ملتا۔میرے دل اور دماغ میں آپ کی جدائی ہمیشہ یاد آتی ہے۔جب خط وخال دیکھتا ہوں تو دل ودماغ میں شور بھی اٹھتا ہے کیوں نہ میں آپ کے ساتھ بات کروں۔اب شاعر فرماتے ہیں کہ کیا معشوق آپ کو سوچ کر میرے متعلق بھی ایسے الفاظ ابھرتے ہوں گے۔تو اس کا مطلب محبت صحیح ہے اور پاکیزہ ہے۔

۲۔دور جمہور میں ہمیشہ کے لئے باتوں کا ترک کرنا زیادہ دیر تک کامیاب نہیں ثابت ہوتا ہے طرز جمہور میں روبرو لوگوں کے مشکلات دیکھے جاتے ہیں۔دل ودماغ اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ ہم معمولی باتوں پر آپسی ٹکراؤ قائم رکھیں۔طرز جمہور میں ٹکراؤ کو بات چیت سے ہی منسوخ کیا جاتا ہے نہ کہ خط وخال دیکھیں گے اور کچھ نہیں کہیں گے۔ضرور کچھ نہ کچھ کہنا ہے۔

جس جانسیم شانہ کش زُلف یار ہے
نافہ، دماغ آہو دشت تتار ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق اگر چہ آپ دُنیا بھر میں حسن کے لحاظ سے مشہور ہوئی ہیں اور اس حسن کو صبح کی ہوا کے برابر تعریفوں میں لایا گیا ہے۔آپ کی زلفوں کی تعریفوں میں شاعروں نے بہت کچھ کہا اور لکھا ہے۔لیکن اتنی تعریفیں سننے اور پڑھنے کے باوجود تیرے دماغ میں اتنا حسن جمال نہیں پایا جاتا۔اس دماغ میں ہنسی مذاق پایا جاتا ہے۔اگر آپ کے حسن کی تعریفیں دُنیا بھر میں کی جاتی ہیں لیکن آپ کے دماغ پر اتنی تعریفیں شاعروں نے قلمبند نہیں کی ہیں۔اسی لئے اے معشوق اس حسن پر کیا لکھوں جب کہ آپ کے دماغ کے بارے میں متضاد رائے پائی جاتی ہے۔اے معشوق اگر حسن ہے، کشش ہے یہ چیزیں یہ تعریفیں دماغ میں بھی ہونی چاہئے۔ خیر میں ان باتوں سے بہت ہی متاثر ہوں کہ آپ کے حسن پر بہت کچھ لکھا ہے۔

۲۔دور جمہور میں ہر کام کو سوچ سمجھ کر انجام دیا جاتا ہے۔

دل مت گنوا، خبر نہ سہی، سیر ہی سہی
اے بے دماغ آئینہ تمثال دار ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ اپنے دل کو اِدھر اُدھر کے جذبات میں مت رکھو بلکہ قابوں میں رکھ کر ہی دل کی تعریف ہوسکتی ہے۔اگر کبھی کوئی خبر سننے میں آتی ہے تو اس وقت دل کو نہیں گھمانا چاہئے بلکہ دل کو قابو میں رکھنا چاہئے۔اگر دل میں کوئی ٹھیس پہنچے تو برداشت کرو اور اسے قابو میں رکھو۔اس کے باوجود میں نے آپ کے دماغ میں ایسا اصول نہیں پایا جس سے میں یہ کہوں کہ آپ کا دل قابو میں ہے اور برداشت قوت بھی ہے۔جب میں ان دونوں کا آئینہ دیکھتا ہوں تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ آئینہ تمثال دار ہے۔اے معشوق ان باتوں سے مبرا

رہ کر دل ودماغ کو ضرور قابو میں رکھنا تاکہ یہ سننے میں آئے کہ معشوق کے محبت میں کوئی تناؤ نہیں۔

۲۔ دورِ جمہور میں جب بھی ہم بھیڑ میں چلتے ہیں تو سب کے سب سوچتے ہیں کہ بھیڑ کیسے دیکھنے میں آتی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ بھیڑ میں تناؤ دیکھتے ہیں۔ ایک شہری اس تناؤ کو بہتر کرنے کے لئے بہت سے انتظامات کراتا ہے جس سے کہ چلنے پھرنے میں کوئی بھی دیر محسوس نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ ان باتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے دورِ جمہور میں قوت ہونی چاہئے۔

”شب سحر بیان کیا“ غالبؔ

جمہوریت اور عوامی داد

طرز جمہور میں لوگ ہمیشہ ہر ایک بات پر داد دیتے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ مرزا اسد اللہ خان غالب کی شاعری پڑھ کر طرز جمہور میں عوامی داد غالب کے اشعار میں ہے یا نہیں۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں شب کے وقت سوتا ہوں تو میں اکیلا پن اختیار کرتا ہوں۔ مطلب میرے ساتھ معشوق کی وابستگی رہتی نہیں لیکن میں سوچتا ہوں کہ اکیلے شب میں کیا کروں۔ مجھے سوچتے سوچتے یہ محسوس ہوتا ہے میرے دروازے پر کون آئے گا۔ اگر چہ میں چیخ ماروں، بہت سے تماشا بین جمع ہوں گے وہ میرے درد اور اس افسوس پر جمع نہیں ہوں گے وہ میرے ہجر پر، میری چیخ مارنے پر جمع ہوں گے اور تماشا دیکھیں گے۔ مطلب وہ ہمدرد نہیں بلکہ تماشا بین ہے۔ اے معشوق ان

حالات پر اس دنیا میں اگر آپ کو محبت کا ولولہ ہے تو مجھے تو ولولہ انگیز باتوں سے خوش نہیں دیکھنا چاہتی ہو۔ آپ میری جدائی پر میرے خیال میں یہ کہہ رہی ہوں کہ مرے یہ جئے اس دنیا میں جدائی برقرار رکھتی ہے۔ اگر تیرے الفاظ ایسے ہیں تو یہ اچھے ثابت نہیں ہوں گے جب مجھ پر افسوس کرنے کے لئے کئی جمع ہوں گے وہ میری وفات پر افسوس کریں گے اور یہ بھی ساتھ ساتھ کہیں گے کہ معشوق نے انہیں ہجر کے بہانے ایسا ماحول پیدا کیا ہے۔ جس سے کہ وقت دم توڑ بیٹھے۔ مطلب لوگوں کے تاثرات سے اور دنیاوی تاثرات سے آپ کو ہی قصوروار ٹھہرایا جائے گا۔ اے معشوق ایسی باتوں سے الگ رہیں اور تماشبین نہ بننے دیں۔

۲۔ طرز جمہور میں لوگوں کا ردعمل ہمیشہ سحر کی نگاہوں کی طرح رہتا ہے لوگ کسی ہمسایہ خواہ وہ غیر ملکی ہو یا محلہ دار ہو یا ریاستی ہو ہمیشہ آپس کے دکھ سکھ میں حاضر رہتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ شب ہے شب کے وقت نہیں جاسکتے وہاں شب ہو یا سحر ہو دونوں صورتوں میں لوگ ایک دوسرے کیساتھ مل جل کر رہنا چاہتے ہیں۔

خوش ہوتے ہیں پر وصل میں یوں مر نہیں جاتے
آئی شب ہجراں کی تمنا مرے آگے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے کے ملاپ سے لوگ خوش ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کو خوشحال دیکھ کر غم وغصہ کا اظہار نہیں کرتے ہیں اے معشوق جب شب آتی ہے میری تمنا ہجر کے الفاظ سے آتی ہے۔ مطلب میں آپ کے وصل میں نہیں ہوتا ہوں بلکہ الگ تھلگ رہ کر میں رات گذارتا ہوں اگر چہ آپ نے مجھے الگ شب میں رکھا لیکن میں اپنی بدقسمتی محسوس کرتا ہوں۔ میری تمنا یہ رہتی ہے کہ میں شب کے وقت ہجر گذارنے پر چاہتا ہوں موت ہی بہتر تھی لیکن اے معشوق میری موت سے آپ بھی بہت تنگ دست رہو گے جس سے آپ کی خوشحالی کے لئے میں ہجر ہی

چاہتا ہوں موت نہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی خوش رہیں اگر آپ میرے وصل سے خوش نہیں لیکن میں آپ کے ہجر سے خوش ہوں ۔ میں ہجر کے وقت یہ الفاظ نہیں کہوں گا کہ مرجائے میں اس کا شکوہ الگ رہ کر آپ کو ہی آفرین کرتا ہوں ۔

۲۔ طرز جمہور میں ہم چاہتے ہیں کہ تاریخی دلیل موجود رہے اور تاریخی دلیل کسی بھی انسان فرد یا شخصیت کی ختم نہیں ہونی چاہئے ۔

درکار ہے گل ہائے عیش کو
صبح بہار پنبہ مینا کہیں جسے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق ہمیشہ پھول کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے دیکھنے سے عیش محسوس کرتے ہیں اور پھول کو دیکھ کر ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ پھول ہماری آنکھوں سے دور نہ ہو جائے اور ہمارے لئے ہمیشہ یہ پھول درکار رہے۔ خاص کر جب ہم اس پھول کو موسم بہار میں دیکھتے ہیں اور صبح کے وقت دیکھ کر کہہ رہے ہیں اے پھول تو اگر نازک ہے لیکن ہم آپ کی نزاکت الگ نہیں کرتے ۔ اسی لئے اے معشوق آپ کی خوبصورتی کو ہم گل کی طرح تا ابد آنکھوں کے سامنے موجود رکھتے ہیں ۔ اگر چہ بہار کے موسم کے بعد آنکھوں میں خوبصورتی معشوق کی اچھی محسوس نہیں ہوتی ہے پھر بھی ہم معشوق کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ صبح کی بہار کی طرح معشوق کا چہرہ ہمارے دلوں میں تا ابد موجود رہے لیکن افسوس ہے بہار چند دنوں ، چند مہینوں کے لئے رہ کر ہمیں دلوں میں فرق ضروری آتا ہے۔ اسی طرح سے ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ گل چند سکنڈوں کے لئے ، چند گھنٹوں کے لئے ہمیں درکار ہے ۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کی داستان کئی گھنٹوں اور کئی منٹوں کے لئے محبت میں برقرار رہ سکتی ہے ۔

۲۔ طرز جمہور میں بہار ہو یا کوئی موسم ہو یکسانیت محسوس نہیں کرتے کسی وقت آفت کی گھڑی کا سامنا بھی کرتے ہیں کسی وقت خوشحالی کا منظر بھی دیکھتے ہیں لیکن طرز

جمہور کی طرح اپنا دل خوشحالی سے گذارتے ہیں اور شخصی راج سے نجات چاہتے ہیں۔

رات پی زمزم پہ مے اور صبح دم
دھوئے دھبے جامۂ احرام کے

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ میں اگرچہ ایک گنہگار آدمی ہوں ،سفر محمود پر نہیں جا سکتا۔ میں گنہگار اس لئے ہوں کہ میں ہمیشہ شراب پینے میں مست رہتا ہوں جس سے کہ مجھے صبح کے وقت خدا کا نام یاد آتا ہے لیکن مجھے ساتھ ساتھ احترام سفر محمود کا آ رہا ہے۔ اس وقت میں زم زم کو یاد کرتا ہوں لیکن میں شراب کو زم زم کے ساتھ وابستہ نہیں کرنا۔ اسی لئے میں زم زم کا احترام اپنی مذہبی احترام کے انداز سے ہمیشہ کرتا ہوں۔لیکن افسوس ہے کہ جب میں شراب کے نشے سے ہاتھ دھولوں تو میں احترام کی نگاہوں سے زم زم کو ہمیشہ یاد کروں خدا میری بد قسمتی ہے کہ یہ زم زم میری قسمت میں نہیں تھا کیونکہ مجھے معشوق نے دھوکہ دیا اور زمزم کے بجائے میں نے جام کا احترام کیا اور جس جام کو پانے سے میری عزت مٹی میں مل گئی۔ یہ سب کچھ مجھے معشوق کے ہجر سے پیدا ہوا اگرچہ معشوق مجھے الگ نہیں رکھتی تو میں شراب کے نشے میں نہیں رہتا۔صبح کے وقت ہر کوئی زم زم کا احترام کرتے ہیں میں سوچتا ہوں کہ میں کونسا احترام کروں میں نے رات کو پی لی اور میں گنہگار بن گیا میں زم زم کا شراب کے برابر احترام نہیں کر سکتا۔اسی لئے میں ان باتوں سے الگ رہا اور میں معشوق کے شکوے پر بہت سی غلطیوں کا شکار ہوا۔جن غلطیوں کا قصوروار معشوق کو بھی مانا جائے گا۔

۲۔طرز جمہور میں لوگوں کا غلطی دہراتے دہراتے احساس کم ہوتا جا رہا ہے۔ جس سے کہ غلطیوں کا پتلا ہی نہیں دیکھنے میں آتا۔طرز جمہور میں بہت سی غلطیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سیاہی جیسے گر جاوے دم تحریر کاغذ پر
مری قسمت میں یوں تصویر ہے شب ہائے ہجراں کی

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ شب کے وقت الگ رہتا ہوں کیونکہ میرے ساتھ معشوق کی وابستگی نہیں رہتی لیکن میں قلم اور دوات سے کیا تحریر کروں کیا لکھوں اگر چہ میں کاغذ پر کچھ تحریر کروں تو پڑھ کر پڑھنے والے یہ کہیں گے کہ یہ قاتل ہے، یہ غم ہے۔ لیکن میں اپنی قسمت کو تصویر کی طرح کھینچتا ہوں اور تصویر کھینچتے رات کی جدائی پر بہت ہی غم و غصہ کرتا ہوں۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں معشوق کے بارے میں کچھ بھی تحریر کروں جس سے کہ غم و غصہ پیدا ہوسکتا ہے تحریر کرنے سے پہلے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اپنی قسمت میں یہی لکھا تھا جس سے کہ مجھے غم دیکھنا پڑا اور غم دیکھتے دیکھتے میں ہجر کے بارے میں واویلا نہیں کروں گا یہ میری قسمت میں ہی تھا جس سے کہ میں غم دیکھتا ہوں۔غم دکھانے والا معشوق ہے اگر چہ میں نے دل کی وابستگی نہیں پیش کی ہوتی تو مجھے غم کے ساتھ واسطہ ہی کیا تھا۔ دراصل یہ واسطہ وقت کی تحریر کے مطابق کاغذ پر درج کیا گیا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں تحریر دعویٰ صحیح تصور کیا جاتا ہے۔طرز جمہور میں تحریری دعویٰ کو قانونی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔زبانی طور پر طرز جمہور کے عدالتوں میں جگہ نہیں ہے۔ ہر کوئی بات تحریر کے مطابق تسلیم کی جاتی ہے اسی لئے تحریر کو ہم ایک قانونی مہر کے انداز میں دیکھتے ہیں۔

کیا کہوں تاریکی زندان غم ، اندھیر ہے
پنبہ، نور صبح سے کم جس کے روزن میں نہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق اندھیرے میں بیٹھ کر ایک زندان ثابت ہوسکتا ہے اور زندان دیکھ کر اندھیرا محسوس ہوتا ہے۔ زندان کو نیست و نابود کیا جائے

اے معشوق تو اس زندان کو صبح کے جلوے سے ہی منور کر سکتی ہے۔ جس دن آپ کو اس بات کا احساس پیدا ہو جائے گا کہ اندھیرے پن میں رہ کر زندان ثابت ہو سکتا ہے اور جس سے غم ابھرتے ہیں اور اسی غم سے اندھیرا پن دیکھنے میں آتا ہے۔ پھر آپ خود صبح کے نور کے ساتھ زندان کو وابستہ رکھو جس سے آپ کو غلط فہمیوں اور صحیح باتوں کا احساس پیدا ہو سکتا ہے اسی لئے اے معشوق زندان کو ترک کرو اور نور صبح کے ساتھ اپنا دل اور محبت سے وابستگی رکھو۔ پورا یقین ہے کہ صبح کے نور سے آپ مطمئن رہ کر محبت کو پاک بنا سکتی ہے۔ اگر زندان پھانسی کو کہتے ہیں لیکن شاعر کو زندان استعمال میں نہیں لانا چاہئے کیونکہ محبت کوئی جرم نہیں ہے اگر بے وفائی بھی ہوتی ہے تو بے وفائی میں زندان استعمال نہیں کرتے۔

۲۔ طرز جمہور میں غم اور خوشی کا دور بھی آتا ہے لیکن غم کے دور کو ہم زندان کے الفاظ سے محسوس کرتے ہیں اور خوشی کی لہر نور صبح کے حروفوں سے گن کر دن بھر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ خطرناک جرم پر زندان عدالتی حکم کے تحت صادر ہو سکتا ہے۔

نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں
شب فراق سے، روز جزا زیاد نہیں

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق مجھے آپ کے لہجے اور ولولے سے محبت دل میں پیدا ہوتی ہے جس سے کہ میں احترام کرتا ہوں۔ مجھ کو آپ کی محبت سے آپ کے برتاؤ سے اور آپ کے لہجے سے اعتقاد نہیں ہے یہ اعتقاد اسی لئے نہیں ہے کہ تو وقت پر قیامت کی نگاہوں سے اور قیامت کے جذبے سے پیش آتی ہے۔ وہ یہ اے معشوق رات کی جدائی دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ قیامت محبوب کو کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن کتنے دیر تک شب فراق میں رہ کر قیامت کی نگاہوں سے دیکھو گی۔ اس بات کا احساس خود بخود ہو جائیگا مجھے اعتقاد ہے کہ آپ قیامت کو ترک کر کے صحیح ڈھنگ سے پیش آ کر

محبت کے دروازوں کو ہمیشہ کے لئے کھلا رکھوگی۔

۲۔طرز جمہور میں قیامت کا مقابلہ کرنے پر ہر ایک شہری تیار رہتا ہے ہر ایک شہری کو اعتقاد ہے ہم خوشی سے ترک نہیں ہوں گے۔ہم کسی نہ کسی طریقے سے شب فراق کو مٹا کر صبح کے نور کے ساتھ وابستہ کریں گے اور جس سے کہ لوگوں کا اعتماد بڑھتا جائے گا۔

چاک کی خواہش اگر وحشت بہ عریانی کرے
صبح کے مانند زخم دل گریبانی کرے

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق چاہت کو پانے کے لئے وحشت کا انداز ضرور پیدا ہوتا ہے اور وحشت کو پانے کے لئے بہت سے برے اثرات دیکھنے میں آتے ہیں ایسے واقعات دیکھ کر انسان کہتا ہے کہ وحشت سے چھٹکارا پانے کیلئے خواہش کو ترک کریں۔مطلب اے معشوق ہر کوئی آپ کی وابستگی چاہتا ہے لیکن چاہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کیا وہ ہمیں چاہتا ہے۔اس بات کی تحقیق کرنے پر بہت سی وحشتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جس طرح ہم صبح کے وقت سیر کرتے کرتے زخمِ دل کو دیکھ کر زخم کو سیر سے ہی ختم کرانا چاہتے ہیں۔اس زخم سے محبت کی زنجیر کا مقابلہ کرتے ہیں۔اے معشوق میں کوئی وحشت نہیں ہوں صرف مجھے آپ کی محبت کے لئے ایک زخم نمودار ہے۔مجھے زخم کو پُر کرنے کے لئے محبت کا دلاسہ تو دیجئے جس سے کہ میں مبرا ہو جاؤں۔

۲۔طرز جمہور میں کئی باتوں پر مشتمل وحشت کا انداز پیدا ہو سکتا ہے لیکن غور کرنے کیلئے صبح سیر کے وقت کے برابر سوچ سمجھ کے وحشت کو دور کرتے ہیں۔مطلب طرز جمہور میں اپنے اپنے طریقوں سے عوام غمزدگی کی لہر کو نیست و نابود کرتے ہیں اور شب کا نام نہ لے کر صبح کے کارنامے صبح کے وقت کے مطابق انجام دیتے ہیں۔

ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے
صبح وطن ہے خندۂ دنداں نما مجھے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق مجھے پورا یقین ہے کہ آپ مجھے امید کی کرن ضرور دکھاؤ گے۔امید کی کرن یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ خوش اسلوب طریقے سے پیش آؤں۔یہ خوش اسلوب طریقہ مٹھاس کی طرح محسوس ہونے چاہئے لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ جو قدم اٹھاؤ گے وہ صحیح طریقے سے۔جس طرح ہم وطن کے ساتھ محبت کرتے ہیں اسی طرح سے دنیا میں بہت سے ایسے اشخاص ہیں جو کہ معشوق کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔مطلب معشوق کے ساتھ محبت کرنا اور وطن کے ساتھ محبت کرنا یہ دو مختلف طریقے ہیں لیکن معشوق مجھے امید ہے کہ آپ صبح کے وقت کے مطابق محبت اور پیار کرو گے لیکن ساتھ ساتھ میں آپ کے لئے جھکنے والا نہیں ،نمہ کرنے والا نہیں۔اگر آپ کو میری امید کی ضرورت ہے تو آپ صبح کے طور طریقے سے میرے پاس ضرور آؤ گے۔

۲۔طرز جمہور میں ہر ایک آدمی عزت کے طریقے سے اپنا احترام دوسروں کے ساتھ وابستہ کرتا ہے۔اگر عزت کی گراوٹ دیکھنے میں آتی ہے تو اس سے ترک کر کے دوسرے طریقے سے امیدوں کی نگاہیں دیکھنا چاہتا ہے۔طرز جمہور میں ہر کوئی امید رکھتا ہے لیکن کسی وقت امید پوری نہیں ہوتی۔پوری نہ ہونے کی وجہ سے طرز جمہور میں کمزور نہیں رہتا۔امید پوری کرنے کے لئے جھکتے بھی نہیں۔ہر کوئی احترام اور عزت کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق شب غم سے مجھے بہت صدمہ محسوس ہوگا۔

رات بھر آپ کی سوچ میں ڈوبا رہتا ہوں لیکن کوئی امید کی کرن دیکھنے میں نہیں آتی۔
اے معشوق تمہیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ کسی نہ کسی دن موت ضرور آجانی
ہے۔ مطلب انسان کو موت ضرور ہے۔ جب انسان کو موت آتی ہے تو وہ یہ سوچتا ہے
کہ عمر بھر کے لئے سوتا ہوں اور اس نیند پر کوئی خلل نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح سے اے
معشوق تیرے ہجر پر، تیری جدائی پر مجھے نیند نہیں آتی ہے۔ جب نیند ہی نہیں آتی ہے تو
میں سوچتا ہوں کہ ایک نہ ایک دن ان خیالات کو سوچ کر موت ضرور آنے والی ہے اس
وقت ایسی نیند آئے گی کہ میں ہمیشہ کے لئے آرام کر کے آپ کے خیالات کو اپنے
دل میں رکھ کر اس بات کا اندازہ کروں کہ مرتے دم تک معشوق کی محبت ترک نہیں کی۔

۲۔ طرز جمہور میں ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں جن سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں
کہ واقعات تو رونما ہوئے لیکن حل کوئی نہیں۔ حل کرنے کے لئے کئی رہنماؤں کے
ساتھ بات چیت بھی کرتے ہیں لیکن حل نہیں نکلتا۔ حل نہ نکلنے کی وجہ سے عوامی تناؤ
دیکھنے میں آتا ہے۔ اس تناؤ کو نیست و نابود کرنے کیلئے لوگوں کی پریشانی دن رات
رہتی ہے لیکن کسی نہ کسی طریقے سے مسئلہ حل ہوتا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ آخر رات بھر
کی نیند سے یا سوچ سے مسئلہ حل ہو گیا۔

نکوہش ہے سزا، فریادی بیدادِ دلبر کی
مبادا خندۂ دنداں نما ہو صبح محشر کی

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں یہ آپ سے شکوہ کرتا ہوں کہ میرے
فریادوں پر تو دلبر بن گئی لیکن میں اپنی فریادوں کی سزا پاتا ہوں۔ اگر چہ تو میری خواہش
پر ایک معشوق کی صورت میں نمودار ہوئی لیکن میری خواہش پر میرے لئے فریاد
بنی۔ اتنا دیکھ کر میں ہمیشہ آپ کے رجحان پر صبح بہت ہی خوش رہتا ہوں۔ جبکہ میں باغ
میں سیر کرنے کے لئے نکلتا ہوں تو میں ان پھولوں سے کہتا خوشبو میرے دل تک پہنچتی

ہے اور خوشبو پا کر یہ کہتا ہوں کہ میرے معشوق کی طرح میرے حال پر حشر نہ ہو جائے۔ مطلب آپ کو معشوق کا درجہ میری فریادوں پر پڑا اور تیری فریادوں پر مجھے غم اور دوسروں کی ستم دیکھنے پڑے۔ آپ آزاد طبیعت کی طرح رونما ہوئی میں غلامی طرز کی طرح رونما ہوا۔ اسی لئے اے معشوق تجھ سے کونسی فریاد کروں۔ میں چاہتا ہوں کہ فریاد نہیں کروں کیونکہ آپ کا رتبہ بازار میں اچھا رہتا ہے میں اپنے رتبے سے گرا ہوا دیکھنے میں آتا ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں کوئی عزت واحترام کے لئے اپنا رتبہ دیکھنا چاہتا ہے لیکن یہ تب ممکن ہے جب ہم ایسے طور طریقے اپنائیں گے جس سے کہ ہم ایک دوسرے کا احترام کر کے یہ سوچیں کہ ہمیں بھی کوئی احترام کی نگاہوں سے دیکھے گا۔

کاو کاو سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئے شیر کا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ کوا سختی میں اپنی بولی بولتا ہے جب ہم کوے کو تنہائی میں دیکھتے ہیں تو اپنی بولی بولتا ہے۔ کوے میں یہ پابندی نہیں ہے کہ صبح ہو یا شام ہو اپنی بولی بدستور بولتا ہے خواہ شام کے وقت اندھیرے سے پہلے ہو لیکن پھر بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کی بولی سے ہم کچھ بھی رضامندی نہیں کر سکتے ہیں۔ جس طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ ایک شیر جب گرجتا ہے تو اس سے سب ڈرتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ کوے کی بولی سے ہم ڈرتے نہیں ہے۔ اسی طرح سے اے معشوق آپ اپنے آپ کو شیر سمجھتی ہو اور ہمیں کوا۔ اسی لئے آپ کو معلوم ہے کہ اے معشوق محبوب کو میں نے کوا تصور کیا ہے۔ کوا تصور کرنے سے اس کا شکوہ با عمل نہیں ہو سکتا۔ جب کہ مجھے شیر سمجھ کر اپنے تمام کے تمام مسائل ڈر کے مارے حل ہو سکتے ہیں۔ مطلب اے معشوق تیرے دھاڑے پر ڈر ہے میرے دھاڑے پر کوئی ڈر ہی نہیں لیکن یہ جاننا ہے اے

معشوق میری بولی بھی کسی نہ کسی وقت احترام کے کانوں سے منظور ہوسکتی ہے۔ میرے کہنے کا کوئی مقصد ہی نہیں ہے لیکن کسی نہ کسی وقت مقصد حل ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ سماعت حس کے مطابق ہم مسلمان یا ہندو یہ کہتے ہیں کہ کسی نہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں کوئی نہ کوئی مطالبات منظور ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے میری بولی سماعت حس کے مطابق ہے اور منظور ہوسکتی ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں اکثریت کے مطالبات سے لوگوں کے مانگیں پوری ہوسکتی ہے۔ جو بھی لوگ طرز جمہوریت میں چاہتے ہیں وہ مطالبات ضرور منظور ہوتے ہیں۔ لیکن مطالبات قائدے قانون کے تحت ہونے چاہئے۔ جسے کہ ہر ایک سرکار منظور کرتی ہے۔

شب ہوئی، پھر انجم رخشندہ کا معطر کھلا
اِس تکلف سے کہ گویا بت کدے کا در کھلا!

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب آپ میرے ساتھ شکوے برقرار رکھے ان پر کوئی نظر ثانی ہوئی ہی نہیں لیکن جب آپ نے مجھے الگ چھوڑا لیکن میں یہ الگ محسوس نہیں کرتا ہوں ہاں جب شب آتی ہے تو اس وقت میں الگ محسوس کرتا ہوں۔ الگ اس بات کا کہ میرے پاس شب کے لئے کوئی انجم نہیں ہے۔ کوئی محفل نہیں ہے تاکہ میں اپنا دروازہ کھولوں اور اسی محفل میں رات کا قیام کروں۔ اے معشوق اس سے مجھے بہت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ میں آپ کی جدائی کا لہجہ دیکھتا ہوں اور جدائی میں رات بسر کرتا ہوں۔ میرا دوسرا بھی طریقہ تھا کہ میں آپ کی تصویر کو یاد کروں۔ وہ تصویر بت کی طرح میں اپنے دل میں رکھوں اور اسی طریقہ سے شب ہجر کا دروازہ کھولوں لیکن اے معشوق میں ایسے کام کرنے کا بالکل مخالف ہوں۔ کیونکہ جب رات کے وقت آپ انجم میں نہیں ہو، آپ کو رتبہ دینا کہ ایک بت کی طرح میں آپ کی

تصویر سامنے رکھوں اور اس طریقے کا دروازہ رات بھر کھول کے رکھوں یہ غلط ہے۔
تب آپ کا رتبہ صحیح ہے جب آپ روبرو ملاقات کے طور طریقے سے شب بھر میرے
ساتھ رات گذاروگی اور وہی پاکیزہ محبت تصور کیا جائے گی۔

۲۔طرز جمہور میں ناجائز نعرہ بازی اور ناجائز مطالبے نہیں تسلیم کیے جاتے ہیں
طرز جمہور میں صحیح اور سچ الفاظ عوام کے سامنے دیکھتے ہیں اور وہی الفاظ منظور کئے
جاتے ہیں۔مطلب سچائی ہی طرز جمہور میں تسلیم کی جاتی ہے۔

کیوں اندھیری ہے شب غم؟ ہے بلاؤں کا نزول
آج اُدھر ہی کو رہے گا دیدۂ اختر کھلا

شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں شب غم سے بہت ہی تنگ آچکا ہوں کیونکہ
آپ سے جدا ہوا ہوں جدا ہونے کی وجہ سے اندھیرا پن محسوس کرتا ہوں۔اب میں یہ
سوچتا ہوں کہ کیسے میں آپ کو بلاؤں اور ملاقات کروں۔ یہ بات تب ممکن ہے جب
آپ میرے پاس ایک لمحہ کے لئے قیام کروگی اور میں دیدوں کے ساتھ آپ کا احترام
کروں۔ یہ تب ممکن ہے جب آپ میرے اندھیرے پن کو نیست و نابود کے طریقے
سے انجام پاؤ گی۔ یہ تب ممکن ہے جب آپ مجھے یاد کروگی اور مجھے ہجر سے الگ
تھلگ کر کے رات کے اور دن کیلئے آنکھوں سے احترام اور روبرو احترام
دلاؤ گی۔اے معشوق آپ شاید مجھے ہر ایک احترام سے جدا کرنا چاہتی ہو لیکن میں آ
پ کو وصل کے انداز سے یاد کرتا ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ آپ کا دل میرے دل
کے ضرور تلاش میں رہتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں ہر ایک معاملہ لوگوں کی مانگوں کے مطابق تسلیم کیا جاتا ہے اور
ہر ایک معاملہ روبرو ہی حل کیا جاتا ہے۔طرز جمہور میں کسی کا معاملہ روبرو یا جدا رہنے
سے حل نہیں کیا جاتا۔

شب کہ برق سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا
شعلۂ جوالہ، ہر یک حلقۂ گرداب تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب ہم رات کے وقت الگ تھلگ رہتے ہیں تو میں یہ سوچتا ہوں کہ مجھے زہر دیا گیا ہے لیکن یہ زہر کارآمد نہیں ہے ساتھ ساتھ میں شب کے وقت بجلی دیکھ کر یہ کہہ رہا ہوں کہ شاید معشوق نے میرے دل میں جلن دکھائی ہے۔جس جلن سے میں معشوق کا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔جبکہ جوالہ پہاڑ پھٹتا تو اس وقت علاقہ کو غرق آب کے منظر سے دیکھتے ہیں۔اسی طرح اے معشوق دل کے ٹوٹنے سے ہجر سے یہ دل جوالا پہاڑ بن گیا۔اور یہ کبھی پھٹ جائے گا اور اس سے بہت سے لوگ متاثر ہوسکتے ہیں جس سے کہ آپ کا اور میرا راز فاش ہوسکتا ہے۔فاش ہوکر تیرے محبت کی بدنامی بھی ہوسکتی ہے اس بدنامی کو بچانے کے لئے اے معشوق دل کو جوالا پہاڑ بنا۔معشوق میں درخواست کرتا ہوں کہ شب غم میں جو آپ مجھے صدمہ دلاتی ہو اس سے جدا کیا جائے۔

۲۔طرز جمہور میں عوامی نمائندے لوگوں کے مطالباتوں کو سن کر امن وامان سے حل کرانا چاہتے ہیں اور امن کی فضا ہر ایک رہنما دیکھنا چاہتا ہے۔

نالۂ دل میں، شب، اندازِ اثر نایاب تھا
تھا سپندِ بزم وصل غیر گو بے تاب تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں معشوق کے ساتھ رہا ہی نہیں پھر بھی میں اپنے دل سے اور اپنے چشموں سے انہیں احترام کی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔مجھے پورا یقین ہے کہ معشوق بھی مجھے احترام کی نگاہوں سے دیکھتا ہوگا لیکن مجھے شبِ غم مطلب جدائی کا انداز دیکھنا پڑا اور دیکھتا بھی ہوں۔ان حالات پر میرا دل بہت ہی غمگین اور معشوق کے وصل کے لئے متاثر رہا لیکن رات کے وقت مجھے ان کے اثرات سے دل

میں غم محسوس ہو کر اُن کا اثر زیادہ ابھرنے لگتا ہے اور میں معشوق سے کہتا ہوں کہ اے معشوق کیا میرے وصل کے بزم میں آپ غیر حاضر رہوگی۔ آپ کی حاضری وصل کے دائرے میں بہت ہی اشد ضروری ہے۔ میری ان باتوں سے دل میں غمزدگی چھائی رہتی ہے اور زیادہ تر یہ اثر مجھے اس وقت ہوتا ہے جب میں اکیلے پن میں رات گذارتا ہوں اور آپ کی محبت کو نایاب کرتا ہوں لیکن وہ نایابی دن میں ہوسکتی ہے شب کے وقت وصل کے اثرات مجھے محسوس ہونے لگتے ہیں جن سے مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ مجھے بے تاب کر رہی ہو اور ہجر میں زندگی بسر کرانا چاہتی ہو۔

۲۔ طرز جمہور میں ایک عوامی رہنما جمہوریت کی داد دے کر ہمیشہ سوچنے لگتا ہے کہ میں کب عوامی کرسی کے دائرے اختیار میں آجاؤں۔ اور کسی نہ کسی طریقے سے عوامی حلقوں کو پانے کے لئے کوئی نہ کوئی حربے اختیار کر کے لوگوں میں مشہور ہو جاؤں۔

میں نے روکا رات غالب کو، وگر نہ دیکھتے
اُس کے سیل گریہ میں گردوں، کف سیلاب تھا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں رات کے وقت معشوق سے بالکل ہی جدا رہا میں نے اس جدائی سے روکنے کے لئے چاہا کہ میں رات نہ دیکھوں لیکن رات تو دیکھنی ہی پڑتی ہے اس سلسلے میں میں نے آنسو نہیں بہائے اور نہ میں آنسو بہانے والا ہوں۔ ایسے واقعات ضرور رونما ہوتے ہیں۔ اگر چہ میں نے اپنا دل زبان اور آنکھ معشوق کو پیش کی ہے لیکن اس کی طرف سے مجھے کوئی بھی چیز حاصل نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ میں پورا جانتا ہوں کہ دل اس کا اور میرا ایک ہی ہے جب ان دونوں کا میل ہوگا تو اس وقت آپس کی جدائی کا مسئلہ ضرور ابھرے گا۔ مطلب اس وقت معشوق زیر بحث میں لاؤں گا کہ جدا رہنے سے کتنا نقصان ہوتا ہے اور کتنا سیلاب آتا ہے۔ مطلب آپس کی جدائی سے سیلاب کا بحران ضرور آتا ہے۔ کئی پریشانیوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے ان

خیالات سے اے معشوق میں جدائی کی رات میں کوئی بھی غم محسوس کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ میں جدائی کی رات کو اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ملاقات ضرور ہوگی اور قوتِ برداشت کرنا لازم ہے۔ غالب فرماتے ہیں میں رات کو روتا ہوں اور رو رو کے آنسو کو زیادہ بہانا نہیں چاہتا ہوں تا کہ میری نظرِ دیگر پر نہ پڑھے اگر چہ میں دن کو ملوں مجھے گردن جھکانی ہے جس سے کہ احترام میں سیلاب کے منظر دیکھنے میں آئیں گے۔

۲۔ طرز جمہور میں انسان کو کئی رکاوٹوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے لیکن ان رکاوٹوں کی راہیں کسی رہنما کے مشورے سے دور بھی ہو سکتی ہیں لیکن طرز جمہور میں خود بھی ہم اپنے سوچ سے رکاوٹوں کی راہوں کو دور کر سکتے ہیں ہمیں پورے طریقے سے پورے خیال سے یہ سوچنا چاہئے کہ طرز جمہور میں رکاوٹوں کا سامنا کرنا اور ان کو داد دینا ضروری ہے۔

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بزی بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جدائی میرے لئے بہت ہی خراب ہے لیکن میں اس خرابی کو پردے میں رکھ کر کسی کو بتانا نہیں چاہتا ہوں اگر میں بتاؤں تو اس سے معشوق اور محبوب کی بدنامی ہو سکتی ہے۔ اس بدنامی کو بچانے سے پہلے راز کو فاش کرنے سے پہلے میں یہ سوچتا ہوں کہ اس سے بہتر ہے کہ یہ کہنا کہ مرنا ہی اچھا ہے۔ لیکن اے معشوق میں یہ آپ سے کہہ رہا ہوں کہ جب موت آئے گی تو آپ کیسے وصل پا سکتی ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ ایک نہ ایک بار ملاقات ہو جائے اور ایسے الفاظ کہنے سے گریز کریں کہ کیوں ہم آپس میں مرنا قبول کریں۔ مرنے سے پہلے ہمیں شبِ غم کا حال دور کر کے وصل میں ملاقات ضرور کرنی ہے۔ اسی لئے اے معشوق میں آپ سے

درخواست کرتا ہوں کہ غم مٹانے کیلئے ایک نہ ایک بار میرے ساتھ ملاقات ہوجائے۔

۲۔ طرز جمہور میں اظہارِ افسوس کرنے کیلئے احتجاجی جلوس وجلسہ منعقد کئے جاتے ہیں اور لوگ اپنے مراد پانے کیلئے رہنماؤں کے ساتھ جدوجہد کرتے ہیں۔ کسی نہ کسی طریقے سے اپنی مانگیں پوری کراتے ہیں ہمیں طرز جمہور میں ان باتوں کی داد دینی چاہئے۔ یہ نہیں سوچنا کہ کم ہمت ہوجائیں گے۔ کبھی نہ کبھی طرز جمہور میں اپنی مانگیں پوری ہوتی ہیں۔

گر نہ اندوہ شب فرقت بیاں ہوجائے گا

بے تکلف داغ مہہ مہر دہاں ہوجائے گا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب ہم شب کی جدائی کے بارے میں کوئی بیان بتائیں گے بیان بتانے سے پہلے اور بیان سننے سے پہلے سننے والوں کو فراغ دل ہونا چاہئے۔ مطلب ان کی آہ وزاری سننے کے لئے اور بیان بتانے کے لئے فرصت ہونی چاہئے تا کہ انہیں ہمارے غم سننے پر کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ گو ہمیں آپس میں کوئی نہ کوئی شکوہ ہے ان شکوؤں کو بتانے کے لئے سننے والوں کو فرصت ہونی چاہئے۔ اے معشوق ان حالات کو الگ رکھو محبت ان واقعات پر بیان نہ کی جائے کیوں ہم کسی کو اپنا راز کہیں اور وہ ہماری تکلیفوں میں شامل ہوجائیں اگرچہ ہمیں آپس میں کچھ تناؤ ہے جس تناؤ سے ہمیں آپسی داغ رونما ہوئے ہیں لیکن ان داغوں کو ہمیں مٹانا چاہئے۔ وہ آپسی سمجھوتے سے ہی مٹا سکتے ہیں ہمیں اپنی زندگی چاند اور سورج کی طرح بنانی چاہئے۔ اے معشوق آپ کو خدا سے یہ مانگنا چاہئے کہ محبت بے داغ ثابت ہوجائے۔ جیسے کہ چاند اور سورج کا رُخ عوام دکھاتی ہے اسی طرح سے ہمارے دل کو عوام کے سامنے بے داغ ہونا چاہئے۔

۲۔ طرز جمہور میں ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ بدیانتی سے الگ رہے اور بددیانتی کا ورقہ

تاریخ میں نہ پیش کیا جائے۔اس سے بچنے کے لئے ہر ایک شہری یہ چاہتا ہے کہ وہ عوام کی نظر میں بے داغ ثابت ہو اور لوگوں کے سامنے دیانتداری ایسی دکھاوا کرے کہ لوگ خود بخود کہیں کہ صورت حال چاند اور سورج کی طرح دیکھنے میں آتی ہے۔

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا

رشتۂ ہر شمع، خار کسوتِ فانوس تھا

شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب ہم کسی وقت محفل شب میں بیٹھتے ہیں وہاں پر آپ کی بات کئی چھیڑتے ہیں میں یہ بات سن کر جدا ہونا چاہتا ہوں کیونکہ محفل میں کئی ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جو کہ راز چھیننا چاہتے ہیں اور اگر چہ معشوق آپ کو دلی رشتہ ہے اور اس رشتہ کو قائم ودائم کیلئے شمع کی طرح جلانا چاہتی ہے یا شمع کی طرح اس کی روشنی ہر ایک کے سامنے دیکھنا چاہتی ہے کیوں ایسی صورت حال محفلوں میں زیر بحث آتی ہے۔اس بحث سے بچنے کیلئے بہتر ہے کہ محبت کو شمع کی طرح لوگوں کے سامنے رکھیں تا کہ وہ جلتے ہوئے شمع کو دیکھ کر اندھیروں کو دور کریں یہی میری توقع ہے۔

۲۔طرز جمہور میں کئی ایسے بھی شخص رونما ہوتے ہیں جو خوشیوؤں کی لہر کو برداشت نہیں کرتے ہیں لیکن وہ لہر اکثریتی تعاون سے قائم ثابت نہیں ہوتی ہے۔مطلب اکثریتی رائے سے ہی طرز جمہور میں لوگ داد پوری دیتے ہیں اور اپنی داد کو جیت کی صورت میں کامیاب کرانا چاہتے ہیں۔

تم ماہ شب چار دہم تھے مرے گھر کے

پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق میرے گھر میں اگر حاضر نہیں تھے لیکن آپ دوسروں کو بتاتی ہے کہ رات کے وقت ہم ایک ہی ساتھ گھر میں بیٹھے تھے کن حالات میں ایسی بات کہنے پر تلی ہوئی ہو۔اگر چہ شب کے وقت یا جدائی کے وقت ہم آپس

میں گھر میں نہیں تھے اور نہ گھر میں حاضر ہوئے پھر کیوں یہ کہہ رہی ہو کہ وہ میرے گھر میں ایک دن بیٹھے تھے۔ اس بات کو میں تسلیم نہیں کرتا ہوں۔ دراصل معشوق میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کس دن میرے گھر میں آؤ گی اور ہم اکٹھے آپ کے ساتھ ملاقات کریں گے۔ میں یہ خیالات میں ہی سوچتا ہوں اور عملی جامہ نہیں پہنا۔ اب عملی جامہ پہننے کیلئے یہ کہہ رہا ہوں کہ کس دن معشوق میرے گھر میں حاضر ہو جائے اور کچھ نہ کچھ باتیں ضرور کریں گے۔ یہ میری سوچ ہے پھر بھی میں سوچتا ہوں کہ جدائی کا سلسلہ ختم ہونے کے لئے گھر میں ہی ملاقات ہو جائے۔

۲۔ طرز جمہور میں ہر ایک رہنما کئی ایسی باتوں پر خیالات اُبھارتے ہیں جن سے کی وہ خیالی پلاؤ میں اپنے دماغ کو منتشر رکھتا ہے۔ لیکن منتشر رکھنے کے وقت وہ ہر ایک خیالی پلاؤ میں باتوں کو رکھ کر داد دینا چاہتا ہے۔

شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں
دُکھتے ہیں آج اُس بُتِ نازک بدن کے پانو

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں جب اپنی زندگی کے بارے میں سوچتا ہوں۔ سوچ کر یہ کہتا ہوں کہ زندگی میں بہت سے اتار چڑھاؤ دیکھے دیکھ کر مجھے سکون ہی محسوس نہیں ہوا۔ جب ان اتار چڑھاؤ پر سوچتا ہوں سوچ کر یہ محسوس کرتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی ذکر شب میں آیا ہی ہوگا اور ان خیالات کو داد دے کر یہ کہہ رہا ہوں کہ کسی نہ کسی دن شب کے وقت خواب میں کوئی بھی خیال نہیں آیا جب میں شب کو الگ رہتا ہوں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ معشوق کبھی بھی خواب میں نہیں آیا اور یہ امید کر رہا ہوں کہ وہ کسی نہ کسی طریقے سے خواب میں آئے۔ اگرچہ ہماری آپسی جدائی یا سمجھوتہ نہیں ہوا لیکن اگر خواب میں وہ آئے میں انہیں اپنے نازک بدن کو دکھا کر یہ دکھاؤں کہ مجھے کتنی محبت آپ سے ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے آپسی سمجھوتہ نہیں ہوا، آپسی سمجھوتہ ہونے کی

وجہ سے میں اب یہ چاہتا ہوں کہ خواب میں دیکھوں۔ اسی لئے ایسے خیالات پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ شب کے خواب میں ہی معشوق کو دیکھوں اور اپنے خیالات عمل میں لاؤں۔

۲۔ طرز جمہور میں رہنما ہو، شہری ہو ہر ایک یہ سوچتا ہے کہ وہ اپنے مقصد کو کسی نہ کسی طریقے سے پورا کرے۔ اگر پورا نہیں ہوسکتا ہے تو وہ مقصد داد دے کر یہ کہہ رہا ہے کہ کیوں نہ خواب میں ہی مقصد پورے کروں۔ مطلب طرز جمہور میں عوامی لہر سے ہی اور اکثریتی خیالات سے ہی ہر ایک مقصد عمل میں پا سکتے۔

کس طرح کاٹے کوئی شب ہائے تار برشکال،
ہے نظر خوکردہ اختر شاری ہائے ہائے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں کس طرح اپنے غم کو ختم کروں۔ غم کو کبھی بھی منسوخ نہیں کر سکتے۔ جب ایک غم ختم ہوتا ہے تو دوسرا غم نظر آتا ہے۔ جب کوئی خوشی محسوس ہوتی ہے مطلب غم خوشی دونوں انسان کو وقتاً فوقتاً برداشت کرنے پڑتے ہیں انسان منٹ میں غم دیکھتا ہے اور منٹ میں خوشی بھی محسوس کرتا ہے ہر ایک چیز منٹوں اور سکنڈوں میں تبدیل ہوتی ہے جس سے انسان یکسانیت کے حالات نہیں دیکھتا اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں معشوق سے الگ ہوا ہوں میں کن شماروں میں معشوق کے ساتھ وصل کروں۔ جب مجھے معشوق اپنے آنکھوں کے سامنے اور دل کے سامنے پناہ ہی نہیں دیتا اگر چہ میں معشوق کو پناہ دیتا ہوں لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کیا وہ میرے دل کو اپنے دل کے ساتھ پناہ دیتی ہے۔ معشوق میری آنکھوں کو چاہتی ہے وہ دیکھ کر ہی معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے میں بڑے رتبے میں شمار کرتا ہوں کہ میرا تحقیق پوری صحیح ہے یا غلط ہے وہ معشوق کے خیالات سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ ان کے ردعمل سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مجھے چاہتے ہیں یا نہیں۔ اسی لئے شاعر فرماتے ہیں

کہ ایسی صورت حال نہ دیکھ کر میں واویلا کرتا ہوں۔ہائے ہائے کہہ کر یہ کہہ رہا ہوں کہ کیا معشوق میرے دل کو چاہتی ہے مجھے یہ صورتِ حال دیکھ کر ہائے ہائے کے نغمے گانے پڑتے ہیں۔

۲۔طرز جمہور میں کسی وقت احتجاج بھی کیا کرتے ہیں لیکن احتجاج امن کے ماحول سے با عمل ہوسکتا ہے۔توڑ پھوڑ کے حالات طرز جمہور میں برداشت نہیں کئے جاتے ہیں۔احتجاج کے دوران ہائے ہائے کے الفاظ لوگوں کی زبان سے گرجتے ہیں۔یہ ہائے ہائے الفاظ اختتام پذیر تب پہنچتے ہیں جب مطالبات تسلیم کیے جاتے ہیں مطلب لوگوں کی مانگوں کو مان لیا جاتا ہے۔اور اس احتجاج پر بہت سارے رہنما اور عوام داد دیتے ہیں۔جس سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عوامی داد ہے۔

بیکسی ہائے شب ہجر کی وحشت، ہے ہے!

سایہ، خرشیدِ قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب بیکسی کی حالت دیکھتے ہیں تو ہم بیکسی کی حالت کو ختم کرنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ حالت ہمیں شب ہجر کی وحشت سے حاصل ہوئی ہے۔شب ہجر کی وحشت سے ہم افسوس کرتے ہیں کیونکہ اسی طرح معشوق کے طور طریقے سے ہمیں بیکسی کی حالت دیکھنی پڑتی ہے۔اس بیکسی کو دیکھ کر ہم ناراض رہتے ہیں اور ناراض رہ کر ہائے ہائے کے الفاظ کہتے ہیں اور غیروں کو بھی سناتے ہیں کیوں کہ جب معشوق ہمیں تنہا چھوڑتی ہے تنہائی میں ضرور وحشت محسوس ہوگی۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب کوئی اکیلا کسی جگہ بیٹھے گا وہاں وہ سکون نہیں پا سکتا ہے بلکہ وہ ڈر کے مارے وحشت پائے گا۔وحشت اس بات کی کہ معشوق اگر ہمارے ساتھ لہلہاتے باغ میں کسی جگہ ہمارے ساتھ ملاقات کرتی ہے اور آپسی لگاؤ بھی رکھتی ہے تو ہمیں وحشت سے کیا غرض۔ہمیں وحشت کو ہائے ہائے کے الفاظ سے کیوں جوڑنا تھا۔وحشت دراصل

معشوق ہے۔جس وحشت سے ہمیں بہت ہی گھبراہٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق ہم آفتاب کی قیامت کو برداشت کریں گے لیکن تنہائی آپ کی برداشت نہیں ہوسکتی۔ہمیں آفتاب کا سایہ برداشت ہوسکتا ہے۔اگر چہ آفتاب کے سایے میں گرمی محسوس ہوتی ہے لیکن اس گرمی کو ہم تنہائی نہیں کہیں گے جیسے کہ آپ کی تنہائی سے ہمیں وحشت محسوس ہوتی ہے۔اور اس وحشت کو ہم آفتاب کی گرمی سے زیادہ خطرناک تصور کرتے ہیں۔

۲۔طرز جمہور میں ہم ہائے ہائے کے الفاظ کہتے ہیں اور ہے ہے کہ الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں ہم دونوں الفاظ کو عوام کی رائے کے لئے پیش کرتے ہیں۔

بہ طوفاں گاہ جوش اضطراب شام تنہائی
شعاع آفتاب صبح محشر تارِ بستر ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی وقت طوفان آتا ہے تو لوگوں میں آپسی یکجہتی محسوس ہوتی ہے۔وہ اس بات پر طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے اکٹھے ہوکر کوئی نہ کوئی چارہ نکال کر طوفان کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں اور مقابلہ کر کے یہ دکھاتے ہیں کہ ہم طوفان کے ساتھ جدوجہد کر کے زندگی کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ہمیں کسی بھی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق اگر آپ تنہائی میں رہنا چاہتے ہو کسی نہ کسی وقت آپ کو طوفان کا سامنا کرنا پڑے گا اس وقت آپ کو کسی کے ساتھ مشورہ کرنا پڑے گا۔اے معشوق الگ زندگی گزارنے سے کوئی بھی علاج فراہم نہیں ہوسکتا ہے۔میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے دل کو میرے ساتھ پیش کرو۔تا کہ میں کسی وقت مصیبت کے دوران آپ کا ساتھ دے سکوں۔اگر چہ ہم صبح کے وقت آفتاب کو دیکھتے ہیں آفتاب کو دیکھ کر ہم سب رات کو بھول جاتے ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ غم جو بھی ہم نے رات کو

محسوس کیا آفتاب کو دیکھ کر ہم اپنی زندگی آفتاب کے حوالے کر کے دن کا کاروبار عمل میں لائیں جو ہوا وہ رات کو ہی ہوا۔ ہمیں رات کو نہیں دہرانا چاہئے۔ اسی لئے اے معشوق ہمیں ان تکلیفوں کو نہیں دہرانا چاہئے جن سے آپسی تناؤ اور ٹکراؤ پیدا ہو سکے۔ ایسی صورت حال کو ہمیں دہرانا نہیں چاہئے۔ ہمیں محبت اور آپسی صلاح و سمجھوتہ ہمیشہ کے لئے دہرانا چاہئے جس سے کہ طوفان کا مقابلہ کر سکیں گے۔

۲۔ طرز جمہور میں کئی مصیبتوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے لیکن عوامی یکجہتی سے بھی مصیبتوں کا سامنا کر سکتے ہیں مثلاً اگر کسی محلے میں کئی گھر آفت سے متاثر ہوئے ان کو ہمیں امداد دے کر پھر ان کے لئے بحالی کے قدم اٹھانے چاہئے۔ جس سے یہ محسوس ہو جائے کہ مصیبت کے دوران عوامی مدد قائم و دائم ہے۔

''دید و دیدار ہے'' غالبؔ
دورِ جمہور قوت برداشت

غالب نے بہت سی غزلوں میں ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن الفاظ کو اس نے غزلوں کے مختلف شعروں میں دہرائے ہیں لیکن ہمیں ان شعروں کا مفہوم جمہوریت کے ساتھ وابستگی کر کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طرز جمہور میں ہر ایک انسان کو قوت برداشت کا مادہ دل و دماغ میں رکھنا چاہئے۔

دل گزرگاہِ خیال مے و ساغر ہی سہی
گر نفس جادۂ سر منزلِ تقوی نہ ہوا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں سوچتا ہوں سوچ کر اپنی زندگی کے احوال پر زیادہ داد دیتا ہوں کہ مجھ میں کتنا قوت برداشت ہے۔ میرا دل قوت برداشت سے ساغر بن گیا جو کہ مجھے یقین ہی نہیں تھا کہ یہ قوت برداشت معشوق کے صدموں سے بن گیا۔ میں نے کبھی معشوق کی جدائی سے یا ان کے رویے سے ہار نہیں قبول کی بلکہ میں جیت گیا۔ مجھ میں اتنی قوت پیدا ہوئی کہ قوت نفس کو قابو کرنے سے نہیں پیدا ہوتی۔

میں نے معشوق کے ناز ونخرے برداشت کئے اور حد سے زیادہ مجھے یقین نہیں رہا کہ میں اس کے دل میں قوت رکھ سکتا ہوں لیکن قوت معشوق کے صدمے سے ہی پیدا ہوئی۔ میں کبھی یہ نہیں کہتا ہوں کہ معشوق کی محبت سے مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ مجھے حاصل یہ ہوا کہ میں نے قوت برداشت کا نفس زیادہ پیدا کیا۔ جس سے میں ایک بہت ہی اچھا محبوب یا معشوق کے طور طریقے سے ابھر کر آیا۔

طرز جمہور میں کبھی ہار اور کبھی جیت۔ مطلب مختلف دور میں مختلف اثرات انسان دیکھتا ہے۔ دیکھ کر یا سن کر قوتِ برداشت ہر ایک شہری میں ہونی چاہئے جس سے کہ کوئی خلل پیدا نہ ہو۔ قوتِ برداشت سے ہی طرز جمہور میں عوامی سکون رہ سکتا ہے۔

ذرہ ذرہ ساغر مے خانۂ نیرنگ ہے
گردش مجنوں بہ چشمک ہائے لیلیٰ آشنا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میرے ذرّے میں معشوق کے رونے سے ساغر بن گیا۔ یہ ساغر دیکھ کر کئی افراد کہہ رہے ہیں کہ ایک سیر سپاٹا دیکھنے میں آتا ہے۔ اس سیر سپاٹے کو عیش وعشرت کا مقام بنایا جائے۔ جب عیش وعشرت کا مقام بن جائے گا تو مے کہ گھونٹ سے بہت ہی لطف آنے لگے گا۔ مطلب جب معشوق کے رویے سے اور معشوق کے صدمے سے محبوب کا دل ساغر بن گیا اس سے کئی افراد نے یہ کہا کہ یہ ایک سیر سپاٹے کی جگہ بن گئی اور اس جگہ شراب کے گھونٹ سے آغاز کیا جائے۔ اے معشوق اگر چہ آپ نے یہ رویہ نہ اختیار کیا ہوتا تو مجنوں کی گردش سے اس سے لیلیٰ نہیں کہا کرتے اور یہ ایک طنز لوگوں سے بنی جنہوں نے ہمارے میں آپسی تناؤ رکھا۔ اور ساغر کی صورت حال میں دیکھ کر اسے سیر سپاٹا کہہ کر عیش وعشرت کرنے لگے۔ اے معشوق یہ سب آپ کے ہی طور طریقے سے بنا۔

۲۔ طرز جمہور میں کئی ایسے بھی واقعات پیدا ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگوں کو قوتِ

برداشت کرنی پڑتی ہے اور قوت برداشت کرتے ہوئے عوامی رائے دے کر لوگ قوتِ برداشت کا جواب دیتے ہیں۔

سرمہ مفتِ نظر ہوں، مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احساں میرا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ ہم دن میں اپنی نگاہوں سے بہتوں کی تصویر دیکھتے ہیں۔ دیکھنے کی کوئی قیمت ادا نہیں کرنی پڑتی ہے۔اے معشوق آپ مجھے دیکھتی ہو مگر یہ دیکھنا مفت نہیں ہوتا۔ کیونکہ میرے دل نے آپ کے دل کو خریدا ہے مجھے اگر چہ قیمت نہیں دینی پڑتی ہے لیکن میرے دل کو قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور میری نظروں کو بھی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ مفت نہ پانے کی وجہ سے اور آپ کے جدائی کے رویے سے میرے چشمے آنسوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور میں یہ سمجھ کر آپ کو آپ کی قیمت آنسو سے دیتا ہوں۔اب اے معشوق تمہیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ محبوب مفت نہیں بلکہ اپنی آنکھوں کے آنسو سے خریدار بنا ہے۔آنسو کیوں جب کہ میں نے دل اور آنکھ پیش کیے ہیں۔اس پیشگی پر مجھے آنسو بہانے ہیں۔اور ان آنسوؤں سے ایک چشمہ بھی نمودار ہوتا ہے اور لوگ مفت کی نگاہوں سے نہیں دیکھتے ہیں بلکہ وہ ایک مصیبت کی نگاہوں اور جدائی کی نگاہوں سے دیکھ کر اسے چشمہ کہتے ہیں۔ چشمہ اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ چشمہ کیسے بنا اور اس کی دلیل سن کر وہ اس چشمے کو تاریخ میں تبدیل کر کے تاریخ دانوں کو پیش کر کے تاریخ کے مصرعے میں قلم سے لکھتے ہیں۔

طرز جمہور میں ہر ایک احتجاج پر واقعات رونما ہوتے ہیں۔ان واقعات کو قوت کا درجہ دیتے ہیں۔لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ کتنے سالوں سے قوتِ برداشت کسی مانگ کے لئے کی اور ان تاریخی الفاظ کو قوت برداشت کر کے مانگ کو پوری کی جاتی ہے۔ مطلب طرز جمہور میں قوتِ برداشت سے بھی رہنماؤں کو احساس اُبھرتا ہے۔

چشم ماروشن کہ اُس بے درد کا دل ہے
دیدۂ پرخوں ہمارا، ساغرِ سرشارِ دوست

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق تیرے چشموں سے مجھے دل کے درد میں روشنی محسوس ہونی لگتی ہے۔آپ کے رویے سے اگر چہ میرے دل میں درد محسوس ہوتا ہے لیکن جب میں تیرے چشموں کو پاتا ہوں تو میرے دل میں روشنی آنے لگتی ہے اور اس روشنی سے میرے دل کا درد ختم ہوتا ہے ختم ہونے کے بعد مجھے درد محسوس ہونے لگتی ہے لیکن اے معشوق آنکھوں سے تو میں دیدار کرتا ہوں میرے خون میں لرزش پیدا ہوتی ہے تب جب آپ کے چشمے دیکھنے میں آتے ہیں۔اسی لئے اے معشوق تو میرے درد کے وقت ایک سرشار دوست بنا ہے۔مطلب مجھے درد کا علاج آپ کے دیدار سے ہی ہوتا ہے۔اسی لئے اے معشوق میں آپ کو حکیم کا رتبہ بھی دیتا ہوں لیکن آپ کی جدائی سے اگر ساغر نمودار ہوا اس ساغر کو دیکھ کر سرشار رہتا ہوں اور سرشار رہ کر میرے دل میں خوشی محسوس ہوتی ہے۔

۲۔طرز جمہور میں ہم ہر ایک دور میں کسی نہ کسی طریقے سے اگر عوام میں غم وغصہ بھی ہوتا ہے تو اس غم وغصہ کو ساغر میں منتقل کرتے ہیں۔ساغر میں منتقلی کے بعد عوامی لہر ابھر کر احتجاج کی دوست بن کر اسے فرد کا درد نہیں تصور کیا جاتا ہے بلکہ ہجوم کا درد تصور کیا جاتا ہے۔

حلقے ہیں چشم ہائے کہ بہ سوئے دل
ہر تارِ زلف کونگہ سرمہ ساکہوں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق اگر چہ آپ کے دل میں کشیدگی ہے اپنا دل میرے دل کے ساتھ پیش کرنے میں دشواریاں پیدا ہوتی ہیں۔ان دشواریوں سے آپ بھی میرے دل کو چشمہ کہتی ہو اور میں بھی آپ کے دل کو چشمہ کہتا ہوں دونوں

چشموں کو الگ الگ دیکھ کر ہم واویلا کرتے ہیں۔ واویلا کے افسوس بتا کر ہم یہ کہتے ہیں کہ آپسی جدائی میں ان دلوں میں کیا ہوا جب اس کا حوالہ اس بات سے کرتے ہیں، گھنگھریالے بال دیکھ کر یہ کہہ رہے کہ عمر بھر ان میں برابر کے شکل نہیں رہی۔ مطلب گھنگھریالے بال میں تبدیلی دیکھنے میں آتی ہے۔ یہی تبدیلی ان دونوں دلوں کے چشموں میں پیدا ہوتی ہے۔ مطلب بہار اور خزاں بھی برقرار نہیں رہنے والا ہے۔ اسی لئے اے معشوق ہمیں قوت برداشت ہونا چاہئے۔ سکون سے ہی سب کچھ فراہم ہوسکتا ہے۔

طرز جمہور میں ہائے بھی کیا کرتے ہیں اور ہائے کو مسترد بھی کرتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً بہتوں کے احوال سنتے ہیں اور سن کر یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہر ایک شہری میں قوتِ برداشت پائی جاتی ہے۔

مت مَردُمک دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں
ہیں جمع سویدائے دلِ چشم میں آہیں

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق میں ایسا مرد ہوں کہ میں اپنی سوچ سمجھ سے اپنی مردانہ قوت برداشت کرتا ہوں۔ مجھے یہ نہیں سمجھنا کہ میں اپنی مردانہ قوت کو دیدوں سے دیکھ کر ہی ضائع کرتا ہوں میں سوچتا ہوں کہ مجھے قوتِ برداشت ہونی چاہئے۔ نہیں سمجھنا کہ میں ایسا مرد ہوں کہ میں آپ کی جدائی پر آنسو بہاؤں میں آنسو بہانے والا نہیں ہوں۔ مجھ میں قوتِ مردانہ ایسی ہے کہ میں دیکھ کر آنسو نہیں بہاؤں گا میں مذکر مؤنث، واحد جمع سمجھ کر دل کا سودا خریدتا اور بیچتا ہوں۔ میں دل کی جدائی پر آنسو کیوں بہاؤں اور دل کو ایک چشمہ بناؤں۔ میں قوتِ برداشت اور مردانہ قوت رکھ کر یہ کہہ رہا ہوں کہ اے معشوق مجھ میں آپ کے لئے بہت ہی برداشت ہے اور آپ کی آہیں دیکھ کر میں یہ نہیں کہوں گا کہ میرے دل میں آنسو آرہے ہیں۔ میں دل میں

چشمہ نہیں بناؤں گا صرف میں ان غموں کو واحد کے طریقے سے نہیں بلکہ جمع کر کے اپنے پاس رکھوں گا۔ مطلب جمع کر کے رقومات میں تبدیل کر کے اس سے اپنے دل میں قوتِ مرد کے لہجے سے اپنے پاس رکھوں گا۔

۲۔ طرز جمہور میں ہر ایک کے اپنے اپنے حقائق ہوتے ہیں اپنے حق سے محروم ہونے پر بہت سے ایسے انجمنیں ہیں جن سے حق ادا ہوتے ہیں۔ مطلب کسی کو حق سے الگ نہیں رکھ سکتے۔ اگر کسی کو کوئی اپنے حق سے محروم رکھتا ہے تو وہ حق ادا کرنے تک قوتِ برداشت میں رہ کر انجمن کے ذریعے اس حق کو پایۂ تکمیل تک حاصل کرتا ہے۔

کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل؟
انسان ہوں، پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میرا دل بزدل نہیں ہے، میں ڈرنے والا نہیں ہوں میں دلیر ہوں۔ میں کیوں گردش مدام سے گھبراؤں میں ایک انسان ہوں مجھ میں انسانیت ہے میں ایسا انسان نہیں ہوں کہ میں ایک ساقی کی طرح پیالہ باٹوں اور خوش آمدید کروں۔ مجھ میں ایسا ساگر نہیں ہے کہ جس سے کوئی تناؤ پیدا ہو سکے۔ مجھ میں کوئی غلطی بھی ہے لیکن میں جب محسوس کرتا ہوں کہ تو اے معشوق غلطی کو تسلیم کرنے والا ہوں۔ میں ایسا انسان نہیں ہوں کہ میں کسی کو دھوکہ دے دوں اور دھوکے سے کام نبھاؤں۔

۲۔ طرز جمہور میں انسانیت کا تقاضا زیادہ اپنایا جاتا ہے اور عوامی اظہار سے ہی ہر ایک کی عزت کی جاتی ہے۔ طرز جمہور میں کبھی بھی کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں ہوتی ہے ہر ایک کا غم وغصہ سن کر محسوس بھی کرتے ہیں اور اظہار غم کو خوشی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نہیں ہے زخم کوئی بخیے کے درخُور، مرے تن میں
ہوا ہے تارِ اشک یاس، رشتہ چشم سوزن میں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق مجھ میں ایسے زخم نہیں ہیں جسکی وجہ سے کوئی نفرت کرسکتا ہے۔ اگر میرے پاس زخم ہے ان زخموں کو دیکھ کر انسان مرہم پٹی بھی کرنا چاہتا ہے۔مطلب اگر میں زخمی ہوں تو میرے زخم کا علاج کرنے کیلیئے سب رضا مندر ہتے ہیں ایسا نہ کہ زخم دیکھ کر ہمدردی نہیں دکھاتے ہیں اے معشوق آنسو بہاتے کوئی دیکھتا ہے تو کیوں نہیں ہمدردی محسوس کرتا ہے۔مطلب آپ کے آنسو سے ہمدردی کے بجائے مذاق اڑانے والے بہت ہیں۔ دراصل انہوں نے آپ کے ساتھ کوئی رشتہ رکھا ہوا ہے تب تو وہ ہمدردی نہیں دکھاتے ہیں لیکن اے معشوق دونوں کا الگ الگ احساس سنیں گے ہمیں محسوس ہوگا کہ معشوق اور محبوب کے اصولوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔اسی لئے فرق کو دور کرنے کے لئے آپ کا تعاون میرے ساتھ ہمیشہ رہنا چاہیئے۔

۲۔طرز جمہور میں ہمدردی دکھاتے ہیں لیکن بناوٹی طور پر ہمدردی دکھنا انسانیت کے خلاف ہے۔اگر ہمدردی دکھانی ہوتو ہمدرد بن کر دکھانی چاہیئے۔تا کہ ہرایک کو یہ محسوس ہوجائے کہ ہمدردی کی قوت صحیح ہے۔ ورنہ زبانی کہنے سے اور ہاتھوں سے انکار کرنے سے ہمدردی نہیں تسلیم کی جاتی ہے۔

گوش مہجورِ پیام وچشم محرومِ جمال
اک دل تِس پر یہ نا اُمیدواری، ہائے ہائے

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ اے معشوق میں آپ کے حسن سے بہت ہی متاثر ہوں۔ جب میں آپ کا حسن غور سے دیکھتا ہوں۔مطلب اے معشوق آپ کے حسن سے متاثر ہوکر کچھ کہنا چاہتا ہوں جواب کانوں سے سننا چاہتا ہوں اے معشوق میرے دل

میں تیراانکاراوراقراردونوں موجود ہیں خدا جانتا ہے امید کی کرن مجھے نظر آتی ہے لیکن امید کی کرنیں نہیں دکھاتا ہوں اسی لئے میں ہائے ہائے کے الفاظ اپنے دل میں رکھ کر آپ کے حسن و جمال کے لئے ترستا ہوں اور صدمہ محسوس کرتا ہوں ۔ خدا نے ہر ایک بندے کو اپنے اپنے حسن و جمال سے سجایا ہے خواہ مختلف طریقوں سے حسن بخشا ہے لیکن ہم اس پر صدمہ یا شکوہ کریں گے۔ مگر آپ کے حسن پر بہت ہی دل میں صدمہ پہنچتا ہے۔

۲۔تحت جمہور میں مختلف طور طریقوں سے انسانیت کا رویہ دیکھتے ہیں اور رویوں سے ہم مطمئن اور متاثر بھی رہتے ہیں۔ مطلب کئی لوگ دھوکہ بھی دے رہے ہیں اور کئی لوگ دھوکے سے پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن عمل لوگوں میں کم پایا جاتا ہے۔ جس سے انسان بہت ہی پریشان دکھائی دیتا ہے۔

دور چشم بد تری بزم طرب سے ، واہ واہ
نغمہ ہوجاتا ہے، واں گرنالہ میرا جائے ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ میں جب معشوق کو دور سے دیکھتا ہوں تو مجھے بہت ہی غم محسوس ہوتا ہے میں انہیں دیکھ کر یہ کہہ رہا ہوں کہ ایک تو دور سے دیکھا اور دوسرا کبھی کسی بھی بزم میں حاضر نہیں ہوتی اور جب ہم بزم میں حاضر ہوتے ہیں تو ان کی غیر حاضری میں ہم سب ہائے ہائے یا واہ واہ کے نغموں سے ان کا نام لیتے ہیں۔ ہم زیادہ تر ان کی غیر حاضری میں ایسے نغمے گاتے ہیں جن سے ہائے ہائے ہی زیادہ بولتے ہیں۔ اور واہ واہ کم بولتے ہیں۔ مطلب اس دوران الگ رہنے سے بزم میں سب لوگ متاثر رہتے ہیں۔ متاثر اس بات پر کہ جب ان کے ساتھ نزدیکی رابطہ قائم ہی نہیں ہوا۔ شاعر کا مطلب ہے کہ ہر ایک چیز نزدیک لانے سے نہیں بجتی ہے۔ دور رکھنے سے اور دور دیکھنے سے چیز دیکھائی دیتی ہے نزدیکی رابطہ قائم رکھنے سے بہت سی

الجھنیں اور تناؤ پیدا ہو سکتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں جب ہم سوچتے ہیں کہ ہم جلسے عام میں شامل ہوئے اور بہت سے رہنما مختلف باتوں پر لوگوں کا رجحان بتا کر متاثر کرتے ہیں۔مختلف مشکلات، سہولیتیں بتا کر لوگ رہنماؤں کے پیغام سن کر متاثر رہتے ہیں دور سے عوام رہنماؤں کی تقریر سن کر مطمئن رہتے ہیں لیکن نزدیکی رابطہ قائم رکھنے سے بہت سے اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں۔ممکن ہے کہ نزدیکی رابطہ قائم رکھنے سے رہنما کسی کام پر منظوری نہیں دیں۔اس طریقے سے عوام کو رہنما کے ساتھ رشتہ اچھا نہیں رہتا۔

شکن زلف عنبریں کیوں ہے؟
نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے؟

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق تو نے اپنی زلف کیوں سجائی اور زلفوں کو سجا کر دوسروں کو صدمہ پہنچاتی ہو۔میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے زلف سجائی ہو تو ان کو سجا کر آپ دوسروں کو پریشان کرتی ہو۔مطلب اے معشوق جب میں آپ کے زلفوں کو سنورنا دیکھتا ہوں تو مجھے آنکھوں میں آنسو کیوں محسوس ہوتے ہیں یہ مجھے سمجھ نہیں آتا ہے۔شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق ہی اس دنیا کا فتنہ وفساد ہے۔اسی لئے اے معشوق میں تمہیں دُنیا کا مفکن سمجھتا ہوں میں تب اس لفظ مفکن کو ختم کروں گا جب آپ اپنے زلفوں کا احترام دوسروں کے لئے عطا کرو گی۔مطلب ہر ایک کے ساتھ حسن پر کوئی بھی تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے۔اگر خدا نے آپ کو حسن دیا تو اس کو قائدے قانون کے تحت دیکھنا چاہئے۔

۲۔طرز جمہور میں ہم سب کسی کی باتوں پر ناراض ہوتے ہیں۔اور اس کو ہمیشہ عوامی حلقوں میں اچھالتے ہیں ہمیں چاہئے کہ اُچھالنے سے پہلے صحیح اور غلط کی جانچ کریں کیا صحیح ہے کیا غلط ہے۔طرز جمہور میں صحیح باتوں پر ہی عوام ترجیح دیتی ہے۔

عوامی رہنما صحیح باتوں سے متاثر ہوتا ہے۔

چشم دلالِ جنسِ رسوائی

دل، خریدارِ ذوقِ خواری ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جو بھی ہم دن میں دیکھتے ہیں وہ ہم آنکھوں سے ہی دیکھتے ہیں کسی کو بدصورت اور کسی کو حسین دیکھتے ہیں مختلف علامات میں مختلف نظارے آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن اے معشوق جب میں آپ کا حسن دیکھتا ہوں تو مجھے رسوائی پیدا ہوتی ہے میں یہ سوچتا ہوں کہ آپ کا حسن کتنے بندوں نے دیکھا ہوگا۔ مطلب ان کی آنکھیں دلال کی صورت میں شمار کی گئیں۔ کیوں دلال کی صورت میں جب آنکھیں متاثر ہوئیں تو ہم دوسرے سے کہنے لگے کہ ہماری آنکھیں دیکھ کر متاثر رہیں۔ جس کو ہم کہتے ہیں وہ ہماری آنکھوں پر دلالی کا نام دلاتے ہیں۔ مطلب اس دلالی سے کتنے دل آپ کے دل کے خریدار بنے تب تو میں اے معشوق یہ کہہ رہا ہوں کہ تیرے دل کے لئے بہت سے دل ملے ہوئے ہیں اب صرف دلال کے ذریعے معلوم ہونا چاہئے کہ کونسا خریدار ہے اور اس بات کا ذوق مجھے ہے کہ میں یہ دیکھوں کہ کس کو دل کا درجہ اپنے دل کے ساتھ دے دیا ہے۔ اے معشوق میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ میرے اور آپ کے دل میں کوئی بدیانتی ہے یہ بدیانتی حسن کو دیکھنے سے ہی ابھری ہے ورنہ میں لفظ دلال نہیں استعمال کرتا۔ خیر اے معشوق میں بھی آپ کا خریدار ہوں اور مجھے شوق ہے کہ میرے دل کو آپ چاہیں تو میں پیش کروں۔

۲۔طرز جمہور میں انسان ہر ایک چیز سے متاثر ہو کر اپنی آنکھوں کو دلال کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ مطلب دور جمہور میں امیر و غریب راستے پر چلتے ہیں چلتے چلتے وہ کئی ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو کہ گھر میں نایاب ہیں۔ ان کی دستیابی کے لئے ان کی آنکھیں ترستی ہیں ترس کر دل سے کہتے ہیں کہ کاش ایسی چیز گھر میں موجود ہوتی۔

یہ دیکھ کران کے کئی دل متاثر ہوکرنایاب چیز پانے کی کوشش میں لگے۔

سبزہ گل کے دیکھنے کے لیے
چشم نرگس کو دی ہے بینائی

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ اے معشوق جب میں موسم بہار میں باغ کی سیر کرنے کے لئے جاتا ہوں تو میں وہاں بہت سے گلوں کو دیکھ کر متاثر رہتا ہوں۔سوچتا ہوں کہ رات کے وقت شبنم کے قطرے پھول سبز بن گئے۔جس طرح معشوق نے شبِ غم میں متاثر کر کے محبوب آنسو بہانے لگا یہی آنسو شبنم کے قطرے پھولوں پر پڑیں ہیں اور سبز دیکھنے میں آتے ہیں کیا اے معشوق جدائی سے پھول بھی متاثر رہے لیکن جب میں آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں اپنے خیال سے ایسی ہی تشبیہ دیتا ہوں بہت سے پھول دیکھنے میں آتے ہیں ان میں خاص رنگ کا پھول جو کہ آنکھوں کے سامنے دیکھ کر الگ محسوس ہوتا لیکن اے معشوق میں آپ کی آنکھوں کے سامنے الگ نہیں رہنا چاہتا بلکہ میں آپ کے سامنے ایسا گل بننا چاہتا ہوں کہ میں آپ کو سرسبز حالات میں ہمیشہ دیکھوں اگر چہ آپ مجھے وصل سے اقرار نہیں کرتے لیکن میں اپنا وصل شبنم کے قطروں سے آپ کو سرسبز دیکھنا چاہتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں کئی ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جن میں جدو جہد عوام کی ضرورت ہوتی ہے۔عوام کی جدو جہد سے ہی ہر ایک چیز کا امکان ہے۔عوامی لہر سے ہی کوئی رہنما اپنے کارنامے دکھا سکتا ہے۔ہمیں اس رہنما کو عوامی معشوق کا درجہ دینا چاہئے جس کو لوگ چاہتے ہیں اور وہ لوگ عوامی رہنما کے لحاظ سے ان کی آنکھوں کے سامنے محبوب کی شکل میں دیکھنے میں آتے ہیں۔

از بسکہ سکھاتا ہے غم، ضبط کے اندازے
جو داغ نظر آیا، اک چشم نمائی ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں آج سے ہی آپ کے غم سے متاثر رہا ہیں آپ کے انداز سے بہت متاثر رہ کر آپ کے کارناموں کو ایک بستہ کی صورت میں اپنے پاس رکھتا ہوں اور اس بستے کو ضبط کر کے خفیہ طور سے اپنے پاس رکھ کر کسی کو نہیں دکھانا چاہتا ہوں اگرچہ آپ کے بستے نے مجھے صدمے پہنچائے لیکن ان صدموں سے آنسو بہا کر آنسو کے چشمے نہیں دکھاؤں گا اگرچہ میں غم زدہ ہی رہوں گا لیکن میرے دل میں آپ کی غمزدگی سے داغ رونما ہوں گے ان داغوں کو میں کسی کے سامنے نہیں دیکھاؤں گا۔اے معشوق آپ کے صدمے مجھے پوشیدہ طور پر سہنے پڑتے ہیں مطلب قوتِ برداشت کر کے خود بخود ایک کونے میں روتا ہوں کسی کو نہیں بتاتا ہوں۔ جو کہ بتانے کے قابل ہی نہیں۔

۲۔طرز جمہور میں کئی طریقے کے حادثے بھی رونما ہوتے ہیں لیکن ان حادثوں کو عوامی حلقوں میں کم بیان کیا جاتا ہے حد سے زیادہ واردات دیکھ کر عوامی حلقوں میں ان کی تشویش بڑھتی ہے اور عوامی لہر سے ہی ان کی تشویش نیست و نابود کی جاتی ہے۔

گردشِ ساغر صد جلوۂ رنگیں، تجھ سے

آئینہ داری یک دیدۂ حیراں مجھ سے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق تیرے صدموں سے الگ تھلگ رہنے سے ہمارا دل آوارہ پن میں مبتلا ہوا۔ہم ہمیشہ آپ کے لئے پریشان رہے ہمیں یہ یقین رہا کہ آپ اپنے جلوے سے ہمیں سکون دلاؤ گی لیکن ہم آپ کے جلوے کے لئے ہمیشہ گردش میں رہے جس گردش سے ہمیں ساغر دیکھنا پڑا۔جب کوئی اس ساغر کو دیکھتا ہے تو وہ دیکھ کر بتاتے ہیں کیا معشوق کے جلوے کے لئے محبوب گردش میں ڈوبے اور گردش میں ڈوب کر ساغر پیدا ہوا۔یہ سب کچھ آپ کے جلوے کے لئے ہی نمودار ہوا۔اب اے معشوق ہم گذارش کرتے ہیں کہ ساغر کو دیکھ کر اپنے آئینے میں رکھے

جب بھی آپ اپنا دیدار آئینے کے سامنے کروگی تو اس وقت آپ کو یہ محسوس ہوگا کہ جلوے کے لئے محبوب میں ساغر پیدا ہوا اس سے خود بخود محسوس ہو جائے گا کہ جلوے کے لئے محبوب کو کتنے صدمہ پہنچائے جس سے ایک ساغر نمودار ہوا۔ اے معشوق ہمیشہ اپنا چہرہ آئینہ کے سامنے رکھ کر آپ کو جلوے کی یاد آ کر اس بات کا احساس ہوگا کہ جلوے کے لئے محبوب کو ساغر نمودار ہوگا۔ کیوں نہ میں اپنے محبوب کو وفاداری کا درجہ دے کر دل کو وفادار رکھوں۔

۲۔ دور جمہور میں کئی ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں جس سے رہنماؤں کے اصولوں پر متاثر رہتے ہیں۔ لیکن کبھی ان اصولوں کو الگ بھی رکھا جاتا ہے کیوں کہ اصولوں کو اپنانے کے لئے عوام کو مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے عوامی رابطے میں کچھ رکاوٹیں بھی پیدا ہوتی ہے۔

میکدہ گر چشم مست ناز سے پاوے شکست
موے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب میں آپ کے لئے جدا رہا اور آپ میرے لئے جدا رہی تو میں اس جدائی کی آنکھوں کے خمار سے بہت ہی تنگ آچکا تب تو میں نے اپنے اس بچاؤ کے لئے شراب کا استعمال کیا لیکن جب میں نے شراب کا استعمال کیا مجھے محسوس ہوا کہ یہ ایک غلط کام ہے کیوں نہ میں شراب کے نشے سے دور رہوں اور صرف میں شراب کے شیشے دیکھ کر ہی یہ محسوس کروں کہ میں نے شراب کا نشہ استعمال کیا۔ گو اگر چہ مجھے جدائی سے ساغر پیدا ہوا کیوں نہ اس ساغر کو ہی شراب کا طرز بیان کروں اور اس طرز بیان پر میں مہمان نوازی دکھاؤں اور نشہ آور چیز سے دور رہتا ہوں۔ اے معشوق تیرے صدمے سے مجھے ہمیشہ شراب کا نشہ یاد آتا ہے۔ میں اس نشے کو آپ کی جدائی پر ساغر کی تصویر بنا کر یہ دیکھنا کہ ہر ایک کے ساتھ مہمان نوازی سے

پیش آؤں اور اسی شراب کو پی کر اور مست رہ کر مہمان نوازی کروں۔

۲۔طرز جمہور میں ہم سب یہ سوچتے ہیں کہ کسی کے کام سے عوام بہت ہی متاثر رہی لیکن تا ابد رہنما نہیں رہنے والے ان کی یادداشت ان کی صلاح عوام کو یاد رہتی ہے۔ اسی لئے ان کے عوامی کارناموں کو یاد کرنے کیلئے کوئی یادگاری جگہ منسوخ کی جاتی ہے جس کو دیکھ کر عوام یہ کہہ کہ یہ وہی رہنما ہے جس کے کارنامے طرز جمہور میں اچھے ثابت ہوئے۔اور ایسے رہنمائی مہمان نوازی لوگوں کے لئے ابھی تیار ہوئی۔

کیوں نہ ہو چشم بُتاں محو تغافل، کیوں نہ ہو

یعنی اِس بیمار کو نظارے سے پرہیز ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق آپ کی محبت سے بہت ہی پریشان رہتے ہیں اور غموں سے انسان متاثر رہتا ہے اے معشوق میں نے یہ بھی پایا ہے کہ آنکھوں کے آنسوؤں سے بینائی میں فرق آتا ہے اور جدائی سے دل کی بیماری اُبھرتی ہے۔تب میں نے معشوق یہ فیصلہ کیا کہ ایسے خیالات سے مبرا رہنا چاہئے پرہیز کرنا چاہئے بیماری کے علاج سے بہتر پرہیز۔مطلب جب ہم آپ کے ان نظاروں سے دور رہیں گے تو بیماری کا امکان ہی نہیں اور آپ کے نظارے دیکھنے کا شوق ہی نہیں۔لہٰذا اے معشوق کیوں ہم آپ کے چشموں کی تعریف کریں گے ہم آپ کے دل کی تعریف کریں گے ان تعریفوں سے بیماری کا امکان ہے۔تب اے معشوق میں اپنے آپ کو پرہیزگار سمجھتا ہوں اور محبت میں متاثر نہیں رہنا چاہتا ہوں۔مطلب شاعر کا یہ ہے کہ بیماریوں سے الگ تھلگ رہنے کے لئے پرہیز ہی بہترین چیز ہے۔جب معشوق ہمیں بیماری میں مبتلا کرتی ہے تو کیوں ہم معشوق کی گردش میں آ کر بیماری میں شریک ہوں۔اس سے بہتر دور ہی رہنا۔اس سے ثابت ہوا کہ شاعر معشوق کو بیماری کا مرتبہ دیتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں کئی ایسے بھی رہنما لوگوں کے سامنے ابھرتے ہیں جن سے فتنہ وفساد اٹھنے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔تو ایسی صورت میں عوام یہ چاہتی ہے کہ ان رہنماؤں کی تقریر سننے سے پرہیز کرنا اور عوام امن میں رہ کر اپنی زندگی بسر کرنا چاہتے ہے۔اسی لئے ایسے رہنماؤں سے پرہیز کرتے ہیں جن سے فتنہ وفساد کا امکان رہتا ہے۔

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر ومینا مرے آگے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب میں آپ سے ہاتھ نہیں ملا سکتا تو صرف آپ کی آنکھوں کو دور سے دیکھتا ہوں اور آنکھوں سے دیکھ کر میرے دل میں سکون ہی نہیں آتا۔تو میں معشوق کو پوچھنا چاہتا ہوں کہ کتنا وقت آپ کی آنکھوں میں نکلے گا کہ ہمیشہ آپ کی آنکھیں ایسی ہی رہیں گی لیکن شاعر بتا رہا ہے کہ دل کو متاثر کرنے کے لئے آنکھوں کا ردعمل بھی ضرور ہاں میں ہاں ہونا چاہئے۔آنکھوں سے ہی دل کی دھڑکن ابھرتی ہے اے معشوق مانتا ہوں کہ آنکھوں میں تو دم ہے لیکن ہاتھوں سے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔میرے خیال میں شاعر نے یہ کہا ہے کہ عملاً کام کرنا ضروری ہے باتوں سے نبھانا ضروری نہیں ہے۔شاعر معشوق کو کہتے ہیں کہ ہر کام کو عملی جامہ پہنایا جائے۔اے معشوق میں مانتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں میں ہی دم ہے جن سے کہ آنکھوں میں آنسو بہا کر ساغر بنتا ہے۔ساغر اس بات پر ابھرتا ہے کیوں کہ دل کی دھڑکنیں اور کئی باتوں سے متاثر ہونے پر ہی ساغر نمودار ہوتا ہے اے معشوق اگرچہ آپ کے ہاتھوں میں طاقت نہیں ہے لیکن آنکھوں میں دم ہے کہ ساغر نمودار ہوتا ہے۔اس لئے اے معشوق اس ساغر کو نمودار نہ ہونے کے حالات بجائے اپنے ہاتھ سے ہی دل کی دھڑکن محسوس کی جائے۔تاکہ محبت کا اثر نمودار ہو جائے۔

۲۔طرز جمہور میں بہت سے رہنما عوامی حلقوں میں لوگوں کو اپنی تقریروں سے

خوش رکھتے ہیں۔ لیکن عملاً اس کا ردعمل صحیح ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ایسے رہنماؤں سے عوام دور رہنا چاہتی ہے۔ عوام طرز جمہور میں ان رہنماؤں کے کارنامے پسند کرتے ہیں جو کہ عملی طور پر ایک کام لوگوں کے لئے کرتے ہیں۔

جوہر تیغ بہ سرچشمۂ دیگر معلوم

ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہے مجھے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں اپنے چشموں سے آپ کا ردعمل تلوار کی صورت میں دیکھتا ہوں۔ مطلب میں خود آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں لیکن آپ اسکے عوض برا برتاؤ کرنے میں مصروف ہو۔ مجھے ایک معلومات پر بہت ہی صدمہ پہنچتا ہے اگرچہ آپ کے تناؤ سے میری آنکھوں میں آنسو ابھرتے ہیں میں تلوار کی صورت میں آپ کے ہمراہ نہیں چلنا چاہتا ہوں میں اگر آپ کا صدمہ دیکھتا ہوں میں آپ کیلئے جوہر ثابت ہونا چاہتا ہوں۔ مجھ میں تبادلے کا اصول نہیں ہے۔ میں آپ کی تلوار دیکھتا ہوں تو میں اپنے طور پر اس تلوار کو محبت پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ پھول اگانا چاہتے ہو پھول آپ کے اصولوں پر اگانا چاہتا ہوں میں آپ کی برائی پر سبزہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں کبھی غلط اصولوں کا تیغ نہیں استعمال کرتا ہوں۔ میں تیغ کے بجائے محبت پیش کرتا ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں عوامی رہنماؤں میں تبادلے کا اصول نہیں ہونا چاہئے۔ طرز جمہور میں رہنماؤں میں بلا لحاظ مذہب وملت انسان پرستی ہونی چاہئے جس سے طرز جمہور میں کامیابی کا ردعمل صحیح ثابت ہوسکتا ہے۔

ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا رہے گا اسکی گردن پر

وہ خوں، جو چشم تر سے عمر بھر یوں دم بدم نکلے!

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں قاتلوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔

قاتلوں سے وہ ڈرنے والا ہے جن کی گردن ہمیشہ جھکی رہتی ہے۔ میں عزت وآبرو سے چلنے پھرنے والا آدمی ہوں۔ میں نے کبھی اپنی بے عزتی کسی بھی محفل میں نہیں برداشت کی ہے۔ نہ مجھے بے عزتی کا ماحول دیکھنا پڑا۔ میں نے اپنا خون اے معشوق آپ کی وفائی کے لئے پیش کیا ہے۔ اگرچہ آپ میں وفائی نہیں ہے لیکن میں آپ کی بے وفائی کو وفائی سمجھتا ہوں آپ کی بے وفائی سے میری آنکھوں میں آنسو بہتے ہیں لیکن میں ان آنسوؤں کو دیکھ کر آفرین کرتا ہوں۔ آفرین اس بات پر کرتا ہوں کہ یہی آنسو ایک چشمے کی طرح نمودار ہو کر ہمیشہ کے لئے آپ کی وفاداری ثابت ہو جائیں گے۔ اگرچہ آپ بے وفائی کا دم نکال رہی ہو لیکن ایسا وقت ضرور نکالنا چاہئے کہ جس سے ہمیشہ آپ سوچو کہ ایسا وقت ہمیشہ رہنا چاہئے جس سے کہ دونوں کا دم عزت واحترام سے نکلے۔ ایسا نہ ہو کہ معشوق ہر دم لوگوں کے برے تاثرات ہم پر سننے میں آئیں۔ اسی لئے اے معشوق جو آپسی تناؤ میں غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں۔ ان کو قاتل کی صورت میں تصور کیا جائے اور ان قاتلوں سے میں ڈرنے والا نہیں ہوں۔ وہ قاتل ہمیشہ کے لئے موجود نہیں رہ سکتے ہیں ان کی گردن کسی نہ کسی وقت جھک کر ہی رہے گی اور ان کی گردن جھکنے سے عزت وآبرو برباد ہو سکتی ہے۔ کبھی بھی گردن جھکا کے نہیں چلنا چاہئے جھکانے والے ہی قاتل ثابت ہوتے ہیں۔

۲۔ طرز جمہور میں ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ ہم میں کون سے فرائض ہیں اور کون سے فرائض غلط ہیں اور کون سے حقائق عزت وآبرو کے ساتھ تسلیم کرنے چاہئے۔ فرائض اور حقائق دونوں کا نچوڑ دیکھنا چاہئے اور دیکھ کر ہی طرز جمہور میں کامیاب ہو سکتی ہے ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہمیں فرضی حق ہے۔ طرز جمہور میں کوئی بھی قانون فرضی نہیں سمجھا جاتا ہے طرز جمہور میں عوامی حقائق اور عوامی فرض ہی ہر ایک کے لئے نافذ العمل رہتا ہے۔

بزمِ مے، وحشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا؟
شیشے میں نبضِ پری، پنہاں ہے موجِ بادہ سے

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب ہم کسی محفل میں بیٹھتے ہیں وہاں ڈر کا ماحول محسوس کرتے ہیں ڈر اس بات پر محسوس ہوتا ہے کہ ہم کسی کو غیر حاضر پاتے ہیں اور اس کی حاضری کے لئے پریشان رہتے ہیں یا محفل میں جب بیٹھتے ہیں ہمیں کسی کو دیکھنے سے ڈر پیدا ہوتا ہے۔ مطلب کسی کے دیکھنے سے دل میں کچھ دباؤ پیدا ہوتا ہے جس سے کہ ہم محفل میں وحشت محسوس کرتے ہیں۔ جب ہم محفل میں حاضر رہتے ہیں تو ہم کسی کی آنکھیں دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں۔ ہم اپنے نبض کو دیکھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ کسی کی آنکھیں دیکھ کر ہمیں دل میں بہت سی دھڑکنیں محسوس ہوئیں جیسے کہ صبح کے وقت جب ہم چلتے ہیں تو اس وقت ہم دل کی دھڑکنیں ہوا کے جھونکوں سے محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح جب ہم محفل میں حاضر رہتے ہیں تو معشوق بھی محفل میں حاضر رہتا ہے تو ان کی آنکھوں کو دیکھ کر ہمیں محفل میں وحشت پیدا ہونے لگتی ہے۔ مطلب ان کی آنکھوں سے ہم بہت ہی متاثر رہتے ہیں۔ اس لئے اے معشوق یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ محفل میں حاضر ہوں اور آپ کی حاضری سے محفل میں وحشت پیدا ہو۔ جسے کہ محفل میں سوچ سمجھ کا ماحول تتر بتر ہوتا ہے۔ شاعر معشوق کی حاضری پر زیادہ ترجیح نہیں دے رہا ہے اور اس کے حاضر ہونے سے دلوں کو متاثر کہہ کر یہ بتا رہا ہے کہ معشوق کی حاضری ضروری نہیں ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں جب بھی کوئی عوامی جلسہ سنتے ہیں تو لوگ رہنماؤں کی تقریر سننے اور دیکھنے کیلئے اور ان کے تاثرات سننے کے بعد اپنے اپنے خیالات بتاتے ہیں۔ لیکن کسی دن کوئی خاص رہنما جلسے میں بلایا جاتا ہے۔ جس کو سننے کے لئے اور دیکھنے کے لئے عوام حاضری رہتی ہے اور عوام ترستی بھی ہے۔ اسی طرح سے معشوق کی

حاضر اور غیر حاضری پر غالب نے اچھے واقعات بیان کئے ہیں۔

ہے چشم تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں
شوق عناں گسیختہ، دریا کہیں جسے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق ہر ایک کی نگاہیں آپ کے لئے ترستی ہے مطلب ہر کوئی آپ کو وصل میں ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ جدائی میں نہیں دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی لئے جب آپ بہت عرصے کے بعد ملتی ہیں اور ملنے کے وقت یہ بات زیر بحث آتی ہے کہ جب میں نے آپ کا دیدار کیا اور دیکھ کر میں بہت ہی متاثر رہا جبکہ جدائی میں آنکھیں تر ہوئیں۔ مطلب آنسو بہائے اب میں حسرت کی نگاہوں سے ملنساری کے وقت دیکھتا ہوں اور دیکھ کر آنکھوں سے آنسو نہیں بہاتے۔ مجھے شوق تھا آپ کے ساتھ ملنساری کا لیکن جب آپ دور رہتی تو اس وقت محبوب یہ سوچتا ہے کہ معشوق کے ساتھ ملوں نہ ملنے کی وجہ سے اور ہجر کی بے تابی سے دور رہ کر دریا نمودار ہوا۔ اب جبکہ ملاقات ہی نہیں ہوئی تو اسی دریا کو دیکھ کر میں اپنی نگاہیں نچھاور کرتا ہوں۔ غرض کہ اے معشوق تیری دونوں صورتوں پر محبوب کی رائے آپ کے ہی حق میں رہتی ہے۔ وہ یہ کہ جب معشوق ملتا ہے اور جدائی پر اپنا ردعمل بیان کرتا ہے۔ دو قسم کے دیدار کرنے کے بعد حسرت بھری نگاہوں سے چشمہ تر ہوا۔

۲۔ طرز جمہور میں مخالف رہنماؤں کو سرکاری رہنماؤں سے ٹکراؤ کے لئے بہت سے حربے استعمال کرتے ہیں لیکن لوگوں کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان باتوں سے دور رہنا چاہئے اور نفس امن کے ساتھ شریک نہ ہو کر امن کا ماحول ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ امن کے ماحول سے لوگ متاثر نہیں رہتے۔

”عشق میں عشق ہے“ غالبؔ

جمہوریت اور عوامی مصروفیات

غالب نے دیوانِ غالب میں بہت سی غزلیں تحریر کیں ہیں۔ جن سے ہمارا دِل ودماغ بہت ہی متاثر رہتا ہے۔ غالب کی غزلوں کو پڑھ کر حیران ہوتے ہیں کہ انہوں نے عشق وحسن کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے ان کے شعروں سے ایسے واقعات بھی سمجھ میں آتے ہیں۔ جن کو زمانۂ حال سے جوڑ کر محسوس کرتے ہیں کہ شاعر زندہ ہے اور ہم ان شعروں کا مطلب دوسرے انداز میں بھی بیان کر سکتے ہیں۔ ہم حیران ہوتے ہیں کہ شاعر نے اپنے شعروں میں آٹھ آٹھ مطلبوں کے ساتھ جوڑ کر شاعری بیان کی ہے۔ خیر ہم محبوب اور معشوق کیساتھ ہی تشبیہ دے کر غزلوں کا حال بیان کرتے ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے جمہوری دور کیساتھ شعروں کا مطلب جوڑ سکوں۔ جن سے ہم حیران ہو جائینگے کہ شاعری محبوب اور معشوق کے درمیان ہی نہیں ہے بلکہ شاعری ایک وسیع تر خزانے کے مطلب سے ابھرتی ہے۔

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا
درد کی دوا پائی، درد بے دوا پایا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ میری طبیعت جو ہے وہ عشق سے بھرپور ہے۔ بھرپور ہونے کے ناطے عشق کا مزہ لینا چاہتا ہے اگر چہ طبیعت عشق سے بھرپور ہے لیکن ابھی تک بھی مزے سے بھرپور نہیں ہوا۔ مطلب محبوب اور معشوق کی باتوں کے طریقوں سے مجھے کوئی ٹھوس یکسانیت نہیں ہوئی۔ میں محبوب اور معشوق کے درمیان ایک ہی نہیں ہوسکا۔ میں دور ہی رہ کر عشق کا مزہ نہیں پاسکا نہ محسوس کرسکا۔ اسی لئے عشق کا مزہ نہ چکھنے کی وجہ سے مجھے درد محسوس ہونے لگا جس درد کی کوئی بھی دوا کارآمد ثابت نہیں ہوا۔ جس سے میں درد کو بھول جاؤں کسی وقت کوئی ایسی دوائی بھی حاصل ہوئی لیکن دوا نے کچھ کام ہی نہ کیا۔ مطلب درد دوائی کے بغیر محسوس ہوتا رہا اور دوائی نے بھی کوئی کام نہیں کیا۔ اے معشوق اتنی قوت آپ کے عشق میں ہے دراصل میرا دل عشق سے مالا مال ہے لیکن تیری طبیعت میری طبیعت کے ساتھ واسطہ نہ پانے کی وجہ سے مجھے عشق محسوس ہوا۔ آپ کی جدائی پر درد محسوس ہونے لگا جس درد پر کوئی دوائی کام نہیں کرتی۔ جس سے میں دور رہ کر بیمار محسوس کرتا ہوں لیکن عشق آپ کے ساتھ تا ابد جڑا ہوا ہے دوائی بھی آپ کے ہی ذریعے میسر ہوسکتی ہے۔ اسی لئے اے معشوق آپ عشق کو بھی پیدا کرسکتی ہو اور دوا بھی میسر کرسکتی ہو اتنی طاقت آپ میں ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں ہمیں لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب تک رہنما لوگوں کی تکلیفوں کی دور نہ کرسکے تب تک ان رہنماؤں کو قوم کا درد محسوس ہوتا ہے۔ مطلب وہ لوگوں کے کام انجام دینے کیلئے پریشان رہتے ہیں دراصل انہیں کام نبھانے پر عشق پیدا ہوتا ہے۔ جس عشق سے وہ یہ کام نبھانا چاہتے ہیں۔

دھمکی میں مر گیا، جو نہ بابِ نبرد تھا
عشقِ نبرد پیشہ طلبگارِ مرد تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جو بھی اس دنیا میں طاقتور سوچ رکھنے والا انسان ہوتا ہے وہ ایک مرد کی صورت میں ہر ایک دُکھ و تکلیفوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔مرد وہی ہے جس میں قوت برداشت ہو اسی لئے میں ایک مرد ہوں میں کسی بھی دھمکی سے ڈرنے والا نہیں ہوں اگرچہ مجھے دھمکیاں ملیں گی تو میں ان دھمکیوں کا مقابلہ خوشی سے نبھانے والا ہوں۔جب بھی کوئی شخص دھمکی دینے پر مجبور ہوگا تو اس سے خود بخود یہ سمجھ میں آئے گا کہ دھمکیوں سے ڈرنے والا نہیں ہے بلکہ ایک بہادر مرد کے حیثیت سے وہ میرا نام ہمیشہ پکارنے والا ہے۔معشوق جب تیرے عشق کی یاد آرہی ہے تو اُس وقت میں کمزور اور بزدل پرست بن کر یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ بزدلی عشق سے پیدا ہوئی۔شاعر کہہ رہا ہے کہ اے معشوق دھمکی سے کوئی ڈرتا نہیں ہے لیکن عشق کے ناطے اس میں گراوٹ محسوس ہوتی ہے۔مطلب بہادری کا پیشہ کمزور محسوس ہو رہا ہے اے معشوق آپ میں اتنی طاقت ہے کہ آپ کے بل بوتے سے تبدیلی بھی آسکتی ہے۔

۲۔طرز جمہور میں ہر ایک شخص اپنا کام دھمکیوں کو بالائے طاق رکھ کر کرتا ہے دھمکیوں سے ڈرتا نہیں۔ان کی دھمکی وہ ہے کہ عوامی مسئلہ حل ہو جائے۔حل ہونے میں اگر کوئی بھی رُکاوٹ آجاتی ہے تو وہ اس رُکاوٹ کو دُور کرنے کے بعد ہی کام انجام دیتے ہیں۔ان کے دل میں عشق ہے ولولہ ہے کہ عوامی تکلیفوں کو دُور کیا جائے دور کرنے پر انکے دلوں میں عشق پیدا ہوتا ہے جس سے کہ وہ عوامی تکلیفوں کو دُور کر کے ہی رہتے ہیں۔

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی!
دل بھی اگر گیا، تو وہی دل کا درد تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب بھی میں کوئی کام کرنے کی کوشش کرتا

ہوں تو اس وقت میں یہ کہتا ہوں کام بہت ہی مشکل ہے کام کرتے وقت کبھی بھی مشکلات دل میں نہیں رکھنی چاہئے۔ ہر ایک مشکل کا حل ضرور آ ہی جاتا ہے، اے معشوق حل جو لفظ ہے وہ عشق ہے جو کہ میرے دل میں اُبھرتا ہے اور میں کام انجام دیتا ہوں۔ کام اپنے کشمکش سے انجام دے کر یہ ثابت کرتا ہوں دل میں جو بھی مشکلات آئے ان کو دور کرنے کیلئے درد کو ختم کر کے آسانی سے مشکل کا حل ڈھونڈا۔ مطلب اے معشوق اگر چہ ہم تیری محبت میں، تیرے عشق میں کشمکش میں ہیں اس کشمکش کو آسانی سے عمل میں لانے کیلئے ہمارے دل میں یہ رجحان پیدا ہوتا ہے کہ مشکل کا حل ضروری ہے حل کرنے کے بعد درد محسوس نہیں کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں درد عشق سے ہی پیدا ہوا جس عشق کو کشمکش کے طور طریقے سے حل کر کے درد کو ختم کیا۔

۲۔ طرز جمہور میں جب بھی کوئی مسئلہ آتا ہے تو عوامی سہولیات پہنچانے کے لئے اور عوام کا درد دُور کرنے کے لئے ہر کوئی اپنی کشمکش میں مصروف رہتا ہے اور اس کشمکش کو عشق کے حالت میں جذبہ پیدا کر کے اپنے دل سے مشکل کو حل کرتے۔ عوامی رابطہ امن و امان سے رکھتے ہیں۔

سراپا رہنِ عشق و ناگزیر اُلفتِ ہستی
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق تیرے عشق سے مجھے کمزوریاں محسوس ہونے لگیں۔ ان کمزوریوں سے کبھی سر سے جھکنا پڑتا ہے اگر چہ میں ایک بڑی ہستی سمجھتا ہوں لیکن عشق کے نام سے سر کو جھکا کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک بڑی ہستی کو آخر عشق کی وجہ سے جھکنا ہی پڑا۔ یہ ایک شرم کی بات ہے اگر چہ ایک عبادت کرنے والا اپنی عبادت میں کامیابی حاصل کرتا ہے لیکن جب عشق اس کے دماغ میں پیدا ہوتا ہے تو اس کمزوری سے انہیں عبادت میں خلل آ جاتا ہے۔ اے معشوق مجھے یہ کہنا پڑا کہ

آپ کے جسم و نرم سے جو عشق ابھرتا ہے اس سے افسوس ہوتا ہے کہ آپ میں اتنی قوت ہے پھر بھی بہت سی کمزوریاں آ جاتی ہیں۔ مطلب اے معشوق آپ بلند مرتبہ والے انسان ہو لیکن انسان میں کمزوریاں رہتی ہیں جیسے کہ جھکنا ہی پڑتا ہے۔ خواہ وہ بڑی سے بڑی دنیا کی ہستی کیوں نہ ہو۔ عبادت سے بھی عشق حاصل ہو کر خدا کے سامنے جھکنا ہی پڑتا ہے۔ انسان میں بہت قسم کا عشق ابھرتا ہے کسی عشق سے انسان میں کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں اور کوئی عشق روحانیت کے انداز میں پایا جاتا ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں رہنما کو لوگوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھنے سے عزت احترام اور مشہوری زیادہ پیدا ہوتی ہے تو اس سے گرانے کے لئے ان کے مخالف کوئی نہ کوئی غلط مہم کا اظہار کرتے ہیں جس سے کہ اس کی عزت ملیامیٹ ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سے رہنما کو اپنی عزت بچانے کے لئے ایسے عشق سے بعض رہنا چاہئے جس سے کہ عزت و آبرو عوامی حلقوں میں گراوٹ کے انداز سے دیکھی جائے اور ایسے عشق سے کام لینا چاہئے جس سے لوگوں میں عزت و آبرو تا ابد رہے۔

کم جانتے تھے ہم بھی غم عشق کو، پر اب
دیکھا، تو کم ہوئے پر غم روزگار تھا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق عشق کرنے کیلئے اصول انسان میں ہونے چاہئے اس عشق سے پرہیز کرنا چاہئے جس سے کہ عزت میں گراوٹ آ جائے اور عوام کے سامنے بدظن ہو جائے۔ لیکن بہت کم یہ جانتے ہیں کہ کس قسم کا عشق انسان میں ہونا چاہئے۔ اگر سب کے سب یہ جانتے کہ عشق کا انداز عزت و آبرو سے لینا چاہئے انسان بہت قسم کے عشق میں مبتلا ہوتا ہے۔ لیکن جنہوں نے عشق کیا ہے انہوں نے عزت و آبرو کا استعمال کیا ہے۔ اے معشوق کئی لوگ آپ کے حسن سے عشق کرتے ہیں لیکن یہ روزگار نہیں ہے آپ کے ساتھ عشق کرنا غم کا روزگار حاصل کرنا ہے عشق

سے کوئی روزی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ مانتے ہیں کہ ایک انسان ایک گلستان میں بیٹھتا ہے وہاں بیٹھ کر وہ پھولوں کو دیکھتا ہے اور اپنے عشق کا اندازہ لگاتا ہے۔ مطلب گلوں کو دیکھ کر اس سے عشق ابھرتا ہے جب باغ سے دور ہوتا ہے تو اے معشوق انسان کو سمجھنا چاہئے کہ اس عشق سے کوئی روزگار حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ دل میں سکون محسوس ہوا۔ لیکن یہ سکونیت منٹوں کے لئے گھنٹوں کے لئے اور سکنڈوں کے لئے فراہم ہوئی۔ اسی لئے اے معشوق عشق کرنے سے ہمیں کوئی روزگار حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ دل میں کم سکون محسوس ہوتا ہے اسی لئے اے معشوق میں یہ کہہ رہا ہوں جب عشق کرنا ہوتو وہ ایسا عشق ہونا چاہئے جس سے ہمیں روزگار حاصل ہو سکے۔ مزدور اپنی اپنی مزدوری میں مست رہ کر دن کی کمائی حاصل کرتا ہے زیادہ کمائی کیلئے عشق آتا ہے جس سے روزگار حاصل ہوتا ہے ایسا عشق روزگار کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں کوئی بھی شہری اپنا وقت ضائع نہیں کرتا ہے اور لوگ اپنے کاروبار میں مست رہتے ہیں۔ مست رہ کر کام نبھاتے ہیں جو بھی کام نبھاتے ہیں اس کام کو ہم عشق کہتے ہیں مطلب کام میں مصروف رہ کر اس سے سکون محسوس ہوتا ہے اور کام نبھاتے نبھاتے اس سے عشق ابھرنے لگتا ہے۔ جس عشق سے روزگار فراہم ہوتا ہے اور عشق سے مطمئن رہتا ہے۔

ہر بُنِ مو سے دم ذکر نہ ٹپکے خوناب
حمزہ کا قصہ ہوا ، عشق کا چرچا نہ ہوا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب ہم کسی کو روبرو دیکھتے ہیں تو ہم کوئی نہ کوئی تاثرات بتاتے ہیں لیکن ہم کسی وقت کسی کا چہرہ دیکھتے ہیں چہرہ دیکھ کر ہم ایک منٹ کے بعد اپنے تاثرات بتاتے ہیں۔ دیکھنے سے ہی ہمارے دل میں کوئی عشق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جذبے سے ہمیں تاثرات کا چرچا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اے

معشوق جب میں نے آپ کا دیدار ہی نہیں کیا بلکہ دیکھ کر میں منہ یا میں کے لئے
اپنے تاثرات بتاتا لیکن جب ملاقات کا چرچا ہوا ہی نہیں تو میں کس انداز سے آپ
کے چہرے کے تاثرات لکھوں۔ اے معشوق جب میں آپ کو دیکھوں تو مجھ کو کچھ نہ
کچھ لکھنا پڑے گا۔

۲۔طرز جمہور میں جب بھی کوئی مسئلہ ابھرتا ہے تو مسئلہ واقعہ دیکھ کر ہی حل کیا جاتا
ہے۔ مطلب کوئی رہنما ہو یا شہری ہو وہ حالات واقعہ دیکھ کر ہی بیان کرتا ہے۔ جب
کوئی واقعہ دیکھتا ہی نہیں یا جگہ پر جاتا ہی نہیں تو دیکھنے کے بغیر کیسے وہ اپنا رد عمل ظاہر
کرے۔ اسی لئے جب طرز جمہور میں واقعہ دیکھتے ہیں اس واقعہ پر دیکھنے والے کو عشق
محسوس ہوتا ہے جس سے کہ وہ اپنی رائے دے کر لوگوں کو بتاتا ہے کہ خامیاں کیا ہیں
ان خامیوں کا چرچا عوام خود بخود کرتی ہے۔ مطلب طرز جمہور میں ہر ایک کام پر ہر
ایک کو عشق کا دباؤ پیدا ہوتا ہے۔ خواہ وہ حل ہو یا نہ ہو۔

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
کہتے ہیں جس کو عشق، خلل ہے دماغ کا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب ہم باغ میں جاتے ہیں وہاں پر بلبل کا
ساز سن کر (بلبل کی بولی) ہم مست رہتے ہیں اور سنتے سنتے ہم گلوں کی طرف دیکھتے
ہیں گلوں کی طرف دیکھ کر کہتے ہیں کہ اے بلبل تو نے اپنے بولی سے ہمارے دل کو خوش
کیا۔ ہمارے دل ودماغ اس بولی سے اتنے خوش ہوئے کہ ہم میں عشق کا جذبہ
پیدا ہونے لگا۔ تب تو اے معشوق میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کا کاروبار بھی بلبل جیسا تو
نہیں ہے اور ہمیں گلوں کی طرح دیکھنے نہیں دیتی اور آپ کے تاثرات سے ہم منتشر
رہتے ہیں جس سے ہمیں عشق کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ آپ میں بھی اے معشوق شاید
بلبل کا کاروبار ہے جس سے کہ آپ نے ہمارے دل ودماغ میں خلل پیدا کیا۔ جس

خلل سے ہمیں آپ کے ساتھ عشق کا جذبہ پیدا ہونے لگا۔

۲۔طرز جمہور میں جب کوئی واقعہ دیکھتے ہیں یا کوئی واقعہ رونماں ہوتا ہے تو اس وقت لوگ ان واقعات کو دیکھ کر مست رہتے ہیں۔مطلب وہ واقعہ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں حیرانگی سے ان میں واقعہ کی واردات یا حادثات پر عشق ابھرنے لگتا ہے۔طرز جمہور میں انہیں یہ واقعہ ایک کاروبار کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔جب تک نہ واقعہ کا کوئی حل ہو جاتا تب تک لوگوں میں عشق پیدا ہو کر دل و دماغ میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے
پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھے عشق پیدا ہونے لگتا ہے جس عشق سے میں آپ کا غلام بنا ہوں۔لیکن میں جذبہ آزاد خیالات کا آدمی ہوں لیکن کروں کیا معشوق میرے دل میں آپ کی محبت ابھرنے لگی جس سے کہ میں اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہوں یہ جو جذبہ ابھرا ہے وہ عشق کی بنیاد سے ابھرا ہے جب عشق پیدا ہوا تو میں آپ کا غلام رہا۔اگر چہ میں غلام نہیں رہنا چاہتا بلکہ آزاد رہنا چاہتا ہوں لیکن دل کی گرفتاری سے میں عشق میں مبتلا ہوا جس سے میں اے معشوق آزاد نہیں سمجھتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں ہر کوئی آزاد خیالات کا ہوتا ہے کیونکہ عوام خود بخود حکومت کو تشکیل دیتی ہے اور خود بخود حکومت کو گراتی ہے۔جو بھی کام عوامی رہنما کو کہتے ہیں اس سے نبھانے کے لئے رہنما بہت ہی پریشان رہتا ہے۔مطلب رہنمائی کرنے پر ہمدردی دکھانے پر اور مشکلات کو حل کرنے کی صورت میں پریشان رہتا ہے اور حل کو عشق سمجھ کر اسے کسی نہ کسی طریقے سے حل کرنے میں مصروف رہتا ہے۔حل کرنے کے لئے وہ اس وقت آزاد خیالات کا نہیں سمجھتا ہے بلکہ عوام کی تکلیف کو دور کرنے کے

لئے اسے جنون آتا ہے۔ جنون ہی عشق پیدا کرتا ہے۔

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جس دل ناز تھا مجھے، وہ دل نہیں رہا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق مجھے آپ کے عشق کے لئے آپ کا تابعدار بننا پڑا لیکن تو نے میری تابعداری کو دھکیل دیا۔ کیا میں اس عشق کے قابل نہیں رہا یا قابل نہیں تھا۔ اگر چہ میں نے اپنا دل آپ پر نچھاور کیا جس دل پر مجھے ناز ونخرے ہیں کیا وہ دل آپ کو قبول نہیں ہے۔ اے معشوق عشق کے وجہ سے میں آپ کا نیازمند ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میرے دل میں آپ کا عشق ابھرا ہے۔ اور اس عشق کو دل کی تعاون سے پورا کیا جائے۔

۲۔ طرز جمہور میں ہم عام طور پر یہ دیکھتے ہیں کہ رہنما لوگوں کو حاصل کرنے کے لئے اپنا دل نچھاور کرتے ہیں۔ لوگوں میں رہنمائی تسلیم کرانے کے لئے وہ اپنا دل نچھاور کرتے ہیں رہنما بننے کے لئے انہیں عشق محسوس ہوتا ہے جس عشق سے وہ لوگوں کی ہر مشکلات حل کرنے کے لئے اپنا تعاون دیتے ہیں۔ مطلب انہیں خدمت خلق کے لئے عشق ابھرتا ہے جس سے کہ وہ رہنما تسلیم کیے جاتے ہیں۔

بیدادِ عشق سے نہیں ڈرتا، مگر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

ا۔ غالب نے پہلے اپنا تخلص اسد رکھا اور اس مقطع میں اسد ہی لکھا ہے۔ اب شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے عشق پر داد دے کر یہ محسوس کیا کہ میں ڈرنے والا آدمی نہیں میں ایک بہادر ہوں اور بہادری کے طور طریقے سے ہر ایک کام نبھاتا ہوں۔ اے معشوق جس دل پر مجھے ناز ونخرے تھے وہ دل رہا ہی نہیں۔ مطلب معشوق کو میں نے اپنا دل دیا لیکن اس نے اپنے دل کی پیشکش نہیں کی۔ جس سے میں عشق میں

ایک نڈر ثابت ہوا ہوں اگر چہ دل نہیں دیا اور میرے دل کا احترام نہیں کیا پھر بھی میں معشوق کی جدائی دیکھ کر اور دور رہ کر مجھے عشق قائم و دائم ہے میں اس جدائی کی داد عشق سے دیتا ہوں مطلب مجھے جدائی سے ہی عشق ابھرا۔تب میں اس جدائی سے نہیں ڈرنے والا اور اس عشق سے بھی نہیں ڈرنے والا۔

۲۔طرز جمہور میں ہر ایک اپنا اپنا کام کرتے ہیں کام کرنے پر مشکلات بھی آتی ہیں لیکن مشکلات کو دور کرنے کا حل ڈھونڈنے کے بعد ہر کوئی کوشش کرتا ہے کہ مشکلات ختم ہو جائیں۔حل کرتے کرتے انسان میں عشق ابھرتا ہے یہ عشق حل کرنے تک انسان محسوس کرتا ہے۔

جگر کو میرے، عشق خونا بہ مشرب
لکھے ہے ''خداوندِ نعمت سلامت''

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں خدا کے ساتھ رجوع ہوتا ہوں میں اپنے مذہب کو پالتا ہوں اور احترام کرتا ہوں ۔ مذہب کو پالنے کے لئے میں دل سے پیار کرتا ہوں جس پیار سے مجھے عشق ابھرتا ہے عشق ابھرنے سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ خدا کے سامنے اور نزدیک آنے کے لئے کیوں نہ اس کی حمد لکھ کر ہی کروں تا کہ یہ حمد دوسرے بھی پڑھ کر کہیں کہ خدا کو قریب لانے کے لئے انسان کو کتنا عشق ابھرتا ہے۔اور ابھرنے سے ہمیں خدا کی نزدیکی آتی ہے۔اس نزدیکی کو پانے کے لئے کیوں نہ اسکے نغمے حمد کے انداز سے پیش کروں۔اور یہ حمد کے حیثیت سے قبول کی جائے۔اے معشوق مجھے خدا کے ساتھ اتنا لگاؤ ہے کہ میں اس لگاؤ سے عشق میں مبتلا ہوا۔

۲۔طرز جمہور میں جب کوئی غلط کام نبھایا جاتا ہے تو انسان کو غلطیوں کا احساس ہوتا ہے۔وہ ان غلطیوں کو درست کرنے کے لئے خدا کے گھر میں (مندر، مسجد) جا کر

ان غلطیوں کو یاد کرتا ہے جس سے صدمہ پہنچا ہو وہ صدمہ دور کیسے ہو سکتا ہے صدمے
تسلیم کر کے یہ بتاتا ہے کہ برائی غلط چیز ہے اور اس غلطی کے احساس پر خدا سے رجوع
ہو کر اپنے دل کو پاکیزہ حال میں رکھنا چاہتا ہے۔

عشق میں بیدادِ رشکِ غیر نے مارا مجھے
کشتۂ دشمن ہوں آخر گرچہ تھا بیمارِ دوست

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق مجھے اتنا عشق آپ کے جذبات پر پیدا ہوا ہے
کہ میں اس عشق پر خود بخود داد دیتا ہوں اس داد سے مجھے نفرت بھی ہوتی ہے نفرت اس
لئے ہوتی ہے کہ اگر چہ میں نے اپنی زندگی عاشقوں کے لئے نچھاور کی لیکن پھر بھی
عاشق میرے نچھاور کو تسلیم نہیں کرتی۔ آپ ہمیشہ غیر سمجھ کر مجھے قتل کرنے کی صورت
میں دیکھنا پسند کرتی ہو۔ مجھے معلوم نہیں کہ کس دشمنی سے آپ مجھے ان حالات میں
دیکھنا چاہتی ہو جس سے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ مجھے غیر سمجھ کر بیمار کی حالت میں
دیکھنا چاہتی ہو۔ میں آپ کی سوچ سے بھی الگ بیماری محسوس کرتا ہوں۔ اگر علاج
آپ کے پاس ہے تو وہ عشق کی صورت سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر چہ آپ میری بیماری
پر تحقیق کرنا چاہتی ہو تو تحقیق سے ہی آپ کو میرے لئے عشق ابھر کر سامنے آئے گا۔
اس عشق سے آپ دشمن کا رویہ ترک کر کے دوستی کا رویہ اختیار کرو گی۔ لیکن اے معشوق
میں درخواست کرتا ہوں کہ عشق کی حالت میں دیکھ کر مجھے بیماری سے الگ رکھ کر عشق کا
رشک ختم کیا جائے۔

۲۔طرز جمہور میں کسی بات پر خواہ وہ غلط ہو صحیح ہو لوگوں کے دلوں میں تناؤ
پیدا ہوتا ہے جب بھی کوئی خبر سنتے ہیں تو اس خبر پر ہر شخص داد دیتا ہے۔ داد دینے پر
انہیں عشق ابھرنے لگتا ہے، جس عشق سے وہ برے کاموں سے نجات پانا چاہتے ہیں۔

شمع بجھتی ہے، تو اُس میں سے دھواں اُٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب میں نے معشوق کے ساتھ رہنے کی کوشش کی تو میں نے اس کے دل پر تحقیق نہیں کی لیکن زیادہ دیر کے بعد میں نے تحقیق کی کہ جس طرح ایک شمع جلتی ہے اور جلنے کے بعد بجھ جاتی ہے تو اسے ہم روشن نہیں دیکھتے ہیں بلکہ دھواں دیکھتے ہیں۔ اسی طرح سے معشوق نے مجھے پہلے پہل دل دے دیا اور بعد میں دل کو الگ رکھ کر مجھے شمع کی طرح پہلے چراغ دیکھایا اور پھر شمع بجھا کر دھواں میں تبدیل کیا۔ مطلب دل کی رضامندی دکھائی پھر الگ رہ کر مجھے کئی صدموں میں مبتلا کیا لیکن میں پھر اس شمع کو جلانا چاہتا ہوں اس شمع کو جلانے کے لئے میں معشوق کو یہ کہہ رہا ہوں تب تک میں الگ نہیں رہوں گا جب تک میں اس شمع کو جلانے کی صورت میں دیکھوں۔ اور جلانے کیلئے اتنی کوشش کر رہا ہوں کہ مجھے عشق ابھرا ہے اس عشق کو پانے کیلئے میں شمع کی صورت میں آپ کا میل ملاپ جلانا چاہتا ہوں تا کہ ہر طرف اندھیرے کا چراغاں ہو جائے۔ اگر چہ آپ نے الگ رکھ کر لوگوں کو دھواں دکھایا لیکن میں اپنے عشق سے چراغاں دکھاؤں گا۔ اس کے لئے میرا عشق قائم و دائم رہے گا۔

۲۔طرز جمہور میں جب بھی کوئی آفت لوگوں کے سامنے آتی ہے اور اس آفت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر کوئی دل کھول کر مدد کرتا ہے کام کو پائے تکمیل تک انسان ہی پہچانتا ہے۔

آئے ہے بے کسی عشق پہ رونا غالبؔ
کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد؟

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب میں اپنی زندگی معشوق کے لئے نچھاور

کرتا ہوں تو مجھے جدائی سے بہت سی مشکلات پیدا ہوئیں۔ میں معشوق سے ملنا چاہتا ہوں اس سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اے معشوق تیری جدائی سے مجھے بہت سے اتار چڑھاؤ دیکھنے پڑتے ہیں اور میں یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ میں معشوق سے ضرور ملوں گا اور اس کے گھر ضرور جاؤں گا جب میں اس کے گھر جاؤں گا تو میں اس سے پہلے یہ دکھاؤں گا کہ آپ کی جدوجہد آپ کی محبت کے لئے مجھے سیلاب کا خوف دیکھنا پڑا۔ جس سے کہ میں بہت سی مشکل میں پڑا لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ معشوق خود بخود میرے پاس آئے گا۔ ان باتوں پر تبصرہ کرتے کرتے شاعر کہتا ہے کہ میرے دل میں عشق ابھرنے لگا ابھرنے سے آنسو آتے ہیں۔ آنسو اس بات پر آتے ہیں کہ میں معشوق سے کبھی ملاقات نہیں کرتا مجھے ہمیشہ اس عشق پر آنسو بہانے پڑتے ہیں لیکن کب یہ باتیں عمل میں آسکتی ہیں۔ کیا معشوق اس وقت ان باتوں پر ردعمل کریں گے جب کہ میں گھر میں حاضر نہیں ہوں۔ اس کا مطلب میرے مرنے کے بعد معشوق میرے لئے والے کا احساس کرے گی اس عشق پر مجھے آنسو آتے ہیں اور آنسو محسوس کرتا ہوں ان باتوں کا احساس معشوق کو ہونا چاہئے۔

۲۔ طرز جمہور میں ایسے بھی دور آتے ہیں جس سے مشکل کا حل نہیں نکلتا ہے۔ بہت سارے رہنما مشکل کا حل نکالتے ہیں لیکن نکل نہ پانے کی وجہ سے سب یہ کہتے ہیں حل کوئی مرنے کے بعد ہی عمل میں آئے گا لوگ زندگی بھر حل ڈھونڈنا چاہتے ہیں خدا کے پاس ہی حل ہے اور وہی حل کرنے والا ہے۔

سرگرم نالہ ہائے شرر بار دیکھ کر
کیا آبروے عشق ، جہاں عام ہو جفا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب معشوق نے تنہائی قبول کی تو اس قبولیت پر آنسو بہانے لگے۔ بہتوں نے اس قبولیت پر واردات کئے لیکن یہ دیکھ کر اے معشوق مجھے یہ

محسوس ہوتا ہے کہ جدائی پر بھی عشق ابھرتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ معشوق تیرے چاہنے کے لئے ایک سرگرم نالہ بہتا ہے جس کو دیکھ کر ہر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ اس نالے میں ڈوبنے سے بچ جائے اور نالے کو دیکھ کر آہ وزاری کر رہا ہے لیکن پھر بھی بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ نالہ ہے پھر بھی ہمیں عشق کے آثار دل سے دور نہیں ہوتے۔ ہم جدائی میں بھی عشق بیان کرتے ہیں۔ اے معشوق تیری جدائی پر کتنے واردات لکھنے پڑتے ہیں دراصل عشق کی آبرو ہے اور اس میں ہر کوئی ڈوب جاتا ہے۔

طرز جمہور میں بہت سی مشکلات کو دیکھ کر رہنمائے قوم پریشان رہتے ہیں ساتھ ساتھ لوگوں کی مشکلات دور کرنے کے لئے ہمیشہ سرگرم رہ کر مشکلات کو دور کرتے ہیں تاکہ لوگوں کا رابطہ امن واماں سے قائم ودائم رہے۔

فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبح ومہر
ہے داغ عشق، زینت جیب کفن ہنوز

شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میرا دل کبھی بھی آزاد نہیں ہوا۔ اگر چہ صبح کو ہم آفتاب کو دیکھ کر یہ محسوس کرتے ہیں کہ آفتاب شب کے وقت آرام سے سوتا ہے۔ لیکن اے معشوق میرے دل کو تو نے ایسا سکون کبھی نہیں دیا میں کبھی آزاد نہیں سمجھتا ہوں میں آپ کی محبت سے فارغ نہیں ہوا۔ مجھے آپ کے تعاون کے لئے عشق ابھر کر داغ دیکھنے میں آئے لیکن یہ داغ ملنساری میں بھی نہیں دُور رکھ سکتے ہیں لیکن ان داغوں کو میں عشق کا داغ بتا کر کفن ڈال کر خفیہ رکھوں گا کیونکہ جب بھی کوئی یہ داغ دیکھے گا تو مجھے یہ کہہ گا کہ اس سے بہتر کفن ہی باندھنا چاہئے اے معشوق کیا کروں آپ کے عشق سے آزاد نہیں سمجھتا ہوں نہ میں آزاد ہوا ہوں آفتاب صبح کو ہم دیکھتے ہیں ڈوبنے کے بعد آفتاب رات کو آرام سے سوتا ہے۔ اس کے برعکس میں آپ پر دل نچھاور کرنے کے لئے آزاد نہیں ہوا ہوں۔

طرز جمہور میں اپنے وطن کی قربانی جیسے دشمن کے ارادوں کو نیست و نابود کرتے ہیں اور اپنی جان کی قربانی دے کر ایک حب الوطن کہہ کر ہم پکارتے ہیں لیکن ہمیں اس قربانی سے محسوس ہوتا ہے قربانی ہوتا ابد منا سکتے ہیں اور زندگی کی قربانی ملک کے بچاؤ کے لئے پیش کی۔ ملک کی قربانی بے داغ ہے۔ یہ قربانی یادگار رہے گی۔

ہم سے چھوٹا قمار خانہ عشق

واں جو جاویں گرہ میں مال کہاں

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ مجھ میں بچپنا ہونے کے ناطے عشق کے آثار ابھر کر سامنے آئے۔ جس سے میں گرفتار ہوا ہوں مجھ میں بچپنا نہیں ہوتا تو میں ایسے حالت محسوس نہیں کرتا بچپنا ہونے کے ناطے میں محبوب کے عشق میں مست رہا ہوں جس مستی سے مجھے نہ گھر کی خبر نہ گھر کے احوال کی خبر۔ اے معشوق جب میں ایسے حالات سے الگ ہو جاؤں گا تو میں اس وقت یہ محسوس کروں گا کہ میں نے بچپنے میں آپ کے لئے کتنی قربانی دی ہے جس قربانی سے مجھے زندگانی ختم کرنی پڑی۔ مطلب مجھے عشق کا خمار پیدا ہوا جس خمار سے میں آپ سے جدا نہیں ہوسکتا ہوں مجھے خمار تا ابد موجود رہے گا لیکن میں اب آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جب آپ مجھے ملو گی تو میں اس وقت چھوٹا نہیں ہوں گا اس وقت میں آپ سے یہی کہوں گا کہ بچپن سے لیکر آج تک جس عشق نے مجھے برباد کیا اور خانہ ویرانی محسوس ہوئی۔ اے معشوق میں ایسے عشق سے تنگ آ چکا ہوں لیکن کیا کروں اس عشق کے لئے مال وزر ہی نہیں ہے جس سے کہ خریدا جائے۔ عشق نہ بیچتے ہیں نہ خرید تے ہیں یہ دل کے لگاؤ سے ہی پیدا ہوتا ہے جس سے کہ انسان بہت ہی پریشان دیکھنے میں آتا ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں ہر کوئی کام پہلے ہی کرانا چاہتا ہے لیکن عمل میں نہ آنے کی وجہ سے کام روکنا پڑتا ہے جس کو دیکھ کر ہر کوئی یہ محسوس کرتا ہے کہ کن حالات میں اس کام کو

ہم عمل میں نہ لا سکے۔

عشق تاثیر سے نومید نہیں
جاں سپاری شجر بید نہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں امید رکھتا ہوں کہ عشق ضرور کوئی نہ کوئی میرے لئے چارہ گر ہے مجھے امید ہے کہ میرے دل کے پیش کرنے سے تجھ میں کوئی نہ کوئی میرے لئے بیداری حاصل ہو جائے گی۔اے معشوق مجھے یہ بھی شک ہے کہ آپ اس تاثیر کو ترتیب میں پیش نہیں کرتی جس سے کہ جدائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔حتیٰ کہ میں نے اپنی جان بھی آپ کیلئے پیش کی لیکن آپ میں میرے لئے بیداری کا عشق ہے ہی نہیں ۔خیر مجھ میں آپ کے لئے آپ کے دل کیلئے آپ کے وصل کیلئے عشق محسوس ہو رہا ہے اور اس عشق کے ردعمل سے میں اپنا دل پیش کرنا چاہتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں ہمیشہ لوگ ہر کسی پر بھروسہ کرتے ہیں لیکن زیادہ تر لوگوں کا رجحان ہر کسی کے کاروبار پر رہتا ہے زیادہ تر کاروبار کے اصولوں پر ہی بھروسہ کیا جاتا ہے لیکن کسی وقت اس بھروسے کو بربادی کی حالت میں دیکھتے ہیں۔

حسرت اے ذوق خرابی! کہ وہ طاقت نہ رہی
عشق پر عربدہ کی گوں تن رنجور نہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں حیران ہوں کہ آپ میں ذوق ہی نہیں اور میرے ذوق کو خراب کرنے کے لئے آپ میں وہ قوت نہیں رہی کیونکہ میں سچے طور سے عشق کرتا ہوں میرا دل رنجور نہیں ہے مطلب میرے دل میں کوئی غم نہیں میں آپ کو عشق و معشوق کے مجنون کی طرح کرتا ہوں میرے عشق میں کوئی بھی غلط فہمی نہیں ہے۔ میں رنجور نہیں بلکہ مجنون ہوں مجھے آپ کے عشق سے حیرانگی پیدا ہوئی آپ کے عشق سے بہت سے خیالات ابھرنے لگے جن سے مجھ میں شک وشبہ پیدا ہونے

لگے لیکن ان شک وشبہ کو الگ رکھ کر میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں تن بہ رضا آپ کے ساتھ ہوں اور اپنا دل پیش کرتا ہوں۔ حسرت مجھے کسی بات کی نہیں مجھے اس بات کی حیرانی ہے کہ اتنا شوق ہونے کے باوجود مجھ میں ذوق کی طاقت ہی نہیں اس طاقت کو آپ نے خود بخود مٹا دیا اس کے باوجود میں عشق میں آپ کے ساتھ ہوں اور رہوں گا۔

۲۔ طرز جمہور میں ہر کسی معاملے میں ہر کوئی اپنا اپنا ردعمل ظاہر کرتا ہے اور ظاہر کرنے والے کو عوام ذوق سے دیکھتی ہے اور اسی ذوق پر رہنماؤں کا لوگوں کے تئیں خدمت کرنے کا جذبہ بھی پرکھا جاتا ہے۔

ہوگئی ہے غیر کی شیریں بیانی کارگر
عشق کا، اُس کو گماں، ہم بےزبانوں پر نہیں

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب بھی کوئی آپ کے ساتھ وفا کرتا ہے تو اس کو وفائی کے جاموں میں آپ کارگر ثابت نہیں ہوتی ہیں۔ مطلب وفادار کے ساتھ بے وفائی کا انجام پیش کرتی ہیں۔ اسی طرح سے جب کوئی آپ کے ساتھ وفاداری کرتا ہے تو اس کو آپ ترک کر کے کسی غیر کی بیان بازی سے خوش رہتی ہو۔ اور اس غیر کے بیان سے آپ کو مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ آپ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ غیر مٹھاس کلام کہہ رہا ہے اس کے میٹھاس کلام سے اس کی محبت کارآمد ثابت ہوتی ہے لیکن ہم حیران ہیں کہ ہمیں عشق کے معاملے میں اتنا تناؤ ہے پھر بھی اس مٹھاس کو آپ اس کو بدگماں کرتی ہو۔ مطلب اس کے دل میں یہ ولولہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی مٹھاس باتیں کر کے دل اب میرا ہے لیکن عشق کے معاملے میں اس سے بھی آپ دھوکہ دیتی ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ میرے ساتھ وفاداری کرتی ہو لیکن وفاداری کا ثبوت انہیں کارناموں سے ثابت ہوتا ہے اور عشق کا بھی امکان تیرے ساتھ بالکل درست ہے۔ وہ ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ میرے دوست یا میرے حریف کے ساتھ جو

بھی باتیں آپ کرتی ہو یا بیان بازی ان کیساتھ ہوتی ہے شاید میرا صیغہ راز ان سے حاصل کرتی ہو۔اسی لئے ان کے ساتھ آپ بہت ہی شیریں کلام سے پیش آتی ہو۔ خیر اے معشوق مجھے پورا یقین ہے کہ عشق کا معاملہ میرے اور آپ کے ساتھ درست ثابت ہو جائے گا۔

۲۔طرز جمہور میں ہم کسی بھی وقت ملک کی وفاداری کے لئے دھوکہ نہیں دے سکتے ہیں اگر چہ ملک کی سالمیت کسی وقت ہمیں برباد ثابت ہو سکتی ہے تو اس وقت ملک کے سالمیت کے لئے ہم سب اکٹھے ہو کر ملک سے وفاداری کسی نہ کسی طریقے سے انجام دیتے ہیں۔

بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے ، اور یاں
طاقت بقدر لذت آزار بھی نہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ عشق ایک ضروری چیز ہے۔عشق مذکر و مونث کے بہانے سے ہی نہیں بلکہ عشق سڑک کے نظارے دیکھ کر بھی ابھرتا ہے۔شاعر فرماتے ہیں کہ عشق کے بغیر کوئی بھی عمر کٹ نہیں سکتی۔مطلب ہر اشرف المخلوقات کے پاس عشق ہے۔عشق کو پانے کیلئے بہت سی کمزوریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور عشق کو پانے کیلئے بہت سے واردات و حادثات پیدا ہو سکتے ہیں۔اسی لئے عشق میں رہ کر بہت سی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر چہ ہمیں کئی قسم کا عشق پیدا ہوتا ہے لیکن اس کو کارآمد بنانے کیلئے بہت سے آزار محسوس ہوتے ہیں۔مطلب شاعر فرماتے ہیں کہ اگر چہ عمر عشق میں کٹتی ہے۔

۲۔دور جمہور میں بہت سے کارنامے ایسے پائے جاتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عشق کی بنیاد پر ہوا ہے مطلب کوئی رہنما جب ہم سے وعدہ کرتا ہے کہ یہ کام میں نبھاؤں گا۔کام نبھانا قوم کی خدمت کے لئے رہنما کو ابھرتا ہے اس کام کو

انجام دینے پر اس سے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن غلط انجام پر اس سے عشق ابھرتا ہے جس کو وہ حاصل کرنے کیلئے بہت سی مشکلات کا سامنا کرتا ہے۔

ہوا ہوں، عشق کی غارتگری سے ، شرمندہ
سوائے حسرتِ تعمیر، گھر میں خاک نہیں

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ میں بہت ہی شرمندہ ہوا جب مجھے عشق کرتے کرتے عشق کا انجام برا محسوس ہوا عشق ہونے کے ناطے مجھے بہت سی غلط باتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن جب میں نے یہ پایا کہ عشق ایسا ابھرنا چاہئے جس سے لوگوں میں کوئی بھی غلط فہمی نہ پیدا ہو جس سے کہ قوم میں بدنامی اور شرمندگی پیدا ہو۔سوائے ان باتوں پر جن سے لوگ بہت ہی مطمئن اور خوش رہتے ہیں۔جس سے کہ لوگ تعریف کرتے ہیں کہ ہمیں بھی ایسا عشق ابھرنا چاہئے شاعر فرماتے ہیں کہ ایسا غلط عشق نہیں ابھرنا چاہئے جس سے کہ لوگ یہ کہیں کہ ایسا آدمی زندہ ہی دفن ہو جائے اور غلط باتوں کا سامنا بھی نہ کرنا پڑے۔اے معشوق مجھ میں ایسا عشق نہیں کہ جس سے میں آپ کو شرمندہ کرسکوں مجھے ایسا عشق ہے جو کہ صحیح ہے۔

۲۔طرز جمہور میں لوگوں میں ایسا عشق کا جذبہ ہوتا ہے جس سے کہ ملک کی تعمیری کام انجام دیا جا سکے۔جس سے کہ ملک کے مفاد میں لوگ خوش رہ سکتے ہیں۔ایسے عشق کو طرز جمہور میں لوگ تعریف کرتے ہیں۔

عشق مجھ کو نہیں ، وحشت ہی سہی
میری وحشت، تری شہرت ہی سہی

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ اے معشوق اگر آپ مجھ سے عشق نہیں کرتی ہو لیکن آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ میں عشق کرتا ہوں اگر آپ مجھ سے عشق نہیں کرتی تو پھر آپ میرے بارے میں کئی باتیں دوستوں کے پاس نہیں چھیڑتی۔بات چھیڑنے سے

ثابت ہوتا ہے کہ آپ میں عشق ہے تو میرے بارے میں بات چھیڑنے سے وحشت میں کیوں رہتی ہو۔ میری اس وحشت سے دوستوں کے مطابق میری شہرت بیاں ہوتی ہے کیونکہ آپ خود انہیں میرے عشق کے بارے میں بیان کرتی ہو اس بیان سے آپ کو میری وحشت بھی ہے۔ اور میری وحشت کی وجہ سے تیرے دل میں شہرت پائی ہے۔ اگر عشق کا بیان نہیں کرتی تو آپ کے دل میں کوئی وحشت ہی نہیں پیدا ہوتی۔ اس کا مطلب عشق کے ناطے آپ کو اپنے دل میں میری ہی وحشت ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں ایسے بھی واقعات پیدا ہوتے ہیں جس سے دلوں میں تناؤ پیدا ہوتا ہے، تناؤ اس بات کا لوگ محسوس کرتے ہیں کہ کیسے ہم اس وحشت کو پاسکیں جس سے ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وحشت کن طریقوں سے رونما ہوئی ہے۔ کئی اچھے کام کرنے اور کئی برے کام انجام دینے والوں کو بھی لوگ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان دونوں قسموں کا چہرہ دیکھنے کے لئے لوگ ترستے ہیں کہ ہم ایسے آدمیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان حالات میں ان کو دیکھنے کے لئے لوگوں میں عشق کا تناؤ روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ طرز جمہور میں لوگ ایسے لوگوں کی صورت دیکھ کر ہی عشق کا تناؤ دلوں میں کم کرتے ہیں۔

ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں
نہ سہی عشق، مصیبت ہی سہی

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں وفادار ہوں میں اپنی وفاداری کو ترک کرنے والا نہیں ہوں نہ میں نے آج تک کوئی وفاداری منسوخ کی ہے۔ میں وفادار ہوں اور وفادار رہوں گا اگر چہ مجھے کوئی مصیبت آ ہی جائے گی پھر بھی میں وفاداری ترک کرنے والا نہیں ہوں میں مصیبت کا سامنا ڈٹ کر کروں گا جیسا کہ مجھے کبھی وفاداری میں کسی طرح کی غلط فہمی پیدا ہو جائے گی تو میں وفاداری سے اپنے دل کو ترک

نہیں کروں گا مطلب میں وفاداری میں ہی صحیح عشق آپ کے ساتھ کرتا ہوں مجھے آپ کی وفاداری پر بھی عشق محسوس ہوتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں جب بھی کوئی افواہ اور غلط بیان بازی ہوتی ہے تو ان دونوں کو لوگوں کو ثبوت دکھا کے یہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے جب تک نہ لوگوں کے پاس صحیح اطلاعات فراہم ہو جائیں تب تک ان میں عشق پیدا ہوتا ہے جب تک درست بیان بازی لوگ سنیں گے تب تک عشق ختم نہیں ہو سکتا۔

عشق کی راہ میں ہے چرخ مکوکب کی وہ چال

سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں اپنے عشق کی راہ میں واپس چلنے والا نہیں ہوں میں عشق کے راہ پر چلتا ہوں اور اپنی منزل صحیح دکھاتا ہوں۔میں کوئی چال باز نہیں ہوں میں عشق کے راہ میں صحیح طور پر چلنے والا ہوں۔اگر چہ میں چلتے چلتے کئی مشکلات بھی دیکھتا ہوں کئی پانی کے بلبلے بھی دیکھتا ہوں لیکن میں عشق کو ترک کرنے والا نہیں ہوں۔میں عشق کے راہ میں چلتا ہوں چلنے سے اپنا قدم پیچھا نہیں ہٹاؤں گا بلکہ میں عشق کے راہ میں آگے آگے اپنا قدم رکھتا ہوں۔اے معشوق آپ کو احساس ہونا چاہئے کہ میں عشق کے راہ میں آپ کو وفاداری پر چلا دینے والا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں کوئی رہنما یا کوئی شہری اپنا کام لوگوں کی بہبودی کے لئے انجام دیتا ہے۔انجام دینا ہی قومی عشق ہے جس کو وہ ہمیشہ کے لئے دل کی دھڑکنوں میں موجود رکھتا ہے۔

وہ تب عشق تمنا ہے کہ پھر صورت شمع

شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق مجھے تمنا ہے کہ میرا عشق ایسا رونما ہو جس طرح

ایک شمع ہم جلاتے ہیں اور جلا کر اس کی روشنی دیکھتے ہیں روشنی دیکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ شمع میں کتنی روشنی ہے اسی طرح اے معشوق مجھے تمنا ہے کہ ایسا ہی عشق میرا لوگ بیان کریں اور کہیں کہ رگ رگ میں معشوق کے ساتھ وفاداری کا عشق موجود ہے۔ جب کوئی شخص میری نبض دیکھے گا تو یہ محسوس کرے گا کہ مجھ میں ایسا عشق پیدا ہوا ہے جس کو کم کرنے کے لئے دوائی کی ضرورت ہے۔ دوائی آپ کی وفاداری ہونی چاہئے جس سے کہ میرے عشق کا دباؤ کم ہوتا جائے۔

۲۔ طرز جمہور میں حب الوطنی کا عشق لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی حب الوطنی ملک کی وفاداری کے لئے شمع کی طرح دیکھنے میں آتی ہے اور یہ وفاداری ان کے نبض اور دلوں میں محسوس ہوتی ہے جس وفاداری سے ہر شہری کو حب الوطن کہا جاتا ہے۔

رونے سے، اور عشق میں بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم اِتنے کہ بس پاک ہو گئے

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب آپس میں عشق کا تناؤ بڑھتا گیا اور عشق کارآمد ثابت ہی نہیں ہوا مطلب وصل ہوا ہی نہیں دونوں الگ محسوس کرنے لگے۔ الگ الگ بیان بازی کرنے لگے لیکن یہ رونا ایک دریا کی صورت میں پیدا ہوا۔ جس کو دیکھ کر لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہجر میں دونوں کا دریا الگ الگ ہے۔ ان دونوں کا دریا عشق کے نام سے کتنا مشہور ہوا ہے۔ کئی یہ بھی تبصرہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے دلوں کو پاک بنانے کیلئے اسی دریا میں دلوں کو دھوئیں گے۔ جب ہم دلوں کو دھوئیں گے تو ہم اپنے دلوں کو پاک کہہ سکتے ہیں۔ مطلب دونوں کا عشق اپنی شاعری میں شاعر بیان کرتا ہے کہ عشق پاک ہے اور پاکی سے ہی لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ پاک دریا ہے۔ اس پاکیزہ دریا پر اپنے دلوں کو دھونا چاہئے۔ دھونے سے ان کے دل بھی پاک

ثابت ہو سکتے ہیں۔

۲۔طرز جمہور میں کئی قسم کی بدگمانیاں لوگوں میں پیدا ہوتی ہیں کئی قسم کے اچھے کارنامے بھی لوگوں کے سامنے آتے ہیں لیکن دونوں صورتوں میں لوگ پاکیزہ آدمی کو ہی اپنی رائے دیتے ہیں اور پاکیزہ کو ہی پسند کرتے ہیں اور اس کو دیکھنے کے لئے لوگ ترستے ہیں اور ترستے ترستے ان کے دلوں میں عشق پیدا ہوتا ہے جس سے پاکیزہ آدمی کو دیکھ کر ہی مطمئن رہتے ہیں اور عشق کا دباؤ کم ہوتا جاتا ہے۔

غم زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی مستی
وگرنہ ہم بھی اُٹھاتے تھے لذتِ الم، آگے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق مجھے بہت خوشی محسوس ہوتی ہے کہ جب میں نشاط میں بیٹھتا ہوں۔مطلب کسی ایسے گلستان میں بیٹھتا ہوں جس کو دیکھ کر مجھے فراغ دلی محسوس ہوتی ہے، یہ فراغ دلی تب محسوس ہوتی ہے جب میں پھولوں کو دیکھتا ہوں اس وقت مجھے پھولوں کو دیکھ کر عشق محسوس ہوتا ہے اور یہ کہہ رہا ہوں کہ میں ہمیشہ ایسے ہی پھول دیکھوں گا لیکن جب میں جاڑے کے موسم میں نشاط میں بیٹھتا ہوں میں آہ و زاری اور غم محسوس کرتا ہوں۔غم اس بات پر کہ جب میں نے ان پھولوں کو بہار میں دیکھا مجھے بہت ہی عشق پیدا ہوا۔اب جبکہ میں جاڑے کے موسم میں مجھے معلوم نہیں غم کیوں محسوس ہوتا ہے۔دراصل غم اس بات کا کہ پھول نہیں دکھتے ہیں بلکہ باغ سنسان اور ویران دکھتا ہے۔اے معشوق اس ویرانی کو دیکھ کر بھی عشق ابھرنا چاہئے اگر چہ ہم نے موسم بہار میں پھولوں کی تعریف کی لیکن جاڑے کے موسم میں ہم کیوں بھول جائیں۔جاڑے کے موسم میں بھی اس باغ کو دیکھ کر ہمارے میں عشق اُبھرنا چاہئے۔ اس کا مطلب لذت کے موقعے پر ہی عشق اُبھرتا ہے خوشی کے وقت کام آنے سے دوستی کا ہاتھ بڑھانا اچھا ہے مصیبت کے وقت بھی ہاتھ بڑھانا بہت ہی بہترین ثابت

ہوسکتا ہے۔اس لئے اے معشوق میں یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے بہار کے وقت آپ کے ساتھ عشق ابھرتا ہے لیکن ساتھ ساتھ جاڑے کے وقت بھی آپ کے ساتھ وہی عشق ابھرے گا جو عشق موسم بہار میں ابھرتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں مصیبتوں کے وقت ہی انسان کو لوگوں کے سامنے پیش آنا چاہئے تا کہ لوگوں کی مصیبتیں دور ہو جائیں اور دور ہو جانے سے لوگ یہ کہیں کہ مصیبت کے وقت امداد اور مدد کا ذکر کرنے سے عشق میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

ا۔مرزا غالب اپنے مقطع میں فرماتے ہیں کہ میں ایسا عشق کرتا ہوں جس کو دیکھ کر سن کر یہ کہیں کہ دنیا میں کسی نے ایسا عشق نہیں کیا ہے۔جیسے کہ آگ لگتے وقت اپنے آپ کو بچانے کیلئے بھاگتے ہیں لیکن مجھ میں ایسا عشق ہوا ہے کہ میں خوف کے وقت نہیں بھاگا۔میں نے ہر ایک مصیبت کا مقابلہ کیا مصیبت کو دیکھ کر بھی نہ بھاگنے کی وجہ سے اپنے عشق میں بدستور برقرار اور موجود رہا۔اگر چہ آگ دیکھنے سے لوگ بھاگتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آگ سے جلیں گے لیکن میں ایسا عشق کر بیٹھا کہ میں نے آگ میں اپنی حاضری برقرار رکھی۔میں جل بھی گیا لیکن زندہ اپنے آپ کو دیکھ کر لوگوں کے سامنے حاضر رہا۔اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے عشق کی آگ کو نہیں بجھایا اور نہ یہ آگ بجھ سکتی ہے یہ آگ برقرار تا ابد رہ سکتی ہے۔

۲۔طرز جمہور میں ایسا دور بھی آتا ہے جب بھی ہم کوئی مصیبت دیکھتے ہیں تو کئی مصیبتوں کا سامنا نہیں کرتے ہیں۔وہ بھاگ جاتے ہیں لوگوں کے ساتھ رہ کر مصیبتوں کا سامنا کرنیوالے موجود رہتے ہیں جو موجود رہتے ہیں انہی کو محبوب وطن کہتے ہیں۔

''دل ہے تو دلیر'' غالبؔ

جمہوریت جذبہ تہہ خانے

غالب نے بہت سے حرفوں پر شعر لکھے اور مختلف ادیبوں، استادوں ماہر تعلیم نے مختلف مختلف تذکرہ بیان کئے۔ اسی طرح سے غالب نے لفظ 'دل' پر بہت سے اشعار دیوان غالب میں بیان کئے ہیں جن کو پڑھ کر ہم متاثر ہوتے ہیں اور نصیحت ملتی ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے لفظ دل پر کس طرح جذبہ نصیحتوں کا سبق ہم کو عطا کیا ہے۔ ہم غالب کے شعروں کو تا ابد نہیں بھول سکتے ہیں۔

غالب کی شاعری کو میں نے تذکرہ دورِ جمہور کے ساتھ وابستہ کیا اب محققوں پر منحصر ہے کہ کیا وہ میری رائے سے اتفاق رکھتے ہیں۔ لیکن اسی طرح میں نے غالب کے دل کے الفاظ کے اشعار بھی انہی تشبیہوں پر لکھے۔

لیتا ہوں مکتب غم دل میں سبق ہنوز
لیکن یہی کہ ''رفت'' گیا اور ''بود'' تھا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک مختلف کتابوں کو پڑھ کر سبق سیکھا میں چاہتا ہوں کہ مذہبی سبق ہی پڑھوں لیکن مجھے غم ہے کہ ایسا پڑھ کر مجھے انہی اصولوں پر

قائم رہنا ہے اور میں اصولوں پر قائم رہ کر کوئی بھی غلط کام انجام نہیں دے سکتا ہوں مجھے معشوق کے ستم سے بہت غم ابھرے ہیں۔ جس کے پڑھنے سے مجھے ایسا سبق حاصل ہوا ہے کہ میں مذہبی تعلیم کا ہی اثر دل میں رکھوں لیکن مجھ میں ایسی پریشانی پیدا ہوئی ہے کہ مجھے ان اصولوں پر کار بند رہنا لازم ہے لیکن کیا کروں ایک طرف سے مذہب کے اصول اور دوسری طرف سے دل کا عشق جو کہ میں لوگوں کے سامنے پیش نہیں کرسکتا ہوں۔ میں پریشان ہوں اور اتنا پریشان ہوں کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ کس قسم کا سبق دل میں رکھوں جس سے کہ مجھے سکون آئے۔ ایسا سبق میں حاصل نہیں کرنا چاہتا جس سے مجھے پریشانی ہو۔ ہاں جب بھی کوئی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے تو تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہم اسے کہتے ہیں کہ آپ پریشان کیوں ہوتے ہو۔ کئی تعلیم حاصل کر کے نادان بن جاتے ہیں جب ہم معشوق کے اثر اپنے دلوں میں ڈالتے ہیں اور وہ ہمیں جدائی کا جامہ پہنا کر ہمیں غمگین کرتے ہیں جب بھی وہ ہم کو دیکھتا ہے تو وہ ایک بت کی طرح دیکھتا ہے تو کہتے ہیں کہ معشوق انہیں ہے کہ لفظ سے نہیں بلکہ تھا کہ لفظ سے پکارتی ہے جیسے کہ معشوق اس دنیا سے چل بسا۔

۲۔ دور جمہور میں دل میں بہت سی خواہشیں ابھرتی ہیں ان خواہشات کو یہ کہہ کر پکارتا ہے کہ صرف خواہشات ابھرتی ہیں لیکن عمل درہم برہم رہتا ہے جس سے خواہشات کا عمل پورا نہ ہونے کی وجہ سے عملی جامہ نہیں پہنا سکتا ہے۔

کہتے ہو'' نہ دیں گے ہم، دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجئے ہم نے مدّعا پایا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق تیرے دل پر میں رضا مند ہوں لیکن جب آپ میرے دل کو پسند ہی نہیں کرتیں اور نہ میرے دل پر کوئی سکون دے سکتی ہیں پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا دل پیش کیا ہے۔ جب دل دینے کا مدعا ہی نہیں پایا تو

ناکامیابی کی صورت میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر معشوق کہے گی کہ میں نے دل نہیں منظور کیا لیکن ہم یہ دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ہم نے دل کو پیش کیا ہے۔ اگر وہ ہمارے مدعا کو ٹھکرائے گی بھی ہمارا خیال اس کے دل میں ضرور پایا جاتا ہے کیونکہ وہ ہمارے دل کے لئے دوسروں سے رائے طلب کر کے معشوق کو اندرونی طور سے محبوب کے دل میں معشوق کیساتھ محبت صحیح ہے۔ تب اے معشوق میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے ہمارے دل کو ٹھکرایا ہے۔

۲۔ دورِ جمہور میں بہت سے ایسے شہری بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو بہت سے مدعا لے کر بازار میں چلتے ہیں لیکن مدعا کو حاصل نہیں کر سکتے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ناکامیاب ہو گئے بلکہ کوشش کرتے ہیں کئی وجوہات کی وجہ سے وہ کامیاب نہیں ہوتے ہیں۔ دورِ جمہور میں ایسے واقعات شہریوں میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔

دل مرا سوزِ نہاں سے بے مُحابا جل گیا
آتش خاموش کے مانند گویا جل گیا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق میرا دل ہمیشہ کئی ساز سن کر مدغم رہتا ہے۔ مدغم رہنے سے محسوس نہیں کرتا ہوں کہ بہار ہے یا جاڑے کا موسم ہے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں سب خیالوں سے جدا ہوں مختلف سازوں کو سن کر دل کو مست رکھتا ہوں خاموش ہوں پھر میں یہ سوچتا ہوں کہ خاموش رہ کر کتنے وقت الگ بیٹھوں اور ساز سن کر اپنے دل کو مست رکھوں مجھے آخر دنیا کے ماحول سے میل رکھنا ہے لیکن میں یہ میل تب رکھ سکتا ہوں جب معشوق میرے ساتھ اپنے دکھ درد پر دل کے ساتھ ساتھ رہے۔ اے معشوق میں ان باتوں کو الگ کرتا ہوں کیونکہ آپ میرے ساتھ وفا دکھانا چاہتی ہو وفا کے اصول آپ میں پائے جاتے ہیں۔ تبھی تو میں اپنے دل کو الگ رکھ کر دل کو مختلف سازوں میں مست رکھتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اس سے کوئی بھی غلط فہمی پیدا

نہیں ہو سکتی ہے لیکن کتنی دیر تک یہ خاموشی بے وفائی میں الگ رہ سکتی ہے۔

۲۔دور جمہور میں عوامی رابطہ ہر ایک شہری کو رکھنا پڑتا ہے ہر ایک شہری کو ایک دوسرے کے مزاج پرسی کا خیال رکھنا ہے۔طرز جمہور میں ہمیں اس بات سے گوارہ کرنا چاہئے کہ ہمیں ہر ایک دوست کے ساتھ دکھ اور سکھ میں ساتھ دینا ہے یہ نہیں کہ ہم الگ تھلگ رہ کر کئی سازوں کو سن کر بیٹھ جائیں اور تماشائی بن جائیں۔دور جمہور میں ان باتوں کا احساس ضرور ہر ایک شہری کو رکھنا لازمی ہے۔

دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں
آگ اِس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں ایسا شوق رکھتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ وصل کروں لیکن آپ اپنی دوستی میں تناؤ پیدا کرتی جس سے کہ لفظ وصل باقی رہتا ہے مطلب وصل کا رجحان قرضے میں پایا جاتا ہے جب میں چاہتا ہوں کہ وصل کروں اور وصل سے محروم ہو جاتا ہوں اسی لئے ایسے گھر پر نظر ڈال کر کہتا ہوں کہ اس گھر کو آگ لگے جس گھر میں اس قسم کا رجحان ہی پیدا نہیں ہوتا کہ معشوق کو گھر کے اندر لا کر وصل کا انتظام کیا جائے ، جب گھر کا مالک ہی نہیں چاہتا اے معشوق ایسے گھر کو آگ ہی لگنی چاہئے ۔ایسے گھر کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا ہوں۔ جب آپ میرے خلاف ہو مجھے چاہتی ہی نہیں ہو اور میں کہتا ہوں کہ گھر آپ کا ہے اور دوسروں کے لئے مشورہ اچھا دے کر چاہنے والے کو ٹھکراتی ہو اسی لئے ایسے گھر کو آگ لگے جس گھر کا مالک اپنے معشوق کو فتویٰ دے رہا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی رہنما کسی دوسرے محلے میں جاتا ہے اور وہاں اپنے محلے والوں کے خلاف اپنی آواز بلند کرتا ہے تو محلے والے یہ کہہ رہیں کہ اس کے گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے۔اس قسم کا رجحان طرز جمہور میں عام

طور پر پایا جاتا ہے جو کہ بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو، غالبؔ! کہ دل
دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا دل کوئی غلام نہیں ہے اور میں اپنے دل کو شہنشاہ کی طرح دیکھنا چاہتا ہوں ایسی خواہشات دل میں رکھتا ہوں کہ میں ایک افسر کی طرح پیش آؤں۔دوسرے میرے متعلق یہ بات کہیں کہ یہ کوئی افسر ہے۔لیکن تجھ کو دیکھ کر میں حیران ہو گیا حیرانگی اس بات کی کہ سب لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس دنیا میں اس معشوق نے کئی لوگوں کو محروم کر کے پریشان کیا ہے۔ لیکن اے معشوق مجھ میں ایسار جحان نہیں ہے نہ میں کسی کو غلامی میں دیکھنا چاہتا ہوں اور نہ میں خود غلام بننا چاہتا ہوں۔اسی لئے اے معشوق اگر آپ کو دل کی قوت ہے تو دل کو پیش کیا جائے۔اگر قوت ہے ہی نہیں تو میں اپنی قوت سے یہ دل دے کر آپ سے ہی کہنے والا ہوں کہ آپ خود بخود یہ کہو گی کہ میں نے دل پیش کیا ہے۔

۲۔دورِ جمہور میں لوگوں کے دباؤ سے فرد کے اصول تہس نہس ہو گئے اگر کوئی شخص طرزِ جمہور میں یہ کہے کہ یہ کام ہونا چاہئے لیکن عوام اگر اس کام کے خلاف ہو تو اس فرد کا کہنا ہی منسوخ ہو جاتا ہے۔مطلب عوامی راج میں اکثریتی اصولوں کے تحت دلوں کے مطالبات منظور کئے جاتے ہیں۔

دل حسرت زدہ ، تھا مائدۂ لذّت درد
کام یاروں کا بقدر لب و دنداں نکلا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں حیران ہوں جب دوسرے فریق آپ کے بارے میں باتیں کرتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کو بدنام کروں لیکن بدنام کرنے سے پہلے میں آپ کی بدنامی نہیں چاہتا ہوں مجھے اس بدنامی سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا

بلکہ درد محسوس ہوگا۔ دوسرے اشخاص آپ کے بارے میں کئی باتیں کہتے ہیں۔ یہ سن کر یہ محسوس کر رہا ہوں کہ دوستی میں دوست کے خلاف کسی کی زبان سے شکوہ سننا اچھا نہیں ہے۔ لیکن حیران ہوں ان دوستوں کو کیسے آپ کی مخالفت کرنے میں لذت آتی ہے لیکن لذت کو میں لذت نہیں کہتا بلکہ کھٹا پن محسوس کر کے ندامت محسوس کرتا ہوں اس لئے اے معشوق ایسے دوستوں کے ساتھ رابطہ قائم نہیں کرنا چاہئے جن سے چغلی سننے کا موقعہ فراہم ہو جائے۔ اور ہم دونوں کے رشتے اس سے بدنام ہو سکتے ہیں۔ اے معشوق چغلی سننے سے اور چغلی کرنے سے مجھے کوئی لذت محسوس نہیں ہوتی بلکہ میں درد محسوس کرتا ہوں۔ اسی لئے اس درد کو کم کرنے کیلئے اے معشوق گذارش کرتا ہوں کہ آپ ندامت میں رہے تا کہ کسی وقت کوئی غیر موافق بات نہیں چھیڑے۔

دور جمہور میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو ندامت کے اصول نہیں اپناتے ہیں بلکہ وہ چغل خور بن جاتے ہیں اور چغل خوری سے لذت پیدا ہوتی ہے کیونکہ بے روزگاری کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور اپنے دل بہلانے کے لئے چغلی کرتے ہیں۔

دل میں پھر گریے نے اک شور اُٹھایا غالبؔ
آہ! جو قطرہ نہ نکلا تھا، سو طوفاں نکلا

ا۔ مرزا غالب فرماتے ہیں کہ جب بھی میں کوئی شور سنتا ہوں یا کوئی شور اٹھاتا ہے میرے دل کو سکون نہیں ملتا ہے بلکہ میں غمگین اور مایوس ہو جاتا ہوں۔ افسوس اس بات کا کرتا ہوں کہ کوئی شخص آنسو نہیں بہاتا ہے بلکہ وہ ہنستے ہیں جیسے کوئی طوفان دیکھنے میں آتا ہے لیکن اے معشوق ان کو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر وقت کوئی غمگین نہیں رہ سکتا ہے۔ کبھی غم تو کبھی خوشی کا وقت بھی دیکھتے ہیں ان دونوں کو دیکھ کر اور محسوس کر کے ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمیں ایک دوسرے کے غم اور خوشی میں شامل ہونا چاہئے۔ طوفان کبھی آتا ہے اور کبھی نہیں آتا۔ ان دونوں کو مدنظر رکھ کر ہمیں سوچنا چاہئے کہ کسی کے

دکھ میں ہنسنا نہیں چاہئے بلکہ ہمیں دکھ میں ساتھ دے کر ہمدردی دکھانی چاہئے۔ اے معشوق میرے دل میں اسی لئے غم محسوس ہو رہا ہے کہ کیسے کیسے عاشق اس دنیا میں خدانے بھیجے ہیں جن کے ہم ایسا ماحول دیکھتے ہیں۔

۲۔طرز جمہور میں ایک دوسرے کی مدد کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ عالمی دنیا میں شخصی راج رہا ہی نہیں آج کے دور میں ہر ایک ملک میں عوامی راج ہے۔ جس سے ہمیں ایک دوسرے ممالک کو آفت کے وقت ہمدردی دیکھانی چاہئے۔

دل تا جگر کہ ساحل دریائے خوں ہے اب
اس رہ گزر میں جلوۂ گل آگے گرد تھا

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ اے معشوق میں اپنے دل کو ساحل پر رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ آپ کے شکوے سے مجھے دریا محسوس ہوا آپ کی جدائی اور بے وفائی سے دریا بن گیا۔اب اس دریا کو دیکھ کر میرا دل سوچتا ہے کہ کیوں نہ دریا کے کنارے بیٹھ کر اس دریا کے مستقبل کے بارے میں سوچا جائے اور جب بھی کوئی ساحل پر مجھے دیکھے گا میں ان سے التماس کروں گا کہ دیکھئے دریا اور گل کو جس سے جلوہ پیدا ہوتا ہے اور ان سے یہ گزارش کروں کہ اس جلوے سے میرے دل میں دریا پیدا ہوا۔اب یہ دریا دیکھ کر ساحل کی طرف بیٹھا ہوں۔اے معشوق ایسی نوبت آتی نہیں اگر آپ کا رویہ میرے ساتھ ایسا نہیں رہتا۔

۲۔دور جمہور میں ایسی باتیں بھی ہوتیں جن سے ہم بہت سے شہریوں کے اصولوں میں شہریت نہیں پاتے بلکہ وہ اپنی شہریت کے اصول خراب کرنا چاہتے ہیں جن اصولوں سے ملک برباد ہو سکتا ہے۔اسی لئے ایسے شہریوں کی شناخت کر کے ہمیں ان کے ساتھ رابطہ نہیں رکھنا چاہئے جن سے کہ ایک دریا بن جائے اور جس کو پار کرنے کے لئے بہت سی مشکلات پیدا ہو سکتے ہیں۔

شمار شبحہ مرغوب بُت مشکل پسند آیا
تماشائے بہ یک کف بُردن صد دل پسند آیا

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ اے معشوق میں مشکل میں ہوں مشکل میں اس لئے ہوں کہ میں آپ کے عشق میں الگ رہ کر ایک بت کی شکل اختیار کی لیکن جب بھی آپ مجھے بت کی شکل میں دیکھو گے تو آپ اپنی رائے کس طرح سے دیں گے۔کیا آپ میری شکل کو تماشائی صورتحال میں دیکھو گی یا میری شکل پر صدمہ محسوس کرو گی یہ کہنا آپ کے ہی دائرے اختیار میں ہے۔آپ میری شکل کو بت کی صورت میں دیکھو گی۔ بت کی شکل میں دیکھنے سے آپ کے دل میں صدمہ آئے گا اے معشوق اگر آپ نے ایسا رویہ اختیار نہیں کیا ہوتا تو مجھے اپنی شکل بت کی صورت میں کیوں دیکھانی یا وضاحت کرنی تھی اسی لئے میرے دل میں آپ کے لئے صدمہ پیدا ہوا ہے۔

۲۔دورِ جمہور میں جب بھی کوئی شخص لوگوں کی بھلائی کیلئے کام کرتا ہے تو لوگ اس شخص کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس شخص کو مرنے کے بعد اس کی قبر پر گل باری کرتے ہیں اور اچھے کاموں کا تذکرہ کر کے دلوں کو تازہ کرتے ہیں اس طرح سے اس شخص کا یادگاری دن مناتے ہیں۔

دل گزر گاہِ خیال مَے و ساغر ہی سہی
گر نفس جادۂ سر منزل تقویٰ نہ ہوا

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ جب بھی میں نے اپنا دل معشوق کے لئے نچھاور کیا تو صحیح انداز سے اپنی پاک محبت پیش کی لیکن افسوس ہے کہ اس پاک محبت پر معشوق کو کوئی اثر ہی نہیں ہوا۔جس سے کہ میرے غم نے اسے ساغر بنایا۔ساغر اس بات کا کہ میں نے اپنے طور سے دل کو پیش کیا لیکن معشوق کو گوارہ نہیں ہوا۔گوارا نہ ہونے کی وجہ سے جدا ہو گئے اب یہ محبت ساغر میں مبتلا ہوا۔دیکھ کر بھی معشوق کو کوئی احساس ہی نہیں ہوا۔

معشوق کے دل میں کوئی تقاضا ہی نہیں ہے لیکن میرے دل میں ان کے لئے احترام کا تقاضا تا ابد موجود ہے۔ اگر ساغر دیکھ کر انہیں دل میں احساس ہوتا تو اتنا آپسی تناؤ نہیں دیکھنے میں آتا۔

۲۔ دور جمہور میں ہر ایک چیز پر بحث ومباحثہ ہوتا ہے اور اس چیز کو عوام تب پسند کرتی ہے جب وہ چیز عوام کے لائق ہو۔ جب چیز عوام کے لائق ثابت ہوتی ہے تو اس سے عوامی مانگ رہتی ہے اور عوامی مانگ سے اس چیز کی پیداوار بڑھانے کیلئے لوگ ایک جٹ رہتے ہیں۔ مطلب بے روزگاری کا رجحان کم پایا جاتا ہے اور کئی بے روزگار اس چیز کو بنانے کیلئے مصروف رہتے ہیں۔

دکھاؤں گا تماشا، دی اگر فرصت زمانے نے

مرا ہرا داغِ دل، اک تخم ہے سروِ چراغاں کا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں اپنے عشق میں تماشا بین نہیں بننا چاہتا ہوں آپ مجھے اگر تماشا بین بنانا چاہتی ہو لیکن میں لوگوں کے سامنے ایسے تماشا دکھانے والا نہیں ہوں۔ میں ایسا رجحان پیدا کرنے والا ہوں جس سے لوگ فرصت کے وقت بھی تماشا نہیں دیکھیں گے۔ جب وہ آپ کے صدمے کا سرسبز داغ میرے دل پر دیکھیں گے اُنہیں یہ محسوس ہوگا کہ یہ داغ کن اصولوں سے ابھرا ہے۔ اور اس داغ کو دیکھ کر لوگ چراغاں کریں گے مطلب یہ کہیں گے کہ یہ تماشا نہیں ہے یہ بے وفائی نہیں ہے بلکہ یہ معشوق اور محبوب کا ایسا داغ ہے جو کہ ہرا ابھرا ہے۔ جس داغ کو دیکھنے سے بہت سی نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں اور اس نصیحت کو پڑھ کر ہم چراغاں کرنا چاہتے ہیں۔ مطلب کوئی یہ کہے گا کہ میں کبھی بھی کوئی تماشا بننا نہیں چاہتا ہوں اور اگر میں آپ کے لحاظ سے تماشا بین ہوں لیکن میں اس تماشا کو لوگوں کو اپنے اصولوں کے ذریعے دکھاؤں گا اور وہ اسے تماشا نہیں کہیں گے بلکہ وہ فرصت سے کہیں

گے کہ جو بھی داغ معشوق کے دل میں ہے وہ صحیح ہے اسی لئے وہ ان صحیح باتوں پر چراغاں کریں گے۔

۲۔دور جمہور میں جب بھی کوئی بات عوام کے سامنے چھیڑتے ہیں اور اس کی رائے عوام سے لی جاتی ہے اور اس رائے سے جیت ہار کے مختلف رجحان دیکھنے میں آتے ہیں۔زیادہ تر اکثریتی لوگ اپنی رائے سے جیتتے ہیں اور اس جیت پر لوگ مسرت کا دن مناتے ہیں اور چراغاں بھی کرتے ہیں۔

شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرہ ابر آب تھا
شعلۂ جوّالہ ہر یک حلقہ گرداب تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب شب کے وقت آپ کی یاد آتی ہے تو مجھے دل میں آپ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس جذبے سے میں ساز محسوس کرتا ہوں کانوں میں ساز کی گونج سے مجھے کوئی غمزدگی محسوس نہیں ہوتی ہے پھر بھی آپ کی تنہائی پر روتا ہوں جس طرح آسمان پر بادل چھائے ہوتے ہیں جس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ بارش آنے والی ہے لیکن بارش بہت دیر تک نہیں برستی ہے۔جیسے کہ گرمی کے موسم میں جب ہم رات کو سوتے ہیں تو ہم جدائی میں معشوق کو یاد کرتے ہیں اور گرمی بھی محسوس کرتے ہیں لیکن ہم تناؤ میں اپنے آپ کو رکھتے ہیں اسی طرح اے معشوق مجھے آپ کی جدائی پر غم محسوس ہوتا ہے جس غم سے میں بہت ہی مشکل میں اپنے آپ کو محسوس کرتا ہوں اور آپ کے جدائی پر روتا بھی ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ کیوں نہ میں زہر کھا کر اپنی زندگی کو ختم کروں۔لیکن مجھے ایسا کرنے پر روک ہے۔میں یہ سوچتا ہوں کہ ضرور گرمی میں بارش آنے والی ہے معشوق میری جدائی پر رونے کا رجحان پیدا کرے گا جس سے کہ زہر کھانے کی ضرورت نہیں اور اس کے رونے سے ملاقات ضرور متوقع ہے لیکن اے معشوق میں صبر سے کام لیتا ہوں اور صبر میں ہی مجھے

پورا یقین ہے کہ آپ کسی نہ کسی طریقے سے وصل کا لفظ استعمال ضرور کروگی۔

۲۔ دورِ جمہور میں واردات اور حادثات دیکھنے میں آتے ہیں لیکن ان کی بنیاد مختلف کہانیوں پر منحصر ہوتی ہے جن کا حوالہ ان کے دیکھنے سے ملتا ہے اور لوگ محسوس کرتے ہیں کہ طرزِ جمہور میں ایسے واقعات رونما ہونے سے لوگوں کا صبر و تحمل کام آتا ہے اور کبھی کام نہیں آتا ہے۔

ناگہاں اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا
دل کو ذوق کاوشِ ناخن سے لذت یاب تھا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں معشوق کے احساس سے دل میں صدمہ پیدا ہونے لگا اور پیار میں اقرار بھی نہیں ہوا، لیکن پھر بھی مجھے معشوق کی محبت سے دل کا لگاؤ ہوا اور جب یہ لگاؤ ہوتا ہے تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ کیسی محبت ہے یا خون کی حرارت ہے جس سے میرے دل میں، آنکھوں میں، زبان میں دھڑکن سی محسوس ہوتی ہے۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ کوئی ناگہانی بلا تو نہیں ہے۔ دل کا شوق دل کے ترانے سے مجھے محبت کے ساتھ ساتھ لذت پیدا ہوتی ہے۔ مجھے معشوق کے دل و زبان پر لذت محسوس ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ معشوق کے ساتھ ہمیشہ پیار کروں اور محبت سے رہوں، میرے دل کا ذوق ہے۔ دل کے ذوق سے ہی مجھے دل میں دھڑکن پیدا ہوتی ہے، لیکن دراصل خون یا آنکھوں کی کشش ہے۔ جب میں اپنے دانتوں سے ناخن چبانے بیٹھتا ہوں تو اس سے میں محسوس کرتا ہوں کہ خون اُبلنے لگا ہے جب میں دور اپنے معشوق سے ہوتا ہوں۔ میں کئی تجویزیں سوچتا ہوں کہ کس طرح میں معشوق کے ساتھ ملاپ کروں۔ سوچتے سوچتے میں اپنے ناخن و دانتوں کو زبان کے ساتھ رکھ کر لذت محسوس کرتا ہوں ناخن کو منہ سے چبانا اور دوسرے رنگ میں معشوق کے وصل کے لئے لذت محسوس ہوتی ہے لیکن کب تک ان باتوں میں لذت محسوس ہو سکتی ہے۔ یہ

لذت بھی مجھ سے جدا ہوسکتی ہے جدا اس لئے کہ مجھے معشوق کے ساتھ وصل ہی نہیں ہوگا تو لذت کیسے پیدا ہوسکتی ہے۔ ہاں میں سوچتا ہوں کہ مجھے وصل معشوق کے ساتھ ہونا چاہئے۔

۲۔ دور جمہور میں جب کوئی رہنما لوگوں کی مشکلات کے بارے میں سوچتا ہے وہ بھی سوچتے سوچتے اپنے ناخن کو دانتوں میں رکھ کر مشکل کا حل ڈھونڈتے ہیں لیکن کئی رہنما اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ خیر طرز جمہور میں لوگوں کو اپنانے کیلئے رہنماؤں کو کئی کئی تجویزیں اپنے دل و دماغ میں قائم و دائم رکھ کر پیش کرتے ہیں یہ خاص وقت پر رہنما ناخن کو دانت میں رکھ کر سوچتے ہیں۔

نالۂ دل میں، شب، اندازِ اثر نایاب تھا
تھا سپند بزم وصل غیر گو بے تاب تھا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں دل سے آہ وزاری کرتا ہوں، اس بات کی آپ کے دل میں میرے بارے میں کوئی اثر ہی پیدا نہیں ہوا ہے جب بھی میں رات کے وقت اپنے آپ کو اکیلا محسوس کرتا ہوں تو میں آپ کی غیر حاضری پر آہ وزاری کرتا ہوں۔ دل میں آہ وزاری اسی لئے پیدا ہوتی ہے کہ جب شب کا اندازہ دیکھتا ہوں تو وہ شب کا اندازہ آپ کی موجودگی میں دکھانا چاہتا ہوں، اس بات کا ذکر بھی کیا تھا کہ میں کسی بزم میں آپ سے ملاقات کروں۔ اے معشوق مجھے یہ بھی شوق تھا کہ آپ مجھے خواب میں آکر بزم میں وصل کروگی۔ لیکن وصل بھی فضول رہا۔ مختصر میں نے کسی بھی طریقے سے آپ کے ساتھ وصل کیا ہی نہیں۔ یہ شوق زیادہ مجھ میں شب کے وقت ابھرتا ہے لیکن کروں کیا آپ ہمیشہ جدا اور غیر حاضر رہتی ہو۔

۲۔ دور جمہور میں لوگوں کو اپنا غم وغصہ دکھانے کے لئے احتجاج کرنے پڑتے ہیں۔ احتجاج کرتے کرتے انہیں رہنماؤں کا ساتھ بھی ملنا چاہئے۔ جس سے کہ ان

کے غصہ پر حکومت کے ایوانوں میں نظر ثانی کی جا سکتی ہے لیکن یہ نظر ثانی کب ممکن ہے۔ جب ایک ہجوم لوگوں کا احتجاج کرتے۔ ورنہ واحد کا احتجاج سے کوئی بھی امید دیکھنے میں نہیں آتی۔

آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے؟
کل تلک تیرا بھی دل مہرو وفا کا باب تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں آپ سے یہ گلہ کرتا ہوں کہ جن کو آپ نے اپنا دل دے دیا اور دل دے کر اُن کو قید میں رکھا ہے وہ آپ کے قیدی بنے ہیں اب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جن کو آپ نے دل دے کر وفاداری کے طور طریقے سے قیدی بنایا ہے آج کیوں نہیں اُن کے بارے میں کوئی افسوس یا شکوہ کرتی ہو۔ جو کہ کل تک آپ کے دل کے لئے ترستے تھے اور آپ اُنہیں آفتاب کے مانند نور کا احترام کرتے رہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آج آپ ان کے دل کی وفائی پر کچھ بھی نہیں بتاتی ہو۔ کل تک آپ ان کے لئے وفائی کا جامہ پہنا کے وفائی کا دل پیش کر رہی تھی۔ اے معشوق میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ محبت پاک سمجھی جائے گی جن کو آپ نے قیدی بنا کے کل تک پیار سے رکھا لیکن آج ان پر ترس بھی نہیں آتا۔ شاعر فرماتے ہیں معشوق کے ارادوں پر کوئی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کل ایک بات کہنے والے اور آج دوسری بات پر غور کرنے والے۔ لیکن محبت کے طرز پر قید خانے میں رہنا بہت ہی غلط ثابت ہوتا ہے۔ کرے کیا محبوب معشوق مجبور ہوتا ہے مجبوری کے ناطے قید خانے میں بھی رہنا پسند کرتا ہے اور وفائی کے لئے اپنی جان نچھاور کرتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں ایک دوسرے کے تانے بانے شکوے عام طور پر پڑھتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اور عمل بھی ہوتا ہے، ہر ایک کا شکوہ درست ثابت ہوتا ہے کوئی شکوہ بتا کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے لیکن طرز جمہور میں ایسی باتیں ہر ایک آدمی، ہر

ایک شہری آپس میں اُچھالتے ہیں اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

عشرت پارۂ دل زخم تمنا کھانا
لذت ریش جگر عرقِ نمکداں ہونا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ عیش وعشرت کے لئے دل ہمیشہ پیش پیش ثابت ہوتا ہے لیکن ہر وقت دل کو عیش وعشرت کے سامان مہیا نہیں ہو سکتے ۔ جب انسان کو عیش وعشرت کے سامان مہیا نہیں ہوتے ہیں تو اس وقت وہ بہت ہی غمگین رہ کر عیش وعشرت کے سامان ڈھونڈ ھنے کے لئے بہت کوشش کرتا ہے اس سے دل میں زخم نمودار ہوتا ہے ۔ کیونکہ وہ لذت سے کوئی بھی چیز کھاتا ہی نہیں جبکہ اس سے غمگین ماحول دل کے اردگرد دیکھنے میں آتا ہے۔لذت پانے کے لئے وہ اتنی کوشش کرتا ہے لیکن کسی اورلذت میں رہ کردل کو مدغم رکھتا ہے شاعر فرماتے ہیں کہ لذت کے لئے کوئی ایسا شربت مہیا ہی نہیں ہے جس سے دل لذت میں رہے۔ ہاں شربت سے ہمیں کچھ نہ کچھ فائدہ ہو ہی جاتا ہے۔اب شاعر فرماتے ہیں کہ اس لذت کے لئے معشوق ہی شربت کے برابر لذت کا مقام پاتا ہے جس کے عشق سے اور عیش وعشرت سے دل میں لذت پیدا ہوسکتی ہے۔مطلب شاعر کا یہ ہے کہ شربت سے بھی معشوق کے ساتھ وابستگی رکھنے سے لذت پیدا ہو ہی جاتی ہے۔

۲۔طرز جمہور میں ہمیشہ کوئی یہ سوچتا ہے کہ وہ عوامی حلقوں میں عزت اور احترام سے رہے عزت واحترام کے لئے وہ بہت سے حربے استعمال کرتا ہے ۔لیکن جس طرح بیمار کو شربت پلایا جاتا ہے تا کہ اس سے بیماری دور ہو جائے ۔اس عیش وعشرت کے لئے خدانے کوئی ایسا شربت پیدا نہیں کیا ہے جس سے کہ ہم عیش وعشرت میں رہیں۔ ہر ایک دور خواہ وہ شخصی راج ہو یا جمہوری راج ہو ان دونوں میں محنت کی بہت ہی ضرورت ہے۔جس سے کہ عیش وعشرت کے سامان میسر ہو سکتے ہیں۔

نالۂ دل نے دیے اوراق لختِ دل بہ باد
یادگارِ نالہ، اک دیوان بے شیرازہ تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں دل کو پریشان رکھ کر ہم دوسرے دل کو اپنانا چاہتے ہیں جس سے کہ دل کی پریشانی دور ہو جاتی۔ دل کو اپنانے کیلئے اپنا دل بھی پریشان رہتا ہے۔ مطلب معشوق کو اپنانے کیلئے اور اس سے محبت کرنے کیلئے دل آزردہ رہتا ہے۔ آزردہ اسی لئے رہتا ہے تاکہ محبوب کے ساتھ پاک محبت ہو۔ اس کے لئے دل میں کوئی وقت ہی مقرر نہیں اور دل کے ساتھ جوڑنے کیلئے ایک بھرپور کہانی لکھتے ہیں اور جب بھی ہم دل کے ساتھ جوڑتے ہیں اُس وقت ہم ایسی کہانیوں کو پڑھتے ہیں اسی کتاب کے صفحوں کو کھول کر ہر ایک صفحے کی داستان پڑھتے ہیں جس سے کہ ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ کس وقت کون کون سی تکلیف اُٹھانی پڑے اور ان صفحوں پر مشتمل جو بھی کتاب یا کہانیاں پڑھتے ہیں وہ ایک دیوان کی حیثیت سے میسر ہوتی ہے جیسے کہ لیلیٰ مجنون یا رستم سہراب جیسی کہانیاں پڑھ کر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ دل کو دل کے ساتھ وابستہ کرنے کیلئے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن جب اس شیرازہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ کہنا پڑھتا ہے کہ کیا معشوق کو محبوب کے ساتھ ملنے کے لئے ایسی داستان لکھنی پڑتی ہے۔ یا دیوان کا باب کھول کر پڑھتے ہیں۔ اس بات کا احساس اس معشوق کو ہونا چاہئے جو کہ محبوب کے دل کو چاہتا ہے۔ اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے اب عشق سے نفرت نہیں ہے لیکن پھر بھی لذت کے حساب سے عاشق اور معشوق کی تعریف بدستور لکھتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں ہم کئی واردات کئی حادثات دیکھتے ہیں ان دونوں کو جمع کر کے تاریخ داں اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور پڑھنے والے اس سے پڑھ کر یہ محسوس کرتے ہیں کہ طرز جمہور کے کس دور میں کیسے کیسے حالات رونما ہوئے اور ان حالات کو

قابو میں رکھنے کیلئے حکومت کی طرف سے کون کون سے اقدامات کئے گئے۔

بے نیازی حد سے گذری، بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرماویں گے "کیا"؟

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ ہم ہمیشہ معشوق کے نیاز مند رہے اور یہ نیاز مندی حد سے باہر گذری۔ جب ہم نیاز مند رہ کر یہ سوچتے ہیں کہ کتنی دیر تک ہمیں معشوق کا نیاز مند رہنا ہے۔ جب ہم معشوق کو نیاز مند کے جذبے سے یہ کہتے ہیں کہ اے معشوق آپکا کیسا حال ہے کیا آپ اچھے طریقے سے اپنا دن گذارتی ہو لیکن وہ ہمیشہ اس نیاز مندی کے جذبے سے جواب اچھے طریقے سے نہیں دیتی ہے بلکہ وہ ہمیں سوال و جواب کرنے سے پریشان رکھتی ہیں ہمیں یہ بھی کہتی ہے کہ ہم ان کو نہیں جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتے ہیں یہ سن کر ہم کہہ رہے ہیں کہ اتنی نیاز مندی کر کے معشوق کا جواب اچھے طریقے سے نہیں ملا۔ جس سے کہ یہ سوچتے ہیں کہ بے نیازی حد سے زیادہ گذری ہے جس سے کہ بے وفائی کے ماحول سے گذر کر وفاداری کو بے وفائی کے نام سے پکارتے ہیں پھر بھی ہم مایوس نہیں رہتے ہیں۔

۲۔طرز جمہور میں نیاز مند کا لفظ بہت ہی کم پایا جاتا ہے لیکن عوامی ربط وضبط کے لئے نیاز مند کا لفظ بہت ہی ضروری ہے عوامی دور میں کسی سرکاری اہلکار کو خط وکتاب میں نیاز مند لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن عوامی دور میں جب کوئی فرد اس لفظ کو مٹانا چاہتا ہے تو وہ تعلیمی ، معاشی اور دیگر طریقوں سے اپنے آپ کو سدھار کر اس سے خود عوامی حلقوں میں نیاز مند کا لفظ نہیں استعمال کرتا ہے۔ مطلب وہ اپنے رتبے سے شہریوں میں بہت بڑا آدمی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی لئے دور جمہور میں نیاز مند کسی کسی وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن ربط وضبط اور قانونی احترام کے لئے نیاز مند کا لفظ استعمال میں لانا پڑتا ہے۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

ا۔شاعر فرماتے ہیں معشوق سے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر میں نے آپ کو اپنا دل پیش نہیں کیا تو آپ جب مجھے دیکھتی ہو تو آپ کو میرے دیکھنے سے کشش کیوں پیدا ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ میرے دل میں بھرپور بسے ہوئے ہو۔آپ نے میرے دل کو اپنے دل میں پناہ دی ہے لیکن اب کئی وجوہات کی وجہ سے آپ کہنے کیلئے شرمندہ ہوتی ہو۔ ورنہ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے اپنے دل کو میرے دل میں نہیں بسایا ہوتا تو آپ میرے لئے خلش محسوس نہیں کرتیں۔ خلش (غمزدگی) کس طرح محسوس ہوتی ہے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اسی لئے اے معشوق میں آپ کا احترام کرتا ہوں اور مجھے پورا یقین ہے کہ آپ بھی دل ہی دل میں احترام کرتی ہو۔

۲۔طرز جمہور میں چناؤ کے دوران ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ لوگ کس کے حق میں اپنی رائے دیں گے لوگوں کے پاس یہ ایک خفیہ راز دل میں رہتا ہے۔ اسی طرح شاعر نے بھی فرمایا ہے کہ معشوق کو میرے ساتھ وابستگی ایک خفیہ سوچ ہے جس سوچ کو عوامی حلقوں میں نہیں بتا سکے۔

سن اے غارت گرِ جنس وفا! سن
شکست قیمت دل کی صدا کیا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق میں آپ کو یہ بات سنانا چاہتا ہوں کہ آپ کے لگاؤ سے اور آپ کے دل سے مجھ میں وحشت پیدا ہونے لگی۔ مجھے اس وحشت سے بیماری محسوس ہونے لگی۔ میں صحت یاب تب ہو سکتا ہوں جب آپ مجھے وفائی کے نام سے پیش آؤ گی۔ مطلب میں آپ کو دل پیش کرتا ہوں آپ کو بھی دل پیش کرنا ہے۔ جس

کے لئے مجھے بیماری کا شکار ہونا پڑتا ہے اور وحشت کا بھی شکار ہونا پڑتا ہے۔ اگر آپ مجھے وفائی میں پیش آؤ گی تو مجھے کسی غارت کا خوف نہیں ہوگا۔ آپ میرے دل کی غارت ہو۔ لیکن یہ غارت تب ٹل سکتا ہے جب آپ وفائی کے نام سے مجھے پیش آؤ گی وفائی پیسوں سے نہیں ملتی ہے۔ مطلب دل کو ہم پیسوں سے نہیں خرید سکتے ہیں۔ اسی لئے میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ دل کو میرے دل کا غارت بناؤ۔ اس غارت کو ہٹانے کے لئے میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ مجھے وفائی کے طور، طریقے سے پیش آجائیں۔ ورنہ میں اپنے پیسوں سے دل کو خرید سکتا تھا۔ آج تک کسی نے دل کو پیسوں سے نہیں خریدا ہے نہ کوئی بازار دیکھنے میں آتا ہے اور نہ کوئی دوکان جسے خرید وفرخت کے لئے پیسوں کا استعمال کیا جائے۔ اسی لئے اے معشوق میں آپ کی وفائی کے لئے اور اپنی وفائی کیلئے یہ کہہ رہا ہوں کوئی قیمت ادا نہ کرنا پڑے۔

۲۔ طرز جمہور میں ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں چناؤ کے دوران رہنما پیسوں کا استعمال کر کے جیت حاصل کرتے ہیں۔ مطلب حقیقت میں لوگوں کی رائے پیسوں سے ہی دب جاتی ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ محبت خریدی نہیں جاتی ہے نہ اس کی کوئی دکان ہے جس سے کہ دل کو خرید سکے لیکن روپیوں سے ووٹ دینا قانون کے خلاف مانا جاتا ہے۔

رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے؟
لے کے دل ، دل ستاں روانہ نہ ہوا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں معشوق میرا دل پریشانی میں ہے۔ پریشان اس لئے ہے کہ میں آپ کے دل کا رہزن (ڈاکو) بنا ہوں لیکن میں نے اپنے طور طریقے سے آپ کے لئے اپنا دل پیش کیا ہے اس کے باوجود آپ میرے دل کو ستا کر وفائی کا جامہ نہیں پہناتی ہو۔ کیا میں نے آپ کے لئے اپنا دل پیش نہیں کیا۔ کیا میں نے آپ کے دل

کے لئے رہزنی نہیں کی۔ کیا میں آپ کے لئے رہزن نہیں بنا۔ معشوق میں پوچھنا چاہتا ہوں آپ کا پیار خوشی کا باعث ہونا چاہئے کہ میرا محبوب محبت کے لئے رہزن بنا ہے۔ اسی لئے اے معشوق مجھ میں کوئی تناؤ نہیں ہے۔ مجھ میں آپ کے لئے دل کا پریشان ہونا بدستور جاری ہے۔

طرز جمہور میں عام طور پر لوگوں میں خودغرضی کا رجحان بھی پایا جاتا ہے۔ خودغرضی میں کئی طریقے کے حربے استعمال کرتے ہیں کسی رہنما سے روز ملنے کے لئے مجبور کرتے ہیں اور رہنما کو محسوس ہوتا ہے کہ مجھ پر کام کرنے کے لئے دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ جس کو وہ ستاؤ کے لفظ سے بھی استعمال کرتا ہے۔ شاعر فرماتا ہے کہ میں معشوق کے ہی ستاؤ پر ایک رہزن بنا ہے۔ ستاؤ نہ کرنے کی وجہ سے طرز جمہور میں رہنما لوگ عوام کو چن چن کر اجازت دیتے ہیں۔ تاکہ غلط کام کرنے پر ستاؤ نہ آجائے۔

دل اُس کو پہلے ہی ناز وادا سے دے بیٹھے
ہمیں دماغ کہاں حُسن کے تقاضا کا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق میں اپنا دل پہلے ہی آپ کو دے چکا ہوں۔ اب آپ کی ذمہ واری ہے کہ آپ میرے دل پر داد دینا چاہتی ہو یا نہیں لیکن میں نے اپنی سوچ سے دل نہیں دیا ہے۔ میں نے آپ کے حسن کے تقاضے پر دل کو پیش کیا ہے۔ اگر میں دماغ سے سوچنے بیٹھتا کہ حسن کی قدر کو الگ رکھ کر اس دل کو معشوق کے دل کے ساتھ وابستہ کرنا ہے یا نہیں۔ اس لحاظ سے اور دماغی سوچ سے میں اپنا دل نہیں پیش کرتا لیکن آپ کے حسن کے لہجہ سے میرے دماغ میں سوچ الگ ہوا اور آپ کے حسن پر قابو میں نہ رکھ کر دل کو آپ کے دل کے ساتھ پیش کیا۔ شاعر کا یہ کہنا کہ پہلے سوچ سمجھ کر اپنے دماغ سے کام کیا جائے اور حسن کو بالائے طاق رکھ کر یہ سوچنا چاہئے کہ کیا اچھا ہے کیا برا ہے۔ اگر انسان نے اپنے دماغ سے کام لیا ہوتا تو وہ حسن کی سوچ

میں نہیں ڈوب جاتا۔ دماغ سے کام نہ لینے کی وجہ سے معشوق اور محبوب کے درمیان محبت کا تناؤ نہیں رہتا۔ جب انسان عشق کرتا ہے تو اُس وقت وہ اپنے دماغ کو کام میں نہیں لاتا۔ جس سے اس کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے مطلب وفائی بھی اور بے وفائی بھی۔

۲۔ طرز جمہور میں عوامی حلقے اپنی رائے اپنی سوچ سے ہی نبھاتے ہیں لیکن کسی وقت انہیں سوچ سے رابطہ نہیں رہتا جس سے کہ بہت سی غلطیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ طرز جمہور ہو یا شخصی راج ہو ہر ایک شہری کو اپنی سوچ سے ہی کام لینا چاہئے۔ ورنہ وہ کئی دکھوں کا سامنا کرتا ہے۔ اسی لئے شاعر نے کہا کہ حسن کو ترک کیا جائے۔ حسن دیکھ کر دل کو قابو میں رکھنا چاہئے۔ قابو میں رکھ کر اپنے دماغ سے سوچنا چاہئے ورنہ حسن دیکھ کر مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

جب بہ تقریب سفر یار نے محمل باندھا
تپش شوق نے ہر ذرے پہ اک دل باندھا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق جب محفل میں بیٹھتے ہیں تو محفل میں آپ کے بارے میں سبھی باتیں کرتے ہیں جب میں یہ سنتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ان میں کونسا ایسا چکر یا تناؤ ہے جس سے کہ محفل میں آپ کے متعلق ہی باتیں ہوتی ہیں۔ دراصل اے معشوق آپ نے انکا دل باندھا ہے۔ باندھنے کی وجہ سے آپ کی ہی باتیں کی جاتی ہیں۔ اگر میں محفل میں غیر حاضر رہتا ہوں تو میرے بارے میں کوئی بات نہیں کرتا ہے۔ دراصل محفل میں سبھی کو آپ کی سوچ پر تپش پیدا ہوتی ہے۔ اس تپش سے محفل میں آپ نے ان کے دل باندھے ہیں۔ جس سے کہ ہر ایک تقریب میں آپ کے ہی متعلق باتیں کی جاتی ہیں۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کے علاوہ کوئی بھی دوسری بات نہیں چھیڑتا ہے۔ ہر ایک محفل میں معشوق کی حاضری پر ترستا ہے کہ

کتنی محبت معشوق نے بہت سے دلوں میں پیدا کی ہے۔اس سے صاف ظاہر یہی ہے آپ کے حسن نے کئی دلوں کو باندھ کر رکھا ہے۔جس کے باندھنے سے بہت ہی دلوں میں صدمہ پہنچ سکتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں جب ہم تقریب میں شامل ہوتے ہیں وہاں پر کسی خاص رہنما کے لئے لوگ حاضر رہتے ہیں کیونکہ وہ اس کی تقریر سننا چاہتے ہے۔جس سے کہ لوگ بہت ہی خوشی محسوس کرتے ہیں۔مطلب کسی کی تقریر کسی خاص موقعہ پر سنتے ہیں۔اسی طرح شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کی حاضری کے لئے کیا کچھ محفلوں میں بتاتے ہیں۔

ہے ایک تیر جس میں دونوں چھدے پڑے ہیں
وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں اے معشوق جب میں کسی بھی جگہ بیٹھتا ہوں یا حاضر رہتا ہوں وہاں پر آپ کے بارے میں ہی بات کی جاتی ہے۔جب میں سنتا ہوں مجھے صدمہ پہنچتا ہے کہ ہم دونوں پر کیسی کیسی باتیں اچھالی جاتی ہیں۔کیا اس دن میں نے کوئی غلطی کی تھی جس دن میں نے اپنا دل آپ کو پیش کیا تھا۔ہاں معشوق میں اس بات پر بھی غصہ ہوتا ہوں جب مجھ سے آپ کے تازہ رشتے کے بارے میں کچھ کہتے ہیں۔میں سوچتا ہوں کہ اگر آپ کے لئے جدا نہیں ہوتا اور جدائی میں زندگی بسر نہیں کرتا تو ایسی باتوں کا چلن ہی نہیں دیکھنے میں اور پڑھنے میں آتا۔

۲۔طرز جمہور میں لوگ ہمیشہ ہر ایک کی بات پر اپنی اپنی رائے دیتے ہیں لیکن ہر ایک کے بیان بازی سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کونسا عوامی رابطے میں صحیح ہے اور کونسا غلط ہے۔شاعر فرماتے ہیں کہ اگر میں معشوق کے ساتھ تعلقات نہیں رکھتا لیکن ان پر مختلف اظہار لوگوں کے سنتا ہوں۔

تنگیِ دل کا گلہ کیا، یہ وہ کافر دل ہے
کہ اگر تنگ نہ ہوتا ، تو پریشاں ہوتا

ا۔شاعر فرماتے ہیں اے معشوق میرا دل کافر نہیں ہے میں خدا کو شریک نہیں ٹھہراتا اور نہ میرے دل میں کوئی گلہ رہتا ہے۔جس طرح کافر خدا کو شریک ٹھہراتا ہے میں کافر کے دل سے بالکل الگ ہوں اگر میں آپ کا دل اپنے دل میں نہیں رکھتا تو مجھے آپ کے لئے کوئی پریشانی کا سبب نہیں پیدا ہوتا۔اس پریشانی سے مجھے دل میں تنگی سی محسوس ہونے لگی مطلب اے معشوق میں شریک خدا کو الگ رکھ کر میں آپ کو بحیثیت مسلمان ہونے کے ناطے اپنا دل پیش کرتا ہوں اور اس پیشکش کے لئے میں پریشان ہوں۔آپ نے مجھے پریشان اس لئے کیا ہے کہ آپ کو اپنے دل کی منظوری اپنے دل میں پیدا ہوئی ہے۔آپ میرے دل کو اپنے دل میں جگہ، پناہ دیتی ہے خدا جانتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں ہر کسی کی رائے پر سوچ الگ الگ ہوتی ہے۔ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ ہم ایک دوسرے کی سوچ میں برابر کے شریک ہیں۔ ہاں غم اور خوشی کے وقت سوچ ایک ہی ہوتی ہے۔لیکن اس کے بغیر لوگوں کی رائے لینا بہت ہی مشکل ہے۔ کوئی اپنا غم بتا رہا ہے اور ہم سنتے ہیں لیکن بتانے والا سوچتا ہے کہ کیا میرے جیسا دوسرے پر بھی ہوا ہے یا نہیں۔

بے خونِ دل ہے چشم میں موجِ نگہ غبار
یہ مے کدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب میں اپنا دل آپ کو پیش کرتا ہوں میرے خون میں تپش پیدا ہوتی ہے۔جس سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ اپنا دل وابستہ کیا ہے۔اتنا ہی نہیں جب میں آپ کو یاد کرتا ہوں تو میرے چشموں

میں آنسو آنے لگتے ہیں ۔اس کا مطلب یہی ہے کہ دل تیج آپ کے ساتھ ہے لیکن جب میں گہری آنکھوں سے آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھے گرد سا محسوس ہونے لگتا ہے۔ وہ اس لئے کہ میں آپ کے ساتھ وابستہ رہنا چاہتا ہوں ۔لیکن آپ میرے وابستگی کے لئے بہت سی رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں جس سے کہ نگاہوں میں گرد وغبار پیدا ہوتا ہے اس گرد وغبار کو ختم کرنے اور وفائی کا جامہ پہننے کے لئے مجھے آپ کے رشتے سے صدمے دیکھنے پڑتے ہیں اور دیکھتا بھی ہوں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ کیوں نہ یہ غم اس محفل میں بھول جاؤں جس محفل میں شراب پینا ہو۔ پینے کے بعد غم کا تناؤ کم ہوتا جائے۔ اے معشوق جب میں شراب کا استعمال کرتا ہوں تو اس وقت یہ سوچتا ہوں کہ شراب پینے سے صحت میں خرابی آہی جاتی ہے۔لیکن کیا کروں آپ کے غصہ اور وفائی کے لئے شراب کا استعمال کرتا ہوں اے معشوق جب میں شراب پینے بیٹھتا ہوں تو اس وقت میں بوتل کو دیکھ کر یہ محسوس کرتا ہوں کہ مجھے معشوق کے صدمے یاد آتے ہیں اور اسی بوتل کو دیکھ کر میں آپ کے بارے میں تذکرہ بیان کرتا ہوں مطلب مے کو آپ کی تشبیہ دیتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں ہر ایک شہری اپنے اپنے غم وغصہ کا اظہار کرنے کے لئے احتجاجی طریقے سے پیش آتے ہیں۔ بشرطیکہ غم وغصہ بہتوں کا ہو واحد کا غم وغصہ کا غذی طور پر حل کیا جاتا ہے لیکن بہت سارے افراد کا حل احتجاج یا کسی بات چیت سے ہوتا ہے۔ اسی طرح شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کے الگ رہنے سے وہ غم وغصہ کو شراب کے پینے سے ختم کرتا ہے۔لیکن شراب صحت کیلئے اچھا نہیں ہے۔

شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ
اس قدر تنگ ہوا دِل کہ میں زنداں سمجھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں اے معشوق میں آپ کی گرفتاری سے اتنا تنگ آ چکا ہوں

جس طرح ایک بندہ قید خانے میں کسی غلطی کے سبب گرفتاری کا دور جیل میں دیکھتا ہے اسی لئے میں شکوہ کرتا ہوں کہ ایسی گرفتاری کا حال مت پوچھو۔ جس سے کہ تو نے مجھے گرفتار کیا ہے۔ میں اس گرفتاری سے اتنا تنگ آچکا ہوں کہ اے معشوق میں یہ کہتا ہوں کہ کیا میں گرفتاری میں زندہ رہوں یا اپنے آپ کو مردہ سمجھوں۔ میں ایسے الفاظ اس لئے کہتا ہوں کیونکہ میں آپ کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ آپ کی گرفتاری کے سبب مجھے کوئی سکون کا ماحول ہی سمجھ نہیں آتا ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں اُس وقت گرفتاری عمل میں لائی جاتی ہے جب امن میں خلل پیدا ہوتا ہے یا لوگوں میں کوئی تناؤ پیدا ہوتا ہے جس سے غلطی کرنے والوں کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ غالب فرماتے ہیں کہ میں معشوق کے دل کے لئے گرفتار ہو چکا ہوں۔ میں اس گرفتاری سے تنگ آچکا۔ فرماتے ہیں کہ میں گرفتاری اس لئے دیکھتا ہوں کیونکہ میرا معشوق کے ساتھ دل کا واسطہ بہت سالوں سے رہا ہے۔

تھا گریزاں مژہ یار سے دل تادم مرگ
دفع پیکان فضا اِس قدر آساں سمجھا

شاعر فرماتے ہیں اے معشوق میں اپنے دل کو پیش کرنے میں ندامت محسوس کرتا ہوں ندامت اس بات پر کہ مجھے اپنا دل کسی غیر کے ساتھ وابستہ کرنا ہے تاکہ میرے معشوق کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ ندامت سے دل پیش کرنے پر رضامندی کا احساس پیدا کرے۔ ہاں اگر یہی ندامت قبول نہیں تو میرے دل میں ایک غم و غصہ کا ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔ جب یہ غم کا ماحول سب دیکھیں تو محسوس کریں گے کہ ایک عاشق معشوق کے لئے اتنا فدا ہوا تھا کہ تادم مرگ کی تصویر دیکھ کر کہیں گے کہ اس مرگ سے فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ مرگ لفظ شاعر نے لکھا ہے لیکن عام طور پر مرگ اس جگہ کو کہتے ہیں یا اس پہاڑی ڈھلوان کو کہا جاتا ہے جہاں پر ہم ایسی ہوا گرمیوں میں محسوس

کرتے ہیں جس کو فضا کہا جاتا ہے۔ فضا اس لئے کیونکہ ایسی ہوا جو گرمی میں دوسری جگہوں پر نمودار نہیں ہوتی ہے۔ شاعر نے اسی لئے کہا ہے کہ اے معشوق میں نے اپنا دل نچھاور کیا ہے لیکن آپ نے مجھے صدمے دیئے ان صدموں کو میں آپ کے ساتھ اکٹھے مرگ میں بیٹھنا چاہتا ہوں جہاں مرگ کی جگہ جیسی نمودار ہوجائے تاکہ میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر آپ کی قدر آسان طریقے سے سمجھاؤں اور آسان طریقے سے صدموں کو ختم کیا جائے اور آپس میں صلاح و سمجھوتے سے پیار و محبت کی داستان بانٹیں۔

۲۔ طرز جمہور میں جب قومی رہنما لوگوں کی خدمت کرتے تھک جاتے ہیں تو وہ کئی دنوں کے لئے کسی ایسی جگہ جاتے ہیں جہاں انہیں فضا محسوس ہو۔ مطلب وہ سیر ان جگہوں پر کرتے ہیں جہاں پر آب و ہوا معطر ہو اور وہاں پر پانچ دن قیام کر کے اپنے دماغ کو آرام دلا کر تھکاوٹ دور کرتے ہیں۔ اسی طرح سے غالب فرماتے ہیں جب مجھے معشوق کے ساتھ اتنا تناؤ پیدا ہوا میں اس تناؤ کو الگ کرنے اور معشوق کے ساتھ اکٹھے بیٹھنے کے لئے اس جگہ پر بیٹھنا چاہتا ہوں جہاں پر ہم دونوں کو اکٹھے بیٹھ کر فضا محسوس ہوجائے فضا کے محسوس ہونے سے ہی تناؤ بالکل الگ رہ کر وفائی کے جاموں میں دیکھا جائے گا۔

دل دیا جان کے کیوں اُس کو وفا دار اسدؔ
غلطی کی کہ جو کافر کو مسلماں سمجھا

۱۔ اس مقطعہ شعر میں غالب فرماتے ہیں کہ میں نے اگر معشوق کو اپنا دل دیا کہ معشوق مجھے وفادار سمجھے اور وفاداری کے جامے پہنائے لیکن مجھے غلطی ہوئی وہ میری وفاداری پر ردعمل نہیں کرتی۔ وہ مجھے وفادار نہیں سمجھتی ہے میں نے مسلمان ہونے کے ناطے ایک بڑی غلطی کی ہے جس غلطی کو میں عمر بھر بھول نہیں سکتا ہوں۔ غلطی اس بات

کی کہ میرا معشوق کافر کے اصولوں پر شاید چلتا ہے کیونکہ وہ شریک خدا ٹھہرا کر مجھ سے بے وفائی کا الزام دیتی ہے مسلمان ہونے کے ناطے معشوق سوچے تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ میرے دل کو وفادار کا لقب ضرور دے گی اور وفادار کے لقب سے مجھے اعزاز پیش کرے گی۔

۲۔طرز جمہور میں بہت سی باتیں لوگوں کے سامنے اُبھرتی ہیں عام طور پر باتوں کا حل نہیں نکالا جا سکتا ہے۔طرز جمہور میں باتوں اور افواہوں کا سلسلہ ہوتا ہی رہتا ہے۔تو ان افواہوں پر تردید ہونی چاہئے اور جس سے لوگوں میں سکون آتا ہے۔ایسی افواہ بھی لوگوں میں پھیلتی ہے جس سے کہ تناؤ کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔اور کئی لوگ سچائی کے لئے ترستے ہیں اور افواہ کو تہس نہس کرنے پر تلے رہتے ہیں تا کہ نقص امن پیدا نہ ہو جائے اسی لئے کئی لوگ اپنے مذہبوں کی قسم کھا کر یہ کہتے ہیں کہ افواہ درست نہیں ہے۔اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ میں ایک مسلمان ہونے کے ناطے اپنے مذہب پر بھروسہ رکھ کر شریک خدا کو ٹھہرانے والا نہیں ہوں۔

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا
دل، جگر تشنہ فریاد آیا

ا۔شاعر فرماتے ہیں اے معشوق مجھے وہ آپ کی آنکھیں یاد آنے لگیں تو میں اپنے چشموں سے رونے لگا کہ میں کیسے اپنی فریاد آپ کو بتاؤں۔جس سے کہ آپ مجھے دل کا سکون دے سکتی ہوں۔اب مجھے اتنے آنسو آرہے ہیں کہ میں اپنے دل کو قابو میں نہیں رکھ سکتا ہوں میرا دل تشنہ زد ہے اس تشنہ زد کو میں تہس نہس کرنے کے لئے آپ سے فریاد کرتا ہوں کہ آپ کسی نہ کسی طریقے سے میرے روبرو آجائیں تا کہ میرے آنسو کے قطرے کم ہو جائیں۔مطلب شاعر کا یہ ہے کہ جب بھی کوئی الگ زندگی بسر کرتا ہے اور کئی سالوں کے بعد جب ملاقات ہوتی اس سے ملاقات پر رونا

آتا ہے اور رو کر آپس میں بات چیت کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح سے غالب فرماتے ہیں کہ اے معشوق مجھے ہمیشہ آپ کے ملاپ اور وصل کے لئے رونا آتا ہے۔ جس وصل کے لئے میں تشنہ ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں کسی رہنما کو بہت سالوں تک کسی غلطی یا کسی ہنگامے پر جیل میں رکھتے ہیں تو اس کی رہائی کے بعد لوگوں کا استقبال دیکھنے میں آتا ہے اور جب لوگوں کا استقبال دیکھتے ہیں تو وہ رہنما کو دیکھ کر رونے لگتے ہیں خوش بھی ہوتے ہیں اسی طرح سے شاعر بھی فرماتا ہے کہ معشوق کے لئے اس سے بہت سا صدمہ ہوتا ہے جب وہ مجھے روبرو ملے گی تو مجھے آنسو کے قطرے سے وفائی پیش کرنی ہے۔

عذرِ واماندگی اے حسرتِ دل
نالہ کرتا تھا ، جگر یاد آیا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں معشوق میں آپ کی وفائی کے لئے دل سے حسرت میں پڑتا ہوں کیونکہ آپ کو میری جدائی سے کوئی بھی اثر نہیں۔ کیا میں غدار ہوں، کیا میں وفادار نہیں ہوں۔ جب میں آپ کی جدائی محسوس کرتا ہوں تو میرے اتنے آنسو بہتے ہیں کہ ان آنسوؤں سے ایک نالہ کی شکل دیکھنے میں آتی ہے۔ مطلب یہ نالہ ایک چھوٹا موٹا دریا بنتا ہے جب کوئی اس دریا کو دیکھے گا تو وہ محسوس کرے گا کہ وفاداری کے لئے کیا کچھ معشوق کو عاشق کے لئے عذر کا مقابلہ کرنا پڑا اور اس دریا کو عشق کا دریا کہہ کر بتائیں گے کہ ہمیں ایسی یادداشت ہمیشہ دل میں رکھنی چاہیے۔

۲۔ طرز جمہور میں بہت دوروں میں ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں جسے کئی افراد کسی مانگ کے لئے ہلاک ہوتے ہیں۔ تو وہ مانگ پوری ہونے کے بعد لوگ ان ہلاک شدہ آدمیوں کو اس مانگ سے منسوب کر کے یاد کرتے ہیں۔ یادگار کو ہمیشہ کیلئے لوگوں کے جذبے کے لئے منسوب ہیں۔ تا کہ طرز جمہور میں قسم قسم کی قربانیوں کے

لئے تیار رہنا پڑے۔

آہ وہ جرأتِ فریاد کہاں
دل سے تنگ آ کے جگر یاد آیا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے معشوق کے مختلف صدموں سے اور مختلف رویوں سے یہ سمجھ آیا کہ میں کیسے انہیں فریاد کروں ۔ مجھے ان کے رویہ سے آہ وزاری بھی ہے وہ کسی سے بھی اپنے معشوق کے بارے میں فریاد نہیں سناتے۔ مطلب فریاد یہ کہ وہ میرے بھی شکوے کسی سے نہیں کہہ سکتی ہے لیکن اتنا صدمہ ہونے کے باوجود بھی تیرے دل میں کوئی تنگی محسوس ہوئی ہوتی جس سے کہ آپ میری محبت کو اپنے ہی جگر میں یاد کرتی ہے۔شاعر فرماتا ہے کہ اگر میں افسوس کر رہا ہوں لیکن میرے افسوس پر وہ کسی سے فریاد نہیں کرتی۔ مانتا ہوں وہ کسی سے نہیں کہہ سکتی اس کا دل میری فریادوں پر تنگ نہیں آتا ۔اگر آ ہی جاتا ہے پھر بھی میں اس کے دل میں قائم ودائم ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں عوامی حلقوں میں بہت قسم کے مطالبات ابھرتے ہیں۔ان کو حل کرنے کے لئے مختلف رہنما سنتے ہیں اور لوگوں کی فریادوں کو سمجھ کر اس سے کوئی نہ کوئی حل ڈھونڈتے ہیں شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق میری فریادوں کے بارے میں کوئی حل نہیں نکال سکتا۔

حاصلِ اُلفت نہ دیکھا جز شکست آرزو
دل بہ دل پیوستہ، گویا یک لب افسوس تھا

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں نے اپنے طریقے سے الفت دیکھی لیکن آپ کے جذبے میں میرے لئے شکست کا لفظ موجود ہے۔اگر میں اپنا دل آپ کو پیش کرتا ہوں پیش کرنے کے لئے آپ کے زبان سے افسوس ہی سنتا ہوں۔اے معشوق میری الفت پر آپ اندازہ لگائیے کہ میں نے کبھی وفائی کا رُخ نہیں کیا ہے

بلکہ میں وفاداری کے طور طریقوں سے ہمیشہ پیش آتا ہوں۔ کیا آپ کو میری الفت پر کوئی آرزو نہیں ابھرتی۔ کیا میری الفت پر آپ مجھے شکست خوردہ کہتی ہو۔ میں نے اپنا دل پیش کیا اور کرتا رہوں گا اگر چہ آپ کے لب پر افسوس کے الفاظ موجود ہیں لیکن میرے لبوں پر آفریں کا الفاظ موجود ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں عام طور پر لوگ مختلف مفاد پرستوں سے دوستی نہیں رکھتے۔ طرز جمہور میں ایک فرد کا مطالبہ سوچ سمجھ کر منظور کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ہجوم (عوام) کوئی مطالبہ پیش کرے تو اس پر کوئی نہ کوئی غور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح غالب فرماتے ہیں کہ میں واحد ہوں میں الفت کے سودا سے اپنا دل پیش کرتا ہوں لیکن واحد ہونے کے ناطے میرا معشوق تسلیم نہیں کرتا ہے پھر بھی میں یہ یقیناً مانتا ہوں کہ وہ واحد کے ساتھ ہی اپنا تعلق ضرور نبھائے گی اگر چہ ہجر کے دوران افسوس کا سامنا کرنا پڑے بھی۔ اسی طرح سے طرز جمہور میں عوامی رائے ہی تسلیم کی جاتی ہے فرد کے رائے پر بہت سی تحقیقات کرنے کے بعد مسئلہ حل کیا جاتا ہے۔

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں
شایانِ دست وبازوے قاتل نہیں رہا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ آخر کسی نہ کسی وقت اس دُنیا سے رخصتی لینی ہی پڑے گی۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں مانتا ہوں کہ جب انسان اس دُنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کا کوئی ایسا علاج نہیں ہے جس سے کہ وہ رخصت ہونے سے بچ جائے۔ مطلب کوئی شخص مرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تا ابد وہ اس دنیا میں زندہ رہے جب ہم کسی میت کو دیکھتے ہیں تو اس وقت ہم کہتے ہیں کہ اس کی آخری وصیت بھی رہی کیونکہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مطلب ہم یہ کہتے ہیں کہ موت ہی آدمی کی وصیت ہے اے معشوق اگر آپ کو موت کا خوف ہوتا کہ ہمیں اس

دنیا سے الگ ہونا ہے اور موت ضرور آنی ہے پھر آپ میرا قاتل نہیں بنتی۔ مطلب آپ مجھے ایسے صدمے میں دکھائی دی رہی ہو جس سے میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ قتل کے برابر ہے۔ اسی لئے اے معشوق میں کہہ رہا ہوں کہ میری وصیت مرنے کے بعد موت نہیں بلکہ آپ کی بے وفائی ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں کوئی انسان اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو لوگ مختلف طریقوں سے افسوس کر کے یہ کہتے ہیں کہ آخر کار اس کی وصیت موت ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ موت ہی انسان کی قاتل ہے۔ طرز جمہور میں صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ اب اس کی وصیت موت ہے پھر بھی اچھے اچھے کاموں سے تعریف کیا کرتے ہیں ۔ مطلب جب انسان رحمت حق اس دنیا سے ہوتا ہے تو ان کے اچھے اچھے کام کا ذکر ہر ایک کے زبان پر آتا ہے۔ شاعر فرماتے ہیں رہنما ہو شہری ہو اچھے طریقے سے لوگوں کے ساتھ پیش آنا چاہئے جس سے کہ مرنے کے وقت اچھے کاموں سے شمار کیا جائے۔

دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت میں تمام
مٹ گیا ، گھسنے میں اس عقدے کا دا ہو جانا

۱۔ شاعر فرماتے ہیں کہ کوئی کام اس دنیا میں کشمکش کے ذریعے عمل میں آتا ہے اس کشمکش سے ہمیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ یہ کشمکش ایک علاج ہے جس سے کہ ہمیں اس کشمکش کو زحمت کے لفظ سے استعمال کرنا چاہئے لیکن جب کشمکش کے باوجود بھی ارادے پورے نہیں ہوتے تو ہمیں بہادری سے یہ کہنا چاہئے کہ مقدر یا خدا کی مرضی نہیں تھی۔ ہمیں غصہ سے کام نہیں لینا چاہئے کہ ہم ہار گئے ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ مقدر میں تھا ہی نہیں اور اپنے مقدر پر داد دینی چاہئے۔ داد دینے کے بعد انسان خود بخود کہتا ہے کہ کسی نہ کسی غلطی کی وجہ سے ہماری کشمکش ادھوری رہی۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق اگر مجھے آپ کے ساتھ وابستگی ہے لیکن یہ

وابستگی وفاداری کے الفاظ سے مکمل ہونی چاہئے ۔ اگر نہیں ہوسکتا ہے تو ہمیں افسوس ہونا چاہئے صرف سوچیں گے کہ مقدر میں مشکلات ہیں اور مقدر پر افسوس بھی کریں اور داد بھی دیں کہ کن وجوہاتوں سے ہمارا مقدر ادھر ادھر رہا۔

۲۔ طرز جمہور میں کوئی رہنما لوگوں کے اپنانے کے لئے کشمکش کرتا ہے نتیجے کے وقت اگر وہ لوگوں کی رائے سے ہار جاتا ہے اس سے کم ہمت نہیں ہونا چاہئے ۔ اس سے اپنے مقدر پر سوچنا چاہئے اور اپنے مقدر کے حوصلہ افزائی کرنے کے لئے اس سے اور دوگنی خدمت لوگوں کی بھلائی کے لئے کرنی چاہئے ۔ لوگوں کی بھلائی کے لئے خدمت بہت ہی اچھی ثابت ہوتی ہے اگر اس طریقے سے فرد ہن کے کام نبھا سکے گا لوگوں کے دلوں میں شک وشبہ دور ہوکر ۔ دلوں کو جیتنے کے لئے کام نبھانے پر حکومت میں لوگ سب کچھ سمجھتے ہیں اور رہنماؤں کے کام پر تارتے بھی ہیں ۔

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال
ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ میں اپنے خیالوں سے معشوق کے لئے دل پیش کیا لیکن وہ میرے خیالوں کو مانتی ہی نہیں ۔ میں ان کے خیالوں میں ہمیشہ اپنا دل پیش کروں گا ۔ جس طرح ہم ناخن انگلیوں پر دیکھتے ہیں اور ناخن کبھی انگلیوں سے جدا نہیں دیکھنا چاہتے ہیں اسی طرح سے میں اپنے معشوق کو ناخن کی طرح دیکھ کر جدا نہیں کرسکتا ہوں ۔ اگرچہ معشوق کے دل پر کوئی میل ابھرتی بھی ہے اس سے کسی نہ کسی طریقے سے صفائی کر کے دل کو صاف وشفاف رکھوں گا ۔ مطلب شاعر کا یہ ہے کہ معشوق کے عشق پر کبھی بے وفائی کا جامہ پہننے میں رضامند نہیں ہوں ۔ مجھے معشوق کیساتھ ایسا رشتہ ہے جسے ناخن کا جسم کے ساتھ اور ناخن کو جدا انگلی سے جدا نہیں کرسکتے اسی طرح سے میرا معشوق ایک ناخن کی طرح میرے جسم کے ساتھ وابستہ ہے ۔

۲۔طرز جمہور میں بہت سارے ایسے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں جن کو لوگوں کی رائے سے الگ نہیں کر سکتے۔اگر چہ کسی فرد کو اس سے نفرت ہوتی ہے لیکن عوامی رائے اور عوامی منظوری کی وجہ سے ہم الگ نہیں کر سکتے۔اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ میرا معشوق ایک ناخن کی طرح میرے جسم میں ہے اور میں اس سے جدائی اختیار کر سکتا۔

اے دل ناعاقبت اندیش! ضبط شوق کر
کون لاسکتا ہے تابِ جلوۂ دیدارِ دوست

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ میرے دل کو معشوق کے ساتھ رہنے کا شوق ہے لیکن اس شوق کو ربط وضبط کے دائرے سے رکھ کر نہیں بتا سکتے ہیں اور نہ کسی کو سنا سکتے ہیں۔میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس دیدار کے لئے کتنا قوتِ برداشت کروں ان کو معلوم ہوگا جنہوں نے عشق کے ساتھ وابستگی رکھی ہوگی۔مطلب جنہوں نے پیار ومحبت کی داستان دیکھی ہوگی اور خود بخود آزمایا بھی ہوگا۔اسی لئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اے معشوق کتنا قابو میں تیرے جلوے پر کروں۔میرا دل ترستا ہے تیرے جلوے کو دیکھنے کے لئے۔اب خود اندازہ لگایئے کہ میرے شوق پر کتنا ربط وضبط ،قائم ودائم ہے کسی کو اپنے عشق کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا ہوں۔مطلب شاعر کا یہ ہے کہ ہر ایک شوق ربط وضبط پر رہنا انسان کیلئے ضروری ہے۔

۲۔طرز جمہور میں کئی ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں جن کو ہم دیکھ کر نہیں بتا سکتے۔ہاں ہم آدمی کو ایسی باتوں سے آگاہ کر سکتے ہیں وہ بھی ربط وضبط کے دائرے میں۔مطلب طرز جمہور میں شوق کے لفظ پر بھی کچھ پابندیاں عائد ہیں۔جن سے کہ جمہوری طرز کا ربط وضبط قائم ودائم رہے۔

خون ہے دل خاک میں احوال بتاں پر یعنی
ان کے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب بھی خون کا رشتہ دیکھنے میں آتا ہے تو ہم اس کی جانچ پڑتال اس طریقے سے کرتے ہیں کہ کسی کو کسی کا احوال سنا کر خون میں تپش پیدا ہوتی ہے۔جس سے کہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں نے یہ بات چھیڑی لیکن چھیڑ کر سننے والے کے چہرے پر لالی سی دیکھی۔یہ دیکھ کر ہی سننے والا سمجھتا ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی رشتہ قائم ودائم ہے۔اسی طرح سے جب ہمیں خون کی تپش محسوس ہوتی ہے تو ہم پہلے پہل ناخن پر نظر ڈالتے ہیں جس سے ہمیں اس بات کا احساس پیدا ہوتا ہے کہ خون کی تپش بہت ہی کم ہے اسی لئے محبت کے آثار کم دکھائی دیتے ہیں۔انہی باتوں کا حوالہ دیتے ہوئے شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق مجھے آپ کے ساتھ خون کی وابستگی ہے وہ اس لئے کہ جب میں اپنا احوال کسی دوست کے ذریعے آپ تک پہنچاتا ہوں وہ مجھے یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو آپ کا احوال سناتے ہیں تو ان کے چہرے میں تپش پیدا ہوتی ہے۔یہ دیکھ کر ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ معشوق کے ساتھ قریبی رشتہ ہے لیکن اے معشوق اتنے واقعات دیکھ کر بھی آپ اپنی محبت کو کیوں بھول جاتی ہو۔میرے مرنے کے بعد آپ میرے خون کی لرزش کا جانچ پڑتال کروگی۔اے معشوق مجھے آپ سے دل کا خونی رشتہ وابستہ ہوا ہے۔اسی لئے گذارش کرتا ہوں کہ آپ کسی کے محتاج نہ رہ کر آمنے سامنے آکر بات چھیڑیئے۔

۲۔طرز جمہور میں جب بھی کوئی مانگ احتجاج کے ذریعے اُبھارتی ہے تو لوگوں میں مانگ پوری کرنے کے لئے نعرہ بازی کا استعمال کرنا پڑتا ہے اور ہجوم کو دیکھنے والے یہ کہتے ہیں کہ لوگوں میں ولولہ سا پیدا ہوا ہے ان کے چہروں میں خون کا ایک نئے طریقہ کا رنگ دیکھنے میں نظر آتا ہے۔اسی طرح سے معشوق محبوب کو اپنے وصل کیلئے ایسے حالات پیدا کرنے کا واقعہ بتا رہے ہیں۔

کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن
جانوں کسی کے دل کی میں کیوں کر کہے بغیر

ا۔شاعرفرماتے ہیں کہ جب ہم کسی کے ساتھ باتوں میں مدغم ہوتے ہیں مطلب باتوں میں مست رہتے ہیں سمجھو ہم راستے میں باتیں کرتے ہیں اور باتوں باتوں میں مدغم ہوئے ہمیں فکر ہی نہیں رہتی ہے کہ دوسرے آدمی ہمیں دیکھ کر کیا کہہ رہے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے ہم بھی نہیں سوچتے ہیں کہ وقت کتنا ضائع ہوا۔صرف باتوں میں مست رہ کر بہت سارے مختلف رائے دے کر تعریف نہیں کرتے اے معشوق اگر آپ میرے ساتھ باتوں میں مست رہو گی لیکن میں کسی کو دیکھ کر یہ بھی نہیں کہوں گا کہ یہ کوئی غیر چل رہا ہے۔ میں یہ سوچوں کہ یہ کوئی اپنا چل رہا ہے۔مطلب شاعر کا یہ ہے کہ جب بھی میں آپ کے دل کے قریب آؤں تو میں ہر ایک کے ساتھ یکسانیت کا سلوک کروں گا۔میں کسی کے دل کو الگ نہیں رکھوں گا تا کہ کسی کو خبر کرنے کا موقعہ نہ ملے۔

۲۔طرز جمہور میں ہمیشہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔کیچڑ اُچھالنے والے یہ نہیں سوچتے ہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں وہ اپنی باتوں میں مست رہتے ہیں جس سے کہ ہر کوئی ان کی باتوں کو سن کر کہہ رہا ہے کہ آپسی تناؤ ہے۔مطلب دو آدمیوں کے درمیان کوئی بات ایسی ہے جسکو بتانا مناسب نہیں ہے۔

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل اُن کو، جو نہ دے مجھ کو زباں اور

ا۔شاعرفرماتے ہیں اے خدا کوئی بھی مجھے سمجھتا نہیں ہے کہ میں کس قسم کا آدمی ہوں نہ وہ میر بات کو نہیں سمجھتے ہیں۔اگر چہ میں ان کی بات کو سمجھتا ہوں سمجھ کر میری تجویز پر غور کریں یا نہ کریں میں صرف اے خدا یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے کوئی سمجھتا نہیں ہے۔اگر میں انہیں دل بھی عطا کرتا ہوں لیکن وہ میرے دل پر شک وشکوک پیدا

کرتے ہیں ۔اب آپ ہی بتائیے کہ میں کوئی ایسی زبان پیش کروں جس سے کہ وہ میرے دل کے جذبات کو سمجھیں اور میری زبان کو تسلیم کریں ۔شاعر فرماتے ہیں معشوق مجھے سمجھنے میں تاخیر کرتا ہے اگرچہ میں اس سے کچھ کہتا ہوں وہ میرے کہنے پر نہیں چلتا ہے ۔میں نے دل بھی دیا لیکن میرے دل کے دینے سے وہ کوئی اور زبان استعمال کرتا ہے ۔مطلب دل دے کر بھی اپنی زبان پر قابو نہ رکھ کر دوسری زبان کا استعمال کرتا ہے ۔اے خدا مجھے اس بات کا احساس عطا کر کہ معشوق میری باتوں اور زبان کو سمجھے ۔

۲۔طرز جمہور میں کوئی اپنی زبان کو دوسرے تک پہنچانے کے لئے بہت سی کوششیں کرتا ہے ۔جب اس کی زبان دوسرے تک پہنچ جاتی ہے ۔پھر لوگوں کو سمجھ آتا ہے کہ یہ کونسی زبان استعمال کرتا ہے ۔زبان کو استعمال کرنے کے بعد انہیں سمجھ آتا ہے کہ اس کے دل میں کونسا شکوہ ہے یا کونسی مانگ ہے ۔

تم شہر میں ہو، تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے، جا کر دل و جاں اور

ا۔شاعر فرماتے ہیں مجھے کوئی غم نہیں اگرچہ میرا معشوق شہر میں دیکھا جاتا ہے ۔شاعر کو اس پر کوئی غم وغصہ نہیں ہے اگر اس کی معشوق کی آنکھوں پر ہر کسی کی نظر پڑے ۔وہ میرے لئے اچھا ہے جب وہ ان کو دیکھیں گے تو ضرور اس شہر سے میرے بارے میں بات چھیڑ کر انہوں نے کچھ سنا ہوگا ۔مطلب شاعر کا یہ ہے اگر معشوق کے ساتھ الگ ہوا ہوں وہ میرے دل کو چاہتا ہے لیکن وہ میرے چاہنے کے لئے غمگین ہے اور مجھے اس پر کوئی غم نہیں اگرچہ وہ راستے میں چلتے پھرتے دیکھنے میں آئے گی ۔اس سے مجھے بہت ہی فائدہ ہے وہ یہ کہ جب بھی میرے ہمراہ ہمسفر ہم دوست انہیں شہر میں دیکھیں گے تو وہ ضرور دیکھ کر میرے دل کے بارے میں انہیں کچھ بتائیں

گے جس سے مجھے پورا یقین ہے کہ وہ انہیں بازار لائیں میرا حال دل کا بتائے گا۔ شاعر کا یہ بھی بیان ہے لیکن شاعر کو یہ غم ہوگا کہ ان کو دیکھنے سے میرے دوستوں کے تئیں پردہ فاش بھی ہوسکتا ہے پردہ فاش کو الگ رکھ کر پھر بھی سکون دل میں رہیگا۔

۲۔طرز جمہور میں کئی ایسی باتیں الجھتی ہیں جن سے کہ کئی لوگ روپوش ہوتے ہیں۔ان کی تلاش میں بہت سارے پریشان ہوکر ان کو تلاش کرنے کے لئے تمام شہر میں ڈھونڈتے ہیں ڈھونڈ کر وہ کسی نہ کسی طرح انہیں دیکھتے ہیں۔کئی ایسے اشخاص بھی روپوش رہتے ہیں جن پر جرائم کے الزامات پائے جاتے ہیں لیکن پھر انہی تلاش کر کے پکڑتے ہیں۔اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ اگر معشوق کو کسی بھی جگہ آپ دیکھو گے جو کہ میری آنکھوں سے روپوش ہے تو انہیں ضرور روپوشی کی حالت میں پا کر میرے سامنے حاضر کرو گے۔

ہے خون جگر جوش میں ، دل کھول کے روتا

ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشاں اور

۱۔شاعر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ولولہ ہے۔میرے دل میں خون کی تپش ہے اور اس تپش سے میں معشوق کے الگ ہونے سے روتا ہوں۔مطلب معشوق کے الگ ہونے سے میں خوش نہیں ہوں یہ حال دیکھ کر میری آنکھوں میں خونخوار سا جوش ابھرتا ہے۔شاعر فرماتے ہیں اگر چہ مجھے معشوق کے ساتھ بہت سا ولولہ انگیز عشق ہے لیکن وہ اس عشق کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی آنکھوں کو اپنے چہرے کو الگ رکھ کر مجھے ایسا خمار رکھنے میں مدد دیتی ہے کہ معشوق کے الگ رہنے سے مجھے خون میں کمی محسوس ہوتی ہے۔جس سے کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ معشوق کی جدائی سے بھی مجھے صحت یابی محسوس نہیں ہوتی ہے۔یہ بھی شاعر کہہ رہے ہیں کہ معشوق میری صحت یابی کے لئے الگ رہنا پسند کرتی ہے۔جس سے کہ مجھ میں خون میں تپش اور جوش موجود رہتا ہے۔

اگر معشوق کے ساتھ وصل ہو جاتا تو ایسے حالات میں صحت یاب رہتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں جن کو دیکھنے کے لئے لوگ ترستے ہیں جب تک نہ واقعات آنکھوں سے دیکھیں گے تب تک لوگوں میں جوش برقرار رہتا ہے۔ واقعات دیکھنے کے بعد جوش کم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے شاعر فرماتا ہے کہ مجھے معشوق کے وصل سے خون میں ولولہ بدستور برقرار رہتا ہے۔

چھوڑ کر جانا تن مجروح عاشق حیف ہے

دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہیں اعضا نمک

ا۔شاعر کہہ رہے ہیں معشوق یہ بزدل کا کام ہے جو آپ کو اکیلے چھوڑ کر جائے گا اگر آپ مجھ سے دغا بازی بھی کروگے لیکن میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا میرا دل آپ کا طلب گار ہے جب آپ میری وفائی پر اطمینان کرنا چاہو گی تو اس وقت مجھے آپ کے اطمینان پر کوئی بھروسہ نہیں ہوگا۔ میں یہ سمجھوں گا کہ آپ میرے زخم پر نمک چھڑکنا چاہتی ہو جس سے کہ میں بہت ہی غمگین اور دکھ محسوس کروں گا۔ پھر بھی مجھے آپ کے چھوڑنے پر کوئی رضامندی نہیں ہے اگر آپ مجھے اکیلے پن میں رکھتی ہو لیکن میں آپ کے اکیلے پن میں رہ کر بھی آپ کو اپنا دل پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ نے مجھے زخمی کیا لیکن میں ان زخموں کو برداشت کرتا ہوں ان پر نمک بھی ڈالو لیکن میں تانے سن کر یہ کہہ رہا ہوں کہ بیشک آپ نمک میرے زخموں پر ڈال سکتے ہوں۔ جب میرے زخموں پر نمک ڈالو گے اس وقت جو درد میں محسوس کروں گا میں کہوں گا کہ میں کوئی درد محسوس نہیں کرتا ہوں بلکہ معشوق کا وفادار عاشق ہوں اور یہ درد وفاداری کے نام سے برداشت کرتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں بہت سے ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگوں میں تناؤ پیدا ہوتا ہے اس تناؤ کو دبانے کیلئے اور امن میں ماحول دیکھنے کے لئے

کئی رہنما کام کرتے ہیں لیکن ان کے کام پر لوگوں کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان واقعوں پر نمک چھڑکتے ہیں دراصل وہ نمک نہیں چھڑکتے ہیں وہ سوچتے ہیں کہ طرز جمہور میں امن سے ہر کوئی کام نبھایا جائے۔ اگر چہ کوئی محسوس کرتا ہے کہ یہ زخموں پر نمک چھڑکنے کے برابر ہے لیکن بعد میں ان کو خود اس بات کا احساس پیدا ہوتا ہے کہ صحیح طور امن میں رہنے کے لئے ایسا ماحول دیکھنے میں آتا ہے اور وہ خود امن کے ماحول کو پسند کرتے ہیں۔

عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہوتے تک

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ ہر چیز میں صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے غصہ سے کام بگڑتا ہے جبکہ صبر و تحمل سے کام بنتا ہے۔ مطلب اگر ہمیں معشوق کے ساتھ وابستگی رکھنی ہے تو ہمیں صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے۔ ہمیں معشوق کی محبت کے لئے بے تاب نہیں رہنا چاہئے۔ بے تابی میں بہت سے رنگ دل کے دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس سے خون کی کمی محسوس ہوتی ہے اگر چہ ہم صبر سے کام لیں گے تو ہمیں خون میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوگی۔ مانتے ہیں محبوب کے ساتھ وفائی کرنے کیلئے بہت سی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لئے دل میں کئی رنگ اُبھرتے ہیں جن سے معشوق کے ساتھ وابستگی کا راستہ معطل ہوسکتا ہے۔ اس راستے پر پہنچنے کے لئے ہمیں صبر سے کام لینا چاہئے ہمیں معشوق کے دیکھنے اور صورت سے گھبرانا نہیں چاہئے ہمیں دل کو ہمیشہ قابو میں رکھ کر خون کی کمی نہیں محسوس کرنی چاہئے۔

۲۔طرز جمہور میں ایسے بھی واقعات رونما ہوتے ہیں جیسے کہ لوگ صبر سے کام نہیں لیتے ہیں اور اس سے امن میں خلل اور بگاڑ کی صورت حال پیدا کرتے ہیں اگر غور سے دکھا جائے امن سے ہی ہر ایک کام عمل میں آسکتا ہے۔ مانتے ہیں کسی وقت

کسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے لیکن نایابی کی وجہ سے وہ چیز وقت پر مہیا نہیں ہوتا ہے جس سے کہ امن میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ عوام کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ایسی چیزیں کس طریقے سے مہیا ہوتی ہے۔ اگر ان باتوں پر غور کریں گے تو ہر ایک صبر و تحمل سے کام انجام دے گا جس سے لوگوں کو گرم ہونے سے خون کی کمی نہیں ہو سکتی ہے۔

باوجودِ یک جہاں ہنگامہ پیدائی نہیں
ہیں چراغانِ شبستانِ دلِ پروانہ ہم

ا۔ شاعر فرماتے ہیں میں نے اس دنیا میں آکر بہت سے ہنگامے دیکھے جب سے میں پیدا ہوا ہوں تب سے لیکر اب تک کوئی نہ کوئی ہنگامہ لوگوں میں دیکھتا ہوں لوگوں میں ہی نہیں بلکہ مختلف لوگوں میں بھی ہنگامہ دیکھتا ہوں۔ جب مختلف ہنگامے جیت کر اختتام پذیر ہوتے ہیں تو لوگ اس جیت پر چراغاں کرتے ہیں اور کئی شمع جلا کر اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ ہم نے چراغاں کیا۔ اسی طرح سے اے معشوق میں آپ کیلئے وفاداری نہیں دیکھتا۔ آپ میری وفائی پر ہنگامہ کرتی ہو لیکن میں آپ کے ہنگامے پر چراغاں کرتا ہوں۔ جس طرح ایک پروانہ شمع کے اردگرد چکر لگا کر اپنے آپ کو جلانا چاہتی ہے مطلب وہ شمع کو اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ مجھے آپ کے چراغاں سے وفائی محسوس ہوتی ہے اور اس وفائی کو آپ کے روشنی کے اردگرد ناچنے سے جلانا چاہتی ہوں اور اس وفاداری کی شمع آپ دیکھتی ہو اور اسی شمع پر آپ خود اپنے آپ کو جلانا چاہتی ہو لیکن میں آپ کی وفاداری تسلیم کرتا ہوں آپ اپنی وفاداری کئی واقعوں کے لحاظ سے نہیں دکھا سکتی ہو آپ میں شرم ہے لیکن میں آپ کو جلانا نہیں چاہوں گا خدا آپ کو پاک محبت کے اصولوں میں ہی عمر بھر رکھے۔

۲۔ طرز جمہور میں کئی ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہوتے ہیں وہ یہ کہ کئی لوگ خودکشی کرتے ہیں خودکشی کرنا بہت ہی غلط ہے اور ہر مذہب

کے اصولوں کے تحت خودکشی کرنا بہت ہی غلط ہے۔ اسی لئے ہمیں اپنی قربانی کو خواہ وہ کسی چیز پر دی ہو لیکن ہمیں خودکشی سے الگ رہنا چاہئے۔ انسان کو ناکامی اور کامیابی کا ماحول دیکھنا پڑتا ہے لیکن انسان کو کبھی کم ہمت نہیں ہونا چاہئے طرز جمہور میں خودکشی کرنا بہت ہی غلط ہے۔ اسی لئے ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ طرز جمہور میں ہر ایک کے دکھ کو وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی طریقے سے حل کیا جاتا ہے۔ ہمیں کم ہمت ہو کر خودکشی سے بالائے طاق رہنا چاہئے ہمیں بہادری کے طور طریقوں سے مقابلہ کر کے احساس دلانا چاہئے کہ خدا اچھا ہی کرے گا۔

بہ نالہ حاصل دل بستگی فراہم کر
متاع خانہ زنجیر جز صدا معلوم

ا۔ شاعر فرماتے ہیں جب میں اپنے دل کو حاصل ہی نہیں کر سکا اس دل کو حاصل کرنے کے لئے مجھے رونا آتا ہے روتے روتے ایک نالہ دیکھنے میں آتا ہے یہ دیکھ کر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ خدا نے مجھے پاک محبت کے لئے یہی فراہم کیا۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی سوچتا ہوں کہ معشوق سے وابستگی کے لئے مجھے بہت سے دکھ برداشت کرنے پڑے۔ اگر ان دکھوں سے میری آنکھوں میں آنسو آئے اور ان آنسوؤں کا نالہ بن گیا لیکن میں یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے معشوق نے اپنا دل گرفتار کر کے یہ نصیحت دی کہ ہر ایک چیز کو پانے کیلئے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے مجھے معلوم ہوا یہ کوئی صدمہ نہیں ہے بلکہ اس سے نصیحت فراہم ہوتی ہے۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ اس نصیحت کو پانے کیلئے مجھے غم ملے لیکن ان غموں سے مجھے نصیحتوں کے نالے میسر ہوئے۔ جس کو دیکھ کر مجھے اس بات کا احساس پیدا ہونے لگا کہ ہر ایک چیز کو پانے کیلئے اگر صدمے محسوس ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہمیں نصیحت بھی فراہم ہوتی ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں مختلف عوامی رہنما لوگوں کے دکھوں پر خود بخود تحقیق کرتے ہیں

تحقیق سے انہیں اس بات کا احساس پیدا ہوتا ہے کہ لوگوں میں کن کن وجوہات سے دکھ پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان دکھوں کو دور کرنے کے لئے وہ کئی صلاحکاروں سے مشورہ لیتے ہیں مشورہ لے کر ان دکھوں کو دور کرنے کے لئے حل ڈھونڈتے ہیں اور کئی مشکلات عوام کے لئے دور کرتے ہیں۔

دل میں آ جائے ہے ہوتی ہے جو فرصت غش سے
اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں

۱۔ شاعر فرماتے ہیں جب مجھے معشوق کی یاد آتی ہے تو میں یہ سوچتا ہوں کہ مجھے کس بات پر عشق پیدا ہوتی ہے۔ میں معشوق کو دیکھ کے عشق پیدا کرتا ہوں لیکن میں جب کئی باتوں پر مصروف رہتا ہوں تو اُس وقت مجھے کم تر معشوق کی یاد آتی ہے پھر بھی مصروف رہ کر مجھے دس منٹ کے بعد، بیس منٹ کے بعد معشوق یاد آتا ہے۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ معشوق نے میرے دل میں ایسا نالہ پیدا کیا ہے جس کو میں دو منٹ کے بعد تین منٹ کے بعد چھ منٹ کے بعد دیکھنا چاہتا ہوں اس نالہ سے میں ناراض نہیں رہا۔ دراصل معشوق کو چاہنے کے لئے کتنی پریشانی دل میں پیدا ہوتی ہے۔ مصروف رہ کر بھی اس سے الگ نہیں رہ سکتا ہوں لیکن اے معشوق میں اُس پر بہت ہی خوشی محسوس کرتا ہوں اگر چہ آپ مجھے یاد نہیں کرتی لیکن میں آپ کو اس وقت بھی یاد کرتا ہوں جس وقت مجھے کافی مصروفیات ہوتی ہیں مطلب مصروف رہنے پر بھی میں آپ کو نہیں بھول سکتا ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں امن وامان دیکھ کر ہر ایک عوامی رہنما پریشان رہتا ہے اس سے اس بات کی پریشانی رہتی ہے کہ امن میں خلل پیدا نہیں ہونا چاہئے۔ مطلب جو حب الوطن رہنما ہوتا ہے اس سے لوگوں کا پیار کبھی بھی الگ نہیں رہتا ہے۔ اس سے ہمیشہ خدمت خلق کے لئے دل میں دھڑکنیں محسوس ہوتی ہیں۔ مطلب عوامی رہنما ہمیشہ

مصروف رہنے کے باوجود لوگوں کی پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔

اک شرر دل میں ہے اُس سے کوئی گھبرائے گا کیا
خارِ رَہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں مجھے اگر معشوق نے اپنے ساتھ دل کو وابستہ نہیں کیا ہے لیکن مجھے شوق ہے میں ہمیشہ اپنے دل کو معشوق کے ساتھ وابستہ رکھوں کئی کہتے ہیں کہ اس دل کو وابستہ رکھنے سے حادثات پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ سن کر مجھے کوئی گھبراہٹ محسوس نہیں ہوتی ہے میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ میرے دل میں حادثات پیدا نہیں ہوتے مطلب میں یہ سن کر گھبراتا نہیں ہوں میں معشوق کے وفائی پر کبھی نہیں گھبراؤں گا اگر چہ لوگ کہتے ہیں کہ دل کو وابستہ کرنے کے لئے کئی حادثات رونما ہوتے ہیں میں اپنا دل پاک محبت کی طرح اپنے معشوق کو پیش کرتا ہوں۔ مانتا ہوں میں کئی کانٹوں کے ساتھ مقابلہ کرتا ہوں میں چلتے چلتے کانٹے بھی دیکھتا ہوں اور کانٹوں پر چلتا بھی ہوں۔ہاں معشوق کو اپنی وفائی دکھانے کے لئے اور بتانے کے لئے زبان پر مہر ہے۔ اس پر غالب فرماتے ہیں کہ اسلامی اصولوں کے تحت عورت کبھی بھی بات ایسی نہیں بتا سکتی ہے جو کہ غیر قانونی ہو۔اور معشوق کو آفتاب کے برابر وابستگی کہہ کر غالب نے مہر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ہم مانتے ہیں کہ کسی کے ساتھ وابستگی کے لئے رہنے سے اور وفاداری دکھانے کے لئے کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اسی لئے غالب فرماتے ہیں کہ ان مشکلات کا سامنا کرنے پر کوئی بھی گھبراہٹ محسوس نہیں کرتا ہوں میں بہادر کی طرح اپنے دل کو نچھاور کرنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ آفتاب کی گرمی سے تنگ آکر سایہ ڈھونڈتے ہیں۔

۲۔طرز جمہور میں ایسے واقعات بھی پیدا ہوتے ہیں جن سے لوگوں میں گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً جب ہم پہاڑی سڑک تعمیر کرتے ہیں اور تعمیر کرنے

کے بعد سڑک پر گاڑی چلانے کے لئے ڈرائیور تیار نہیں ہوتے لیکن ان میں کوئی ایسا ڈرائیور ہوتا ہے کہ وہ اسی سڑک پر اپنی گاڑی چلائے گا جب وہ اس سڑک پر اپنی گاڑی چلانے میں کامیاب ہوتا ہے تو اسے اعزاز دیا جاتا ہے اور اس کے بعد ہزاروں ڈرائیور اسی راستے پر اپنی گاڑی کو چلاتے ہیں مطلب وہ پہلا ڈرائیور عوام کے لئے اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ غالب فرماتے ہیں معشوق کو آفتاب کے گرمی سے محبوب کی گرمی برداشت کر کے ایک بہادر کی طرح سامنا کرنا چاہئے۔ بہادری کے اصولوں کو اپنا کر اپنے کام کو پائے تکمیل تک پہنچانا ہے۔

حلقے ہیں چشم ہائے کشادہ بہ سوے دل
ہر تارِ زلف کو نگہ سرمہ سا کہوں

۱۔شاعر فرماتے ہیں جب میں چلتا ہوں تو ہر طرف میں یہ سنتا ہوں کہ اے شاعر تو نے اپنی وابستگی معشوق کے لئے تن برضا پیش کی جس سے آپ کا دل غمگین ہوا ہمیں آپ کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ معشوق نے آپ کے لئے وفاداری پیش ہی نہیں کی۔ جب میں معشوق کی زلفوں پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے ان باتوں کا احساس ہی نہیں ہوتا مجھے لوگوں کے تانوں پر احساس ہی نہیں ہوتا، میں ان کو اس بات پر کیا کہوں جب میں زلف دیکھتا ہوں۔زلف دیکھ کر مجھے آنکھوں اور دل پر کوئی غم محسوس نہیں ہوتا ہے میں سوچتا ہوں اگر میں نے اپنا دل معشوق کو پیش نہیں کیا ہوتا جس سے چشمہ اُبھرتا کیونکہ آنسو بہانے سے اس چشمے کو لوگ دیکھتے۔اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ جن زلفوں پر آپ کو دل کی کشش پیدا ہوئی تو ان زلفوں نے آپ کے دل میں چشمہ نمودار کیا۔اب لوگوں کے تانے بانے میں ترک کرتا ہوں اور اپنا راز ان کو نہیں بتاتا۔

۲۔طرز جمہور میں ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ کئی لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے رہنماؤں کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔لیکن رہنما یہ بتاتے

ہیں کہ ہم نے اگر غلطیاں کیں ہیں تو لوگ ان غلطیوں کو ضرور اُچھالتے اور اپنے تاثرات بھی بیان کرتے ۔اسی لئے ان باتوں پر کوئی بھی غلط فہمی رہنماؤں کے دلوں میں پیدا نہیں ہوتی ہے۔ان کے دلوں میں تاابد عوام کی خدمت کیلئے دل وابستہ رہتا ہے۔

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیئے

بے صدا ہوجائے گا یہ ساز ہستی ایک دن

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ سننے اور دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ آپ کی محبت پاک ہے لیکن پاک محبت معشوق کے دل سے نہیں دیکھنے میں آتی ہے ان باتوں پر کئی مجھ پر اور میرے معشوق پر نغمے گاتے ہیں۔ان نغموں کو سن کر میرے دل میں کوئی غم محسوس نہیں ہوتا ہے میں یہ نغمے سن کر شادمان ہوتا ہوں اور اپنی وفائی پر غنیمت کا الفاظ کہتا ہوں، میں بہت ہی خوش ہوں اور اپنے دل میں مسرت پیدا کرتا ہوں کیونکہ اگر میری وابستگی معشوق کے ساتھ نہیں رہتی یا معشوق کو میرے ساتھ وابستگی نہیں ہوتی تو لوگ کیسے نغمہ لکھتے اور مجھے نغمہ سناتے ۔یہ شاعری اس پر ہی ابھری جس سے کہ میں بہت ہی خوش ہوں اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت میری محبت کو لوگ کسی بھی نام سے پکاریں اور بتائیں کہ کوئی ہستی ہے۔جس نے پاک محبت معشوق کے ساتھ کی لیکن معشوق نے وفائی نہیں دکھائی جس پر ہم نے بہت سے نغمے لکھے اور گائے ۔اس کا مطلب میں ایک ہستی قوم میں پیدا ہوا ہوں جس سے کہ میرا نام ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں رہا۔

۲۔طرز جمہور میں کوئی کام یا کسی جگہ کا رسم افتتاح کیا جاتا ہے تو بہت سارے رہنما موجود ہوتے ہیں۔وہ یہ کام انجام دیتے ہیں ۔مطلب یہ ایک تاریخی واقعہ یا تاریخی دن تسلیم کیا جاتا ہے اور اس دن کو ہم یہ کہتے ہیں رسم افتتاح کرنے سے بہت سے خوشیاں دیکھنے میں آئی اور اس دن کو ہمیشہ یاد کرنے کے لئے ہم یادگاری دن بھی

مناتے ہیں۔اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی مجھے دیکھتا ہے یا میں ان کو دیکھتا ہوں انہیں میری یاد آتی ہے۔یاد آنے سے ہی میں لوگوں کے دلوں میں ایک ہستی پیدا ہوا ہوں۔طرز جمہور میں اسی طرح سے کئی ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جس سے لوگ کئی شخصوں کو ہستی کے نام سے بھی پکارتے ہیں اور کسی کسی واقعہ پر شاعری بھی لکھتے ہیں۔

خنجر سے چیر سینہ اگر دل نہ ہو دونیم
دل میں چھری چبھو، مژہ گر خونچکاں نہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں یہ سنتا ہوں یا میں خود بخود تحقیق کرتا ہوں تو یہ سوچتا ہوں کہ میں اکیلا اپنا دل معشوق کے ساتھ وابستہ کرتا ہوں لیکن وابستگی کا مجھے رجحان ہی دیکھنے میں نہیں آتا۔مطلب کیا معشوق میرے دل کو چاہتی ہے کیا وہ اپنے دل سے میرے دل کو چاہتی ہے ان باتوں سے میں جدا ہوں اور یہ سوچ کر مجھے دل میں بہت سی پریشانی محسوس ہوتی ہے۔لیکن جب میں ان کے چہرے پر نظر ڈالتا ہوں یا مجھے ان کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو اس وقت مجھے ان کی تصویر پر دل میں چھری لگ جاتی ہے۔میں یہ کہتا ہوں کہ ان کی شکل اور آنکھوں سے مجھے خنجر دل میں محسوس ہو رہا ہے۔پھر بھی میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ پاک محبت ہے دل کو پانے سے زخم پیدا ہوتا ہے۔میں زخم کا لفظ الگ رکھ کے پاک محبت کا لفظ استعمال کرتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں مختلف رہنماؤں کے خیالات الگ ہوتے ہیں لیکن قوم کے مفاد کے لئے کام کرتے ہیں۔ان اصولوں سے طرز جمہور میں لوگوں میں اُتھل پتھل پیدا ہوتی ہے جس سے کہ تناؤ دیکھنے میں آتا ہے۔لیکن یہ تناؤ اس وقت کم دیکھتے ہیں جب قوم رہنماؤں کو اپنے سوچ سے چن کر یہ بتاتے ہیں کہ ہمیں کن کے اصولوں پر قائم ودائم رہنا ہے۔

ہے تنگ سینہ دل اگر آتش کدہ نہ ہو
ہے عار دل نفس اگر آزر فشاں نہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں اپنے نظریہ کو غلط نہیں سمجھا ہے میں جو بھی سوچتا ہوں وسیع طریقے سے سوچتا ہوں اگر چہ دل میں مجھے میل ہوتا تو میں اپنے دل کو لوگوں کے سامنے پیش نہیں کرتا تب میں اپنے دل کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جب کہ میرے دل میں کوئی میل نہیں ہے۔ اگر میرے دل میں کوئی غلطی ہوتی تو لوگوں میں آگ اُبھرتی اور اس آگ کو کوئی بھی نہیں بجھا سکتا۔ لیکن میں معشوق کو یہ کہہ رہا ہوں کہ میں اپنے دل کو قابو میں اس انداز سے کرتا ہوں جس طرح اسلامی قوانین کے تحت روح اور نفس کا استعمال کرنا چاہیئے۔ اسی طرح سے میں دل کو قابو میں رکھتا ہوں اگر چہ میرے دل میں چاہت اُبھرتی ہے میں اس چاہت کو نفس کے اصولوں کے طرز پر چلاتا ہوں اسی لئے اے معشوق مجھ میں پاک محبت کا اصول پیدا ہوا ہے اور پاک محبت کا اصول ہمیشہ کے لئے قائم و دائم رکھتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں کئی ایسے رہنما بھی نمودار ہوتے ہیں جو کہ مختلف رہنماؤں کے ساتھ کام کرتے ہیں اور پھر ان رہنماؤں سے الگ ہو کر خود بخود اپنی رہنمائی کرنے لگتے ہیں۔ کوئی رہنما کسی اصول پر لوگوں کے سامنے نمودار ہوتا ہے تو اس سے لوگ ان اصولوں پر بہت ہی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ لیکن لوگوں کو جب رہنما پر بہت ہی بد گمانی پیدا ہوتی ہے تو لوگ نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پائے
جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب میں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جس دل میں کوئی میل پایا جاتا ہے اس کو دل نہیں کہتے ہیں اس کو بزدل بھی نہیں کہتے ہیں دراصل ایسے دل کو بے کار دل کے برابر کہتے ہیں۔

مطلب جس عاشق نے اپنے معشوق کے لئے سچائی کے طور پر اپنا دل وابستہ کیا ہے اسے صحیح میں دلدار کے نام سے پکارتے ہیں۔ دلدار اس لئے کہ اس نے پاک محبت پر ہی اپنے دل کو غمزدگی میں رہ کر ایک نالہ پیدا کیا ہے جس کو دیکھ کر لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ دلبری کے برابر ہے اس کے برعکس جس نے اپنے دل تا ابد معشوق کو نہیں پیش کیا اس کے دل میں میل دیکھ کر اس سے دلبر نہیں بلکہ خستہ دل سمجھا جاتا ہے اور خستہ دل کو کبھی بھی کسی کے دل میں جگہ نہیں ملتی ہے لیکن جس نے اپنا دل معشوق کو تا ابد دیا ہے اس سے دلبری کا لقب دیکھ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ایسے دل کو آفتاب کے مانند دیکھنا چاہئے۔ مطلب اس کے دل میں آفتاب جیسی روشنی دیکھنے میں آتی ہے۔ مطلب اس کے دل نے اتنی گرمی محسوس کی ہے جس سے کہ وہ اپنے دل کو جلا کر بھی معشوق کے ساتھ پاک محبت تا عمر رکھتا ہے۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں پاک محبت میں دلبر ہوں اور میری دلبری تا ابد آپ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر چہ میری وفاداری پر کوئی رُکاوٹ دیکھنے میں آئے گی تو وہ میرے دل پر نہیں سمجھی جائے گی بلکہ وہ آپ کے دل پر ہی تسلیم کی جائے گی۔ میں پاک کی محبت کے اصولوں پر کاربند ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں جس سے قربانی دینے کے لئے لوگ تیار ہوتے ہیں۔ قربانی دینے کے لئے لوگوں میں رہنماؤں کے اصولوں پر چلنا پڑتا ہے۔ قربانی وہ نہیں جو کہ لوگوں میں نقص امن پیدا کرے۔ قربانی لوگوں کے معاشی حالت کے لئے رہنما کام کرے، معاشی حالت کو ٹھیک کرنے کے لئے لوگ رہنما کو محبت کے اصولوں سے دیکھتے ہیں۔ طرز جمہور میں جو بھی لوگوں کی معاشی حالت سدھارنے کیلئے کام کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں رہتا ہے اور لوگ اسے محبت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو ، تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میں حیران ہوں میں آپ کی وفا پر کتنا ہوشیار اور کتنا ہی کاربند ہوں کہ میں بے وفائی کے اصول تسلیم کرنے والا نہیں ہوں۔ اب میں حیران ہوں کہ اس وفائی سے میں اپنے آپ پر روتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ میں نے کیوں آپ کے ساتھ اتنی وفاداری کی جس سے مجھے اپنے آپ کو ہی رونا اور پچھتانا پڑا۔ میں اپنے دل سے سوچتا ہوں کہ مجھے کس لحاظ سے معشوق کے ساتھ اتنا رابطہ ہوا ہے جس کے لئے خود میں بیزار ہوں۔ پھر بھی میں اتنی قوت رکھ کر بھی اپنا دل اور وفاداری آپ کے لئے ہمیشہ پیش کرتا ہوں۔ لیکن اے معشوق میرا مقصد میرا مدعا آپ کے لئے منظور نہیں۔ مطلب آپ میرے مدعا اور مقصد کو ٹالتی ہو جس سے کہ میں اپنی توجہ الگ کرنا چاہتا ہوں اے معشوق اتنا دکھ دے کر بھی میں اس دل کو آپ کے دل سے الگ نہیں کرنے دیتا۔ وہ یہ کہ کس جادو سے آپ نے میرے دل کو اپنے دل کیساتھ قابو میں رکھا ہے۔ اگرچہ آپ مجھے محسوس کرنے نہیں دیتی کہ میں نے اپنا دل آپ کے ساتھ وابستہ کیا ہے لیکن آپ کے طور طریقوں سے مجھے شک وشکوک ہوتا ہے جس سے کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ میرے لئے وفاداری نہیں بلکہ بے وفائی کا پرچم لہراتی ہو۔

۲۔ طرز جمہور میں بہت سے قائدے قانون ہیں لیکن قائدے قانون کے باوجود لوگ جو چاہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ طرز جمہور میں جدوجہد سے ہر ایک چیز حاصل ہوتی ہے بشرطیکہ جدوجہد امن وامان سے ہو۔ اسی طرح سے شاعر فرماتا ہے کہ میں نے اپنے معشوق کیساتھ وفائی کی ہے لیکن در جواب معشوق کا مجھے محسوس ہی نہیں ہوتا کہ کیا وہ میرے ساتھ وفائی کر رہی ہے پھر بھی اپنا دل معشوق کے تیئں پیش کرتا ہے۔

اسی طرح سے طرز جمہور میں اگر قومی رہنما لوگوں کے لئے کام نہیں کرتا پھر بھی لوگوں کو اس کے تئیں اعتماد برقرار رہتا ہے۔

دل نازک پہ اُس کے رحم آتا ہے مجھے غالبؔ
نہ کر سرگرم اُس کافر کو اُلفت آزمانے میں

ا۔ غالب فرماتے ہیں میں نے اپنا دل ہمیشہ معشوق کو پیش کیا لیکن سے یہ معلوم ہی نہیں کہ یہ دل نازک ہوتا ہے جب بھی دل کو دل کے تئیں ٹھیس پہنچتی ہے تو اس سے غم محسوس ہوتا ہے لیکن محبت میں دل دینے والے کو بہت سی آزمائشوں کے دور سے گذرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ معشوق دل کی بہت سی آزمائش کر کے اپنی وفائی دکھاتی ہے غالب فرماتے ہیں کہ اگر میرے اس دل کو کوئی غمزدگی محبوب کے ذریعے پہنچتی ہے پھر بھی میں ان باتوں پر نہیں اُلجھتا ہوں۔ بلکہ میں اپنے دل کو محبوب کے تئیں پیش کرنے پر یہ بھی نہیں کہتا ہوں کہ میرا دل نازک ہے اگر دل پیش کرنے سے مجھے بہت ٹھیس پہنچاتی ہے پھر بھی میں اپنے دل کو نازک تسلیم نہیں کرتا ہوں میں گلے شکوے مسترد کر کے محبوب کے تئیں اپنا دل پیش کرتا ہوں۔ میں ایسا عاشق بھی نہیں ہوں کہ میں الفت کو آزمانے پر شک وشبہ پیدا کروں۔ اگر شریک خدا ٹھہرانے والا خدا کو نہیں تسلیم کرتا ہے لیکن میں ان میں سے نہیں ہوں۔ میں شریک خدا ٹھہرانے والا بندہ نہیں ہوں میں اپنی الفت کے اصولوں سے معشوق کو اپنے دل میں ہمیشہ جگہ دے کر اس کو اپنے دل کے تئیں رکھتا ہوں۔ اسی لئے معشوق کے کہنے سے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ اگر کہیں سرگرم کافر کو پیش کر دیا الفت کے آزمانے کیلئے اس سے کئی امتحان لیے جائیں۔ پھر بھی میں اپنی الفت کو برقرار رکھتا ہوں۔ میں آزمائش کرنے والا نہیں ہوں اگر معشوق میرے دل پر اور محبت پر آزمائش کرتی ہے تو میں آزمائش نہیں کرتا ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں جب کسی فرد پر شک وشکوک پیدا ہوتے ہیں تو لوگوں کے تئیں

اس کا احترام گر جاتا ہے۔ اسے احترام کی نظروں سے لوگ نہیں دیکھتے ہیں اس سے سرگرم کافر کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ یہ واقعہ اسی لئے نمودار ہوتا ہے کہ اس شخص نے کچھ غلط کام کیئے ہوں گے جس سے کہ وہ سرگرم کافر تصور کیا جاتا ہے اور لوگوں کا اعتماد گر جاتا ہے۔ اسی طرح سے شاعر فرماتا ہے کہ میں وہ کافر نہیں ہوں میں شریکِ خدا ٹھہرانے والا نہیں ہوں۔ میں دل کو صاف طور سے معشوق کو پیش کرتا ہوں جو مجھے شک وشبہ کے لحاظ سے دیکھتی ہے۔ اسی طرح سے طرز جمہور میں ہر کسی کو ایسا کام کرنا چاہیئے جس سے شک وشبہ لوگوں میں نہ رہے اور اپنے اپنے رہنماؤں پر اعتبار برقرار رہے۔

دل لگا کر ، لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیٹھنا
بارے، اپنی بیکسی کی ہم نے پائی دادیاں

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اگر میں نے اپنا دل معشوق کے تیئں پیش کیا لیکن پھر بھی میں اکیلے میں بیٹھتا ہوں۔ اور الگ بیٹھ کر میں ان کا ہی تصور دل میں رکھتا ہوں۔ مطلب جب میں معشوق کے ساتھ الگ رہا ہوں تو اس وقت میں کسی تنہائی میں بیٹھ کر بھی ان کا خیال دل میں رکھتا ہوں اور وہ خیال مجھ سے کبھی الگ نہیں رہتا ہے مطلب تنہائی میں بھی مجھے معشوق یاد آرہا ہے۔ کیا کروں تنہائی سے مجھے بہت سے غم ابھرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنی بیکسی میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ لیکن اس بیکسی میں مجھے کوئی ایسی دوا میسر نہیں ہوئی نہ کسی ایسی دوائی سے تنہائی میں رکھ کر علاج میسر ہوا۔ مطلب میں اپنی زندگی معشوق کے خیالات میں ڈوب کر کوئی ایسی دوائی حاصل نہیں کر سکا جس سے کہ میں معشوق کے ساتھ اکٹھے بیٹھ سکتا یا اکٹھے ان کے ساتھ بچپن کے دن گزارتا۔ میری قسمت میں تھا ہی نہیں۔

۲۔ طرز جمہور میں کوئی بھی تنہا نہیں بیٹھتا ہے۔ نہ تنہائی میں اپنی زندگی بسر کرنا

چاہتا ہے مطلب باتوں کے لئے اور نصیحت کے لئے ایک دوسرے کا رابطہ رکھنا چاہئے۔ طرز جمہور میں بھی اکیلا پن اچھا نہیں رہتا۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کے بغیر اس دنیا میں زندگی بسر نہیں ہو سکتی ہے۔ اسی طرح طرز جمہور میں بھی اکیلا آدمی کوئی کام نہیں نبھا سکتا ہے۔

جہاں میں ہو غم وشادی ہمیں کیا کام
دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اس دنیا میں غم اور خوشی ہی انسان کو میسر ہوتی ہے اگر ان دونوں میں سے کوئی چیز انسان کو میسر نہیں ہوتی تو اس دنیا میں انسان کا کیا کام ہے۔ دونوں میں ایک نہ ایک چیز انسان کو ضرور میسر ہونی چاہئے۔ ہمیں خدا نے ان دونوں چیزوں کو میسر کیا ہے اسی لئے ہمارا دل کبھی شاد رہتا ہے اور کبھی غمگین اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ اگر مجھے معشوق سے رشتہ ہے اور اس رشتے میں ہم دونوں کا کوئی تناؤ ہے اس تناؤ کو مٹانے کے لئے ہمیں غم اور خوشی کے ساتھ مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ جب ہم دونوں کامیاب ہو جائیں گے تو ہماری محبت پاک سمجھی جائے گی۔

۲۔ طرز جمہور میں ہر کسی کام کے لئے روزگار مہیا ہے لیکن بشرطیکہ اسامی کی جگہ ہو۔ اگر بیس مزدور کام پر لگے ہیں تو اکیسواں مزدور کام نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح سے کئی لوگ بے روزگاری میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مطلب انہیں کوئی کام ملتا ہی نہیں اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ غم اور خوشی دونوں انسان کو الگ الگ صورتوں میں مہیا ہوتی ہیں۔ جو بے روزگار طرز جمہور میں بے کار وقت گذارتا ہے اس سے کام دھونڈنے کے لئے پریشانی کا سبب ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کوئی ایسا بندہ کام دن کا کرتا ہے وہ اپنی زندگی اپنی محنت کی کمائی سے خوشحال دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح طرز جمہور میں بے روزگار اور روزگار خوشی اور غم کے مناظر میں مصروف رہتے ہیں۔

دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے
دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دوست سے ملنے کے لئے بہت سی دعائیں کیں۔خدا سے گزارش کی کہ اپنے دوست کا دیدار ہونا چاہیئے۔دوسری بات میں نے کئی آستانوں میں حاضری دے کر نیاز رکھے کہ مجھے دوست کا دیدار ملنا چاہیئے۔لیکن میں حیران ہوں کہ اتنی گزارش کرنے کے باوجود میں دوست کا دیدار نہیں کر سکا اگر چہ میں دوست کا دیدار نہیں کر سکا لیکن پھر بھی ان آستانوں کا دیدار کر چکا جن آستانوں کا دیدار نہیں کیا تھا۔اب میں حیران ہوں اتنی گزارش کرنے کے باوجود اگر دوست کا دیدار نہ ہو سکا لیکن مجھے دیدار کی گزارش پر خدا کے ساتھ رابطہ قائم رہا۔جس سے کہ کئی حیران ہو چکے ہیں کہ دوست کے دیدار نہ کر سکے پھر بھی مختلف آستانوں میں جا کر اپنی حاضری دے کر خدا کا نام بھی لیا۔بہانہ دوست کے دیدار پر بھی رہا اس لئے اے معشوق اگر آپ نے دیدار نہیں دیا پھر بھی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ کے دیدار کے لئے میں نے خانقاہوں کا دیدار کیا۔ بہانہ تیرے دیدار کا رہا۔شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ کے بہانے سے میں نے کئی خانقاہوں کا دیدار کیا۔

۲۔طرز جمہور میں ہر کسی کو اپنا اپنا مذہب پالنے کی آزادی ہے ہر کسی کو ہر ایک مذہب کا احترام کرنا ضروری ہے۔

گنجائش عداوتِ اغیار یک طرف
یاں دل میں ضعف سے ہوسِ یار بھی نہیں

ا۔شاعر فرماتے ہیں میں کبھی بھی اپنے دل میں عداوت کی گنجائش نہیں رکھتا ہوں۔نہ میں کوئی چالاکی اپنے دل میں رکھتا ہوں اگر چہ مجھے معشوق کے ساتھ کوئی تناؤ ہے میں اس تناؤ کو عداوت کے ذریعے نہیں نبھاتا ہوں اور نہ میں اس تناؤ کو معشوق کی

عداوت سمجھتا ہوں ۔ نہ میں اس تناؤ کو کسی چالاکی سے مٹانے والا ہوں ۔ میرا دل صاف و پاک ہے ہاں میں اپنے دل کو صفائی سے پیش کرنے والا ہوں ۔ اگر مجھے معشوق کا دیدار حاصل نہیں ہوا مجھے دل میں عداوت نہیں ،کوئی ایسی چالاکی بھی نہیں جس سے کہ معشوق کی بدنامی ہو جائے ۔ان اصولوں سے میں مبرا ہوں ۔

۲۔طرز جمہور میں عوامی رابطوں میں کئی عداوت یا چالاکی کا لفظ استعمال کرتے ہیں ۔ جب عوام کو معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ کوئی عداوت یا کوئی چالاکی کسی کام کے لئے کوئی کرتا ہے تو عوام اس سے نفرت کرتی ہے ۔ اور عوامی حلقوں میں ان باتوں پر کوئی عزت نہیں رہتی ہے ۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ اگر دل میں کسی کے ساتھ اپنی محبت نبھانا ہو تو اس میں عداوت کی گنجائش نہیں اپنانی چاہئے ۔ نہ چالاکی کی گنجائش اپنے دل میں رکھنی چاہئے ۔

ہزاروں دل دیے جوش جنون عشق نے مجھ کو
سیہ ہوکر سویدا ہوگیا ہر قطرہ خوں تن میں

ا۔شاعر فرماتے ہیں ہم دن میں ہزاروں دلوں کو دیکھتے ہیں اور ہزاروں کو دلوں کے ساتھ دل کو وابستہ کرتے ہیں ۔ہمیں اس سے عشق محسوس ہوتا ہے اسی طرح شاعر فرماتے ہیں کہ اگر چہ میں ہزاروں آدمیوں کے ساتھ باتیں کرتا ہوں لیکن باتیں کرتے کرتے میں اپنا دل بھی انہیں پیش کرتا ہوں لیکن عشق کے معاملے میں میں اپنا دل ہزاروں کو پیش کرنے والا نہیں ہوں ۔میں اپنے دل کو ایک ہی دل کے ساتھ پیش کرتا ہوں لیکن مجھے حسین دیکھ کر کوئی خواہش نہیں اُبھرتی ہے میں اپنے دل کو سودا بازی میں نہیں ڈالنا چاہتا اگر چہ دکاندار کے پاس بہت ساری چیز بیچنے کے لئے ہوتی ہیں لیکن میں اپنے دل کو دکان کی صورت میں نہیں پیش کرتا ہوں ۔میرے دل میں کوئی دکان نہیں ہے اگر میرا دل ایک کے ساتھ وابستہ ہوا ہے تو وہ ہمیشہ وابستہ رہے گا۔ مطلب شاعر کا یہ

ہے کہ میں وفادار معشوق کے تیئں ہوں اور رہوں گا۔ اب اگر چہ معشوق مجھ سے دل کے اعتبار پر بے وفائی کی لیکن میں بے وفائی نہیں کرنے والا ہوں۔ میں ایسا وفادار ہوں کہ میں اپنے دل سے وفاداری کرتے کرتے خون کے قطروں کو موجود رکھ کر معشوق کو دکھاؤں گا کہ میں نے کسی کے ساتھ اپنا دل معشوق کے بغیر نہیں پیش کیا ہے۔ اگر چہ ہزاروں صورتیں دن کو دیکھتا ہوں لیکن میں ایک کے ساتھ ہی اپنا دل پیش کرتا ہوں۔ مطلب شاعر کا میں پاکِ محبت میں اپنی زندگی بسر کرتا ہوں۔

طرز جمہور میں بہت سارے ایسے بھی لوگ دیکھنے میں آتے ہیں جو کہ ایک رہنما کا خادم بن کر دوسرے رہنما کے بھی خادم بنتے ہیں۔ وہ کسی کے ساتھ اپنی وفاداری نہیں دکھاتے ہیں۔ وہ دو طریقوں میں اپنا کام نبھاتے ہیں۔ جس سے کہ اس پر لوگوں کو اعتماد نہیں رہتا ہے۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ اگر میں نے اپنا دل کسی کو دیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں کسی اور کو دیکھ کر اپنا دل اسے دے دوں۔ ان اصولوں کے تیئں میں کام کرنے والا نہیں ہوں نہ میں عشق نبھانے والا ہوں۔ میں پاک محبت کو ترجیح دینے والا آدمی ہوں۔ اسی طرح سے طرز جمہور میں ہمیں ایک ہی بندے کے اصولوں پر کاربند رہنا چاہئے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہم کسی کے غلام بنیں اگر کسی کے اصول اچھے نہیں ثابت ہوئے تو اپنے اصول بھی اس کے ساتھ ترک کریں۔

دل ہی تو ہے، نہ سنگ وخشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اگر ہم نے کئی طوفان بھی دیکھیں ہیں اور دیکھتے ہیں ہمیں خوشحالی سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ ہمیں ڈرپوک نہیں بننا چاہئے جس طرح میں نے اپنے دل کو ایک پتھر بنایا ہے جس پتھر کو میں کبھی بھی اِدھر اُدھر ہلانے والا نہیں ہوں۔ میں نے دل میں پتھر قائم کیا ہے۔ وہ پتھر معشوق کو دکھانا چاہتا ہوں۔ دکھا کر اس سے یہ کہنا چاہتا ہوں

کہ آپ کی وفاداری پر کوئی آنچ لینے والا نہیں ہوں بلکہ میں اپنے کو خوف وحراساں دیکھتا ہوں تو اس کا مقابلہ کر کے بھی میں آپ کا وفادار معشوق رہوں گا اور رہا ہوں۔ باوجود اس کے اے معشوق آپ مجھے وفاداری کا پرچم نہیں دکھاتی اگر چہ میں نے پتھر کے تئیں اپنا دل وفاداری کی اصولوں سے دکھایا لیکن آپ وفاداری کے تئیں کام نہیں نبھاتی۔ باوجود کہ میں ایسے مشکلات میں بھی دیکھ کر وحشت میں نہیں رہنے والا ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں عوام کے ساتھ ایسے واقعات دکھانے پڑتے ہیں جس سے کہ انہیں یقین آئے اور اسی یقین سے عوام خوش رہتی ہے اور صحیح باتوں پر عوام اعتماد دیتی ہے۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل کے تئیں معشوق کو اپنا اعتماد دکھایا لیکن میں اپنا اعتماد فراموش نہیں کرنے والا۔ طرز جمہور میں ہر کسی رہنما کو اپنے اصولوں پر کاربند رہنا چاہئے۔ کاربند اس طرح رہنا چاہئے کہ اپنا دل سنگ دل کے برابر بنانا چاہئے۔

حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

ا۔ شاعر فرماتے ہیں مجھے کسی چیز پر حسد یا ضد نہیں ہوتی ہے میں اپنے دل کو حسد سے الگ رکھنا چاہتا ہوں اگر مجھے کوئی یہ کہے کہ اے دوست آپ نوکر شاہی کے ملازم ہو اور آپ کا معشوق ایک بڑا بھاری افسر ہے ان الفاظ کو میں الگ رکھ کر اپنا کام نبھاتا ہوں میں یہ نہیں تسلیم کرنے والا کہ معشوق افسر ہے تو میں ایک نوکر ہوں یا معشوق امیر ہے تو میں غریب ہوں۔ ان دونوں صورتوں کو میں الگ رکھتا ہوں صرف میں دل کو آزماتا ہوں کہ دل کی خواہش جس کیساتھ رہے اس خواہش کو میں الگ کرنے والا نہیں ہوں۔ نہ میں کوئی حسد کرنے والا ہوں۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ معشوق کو میرے ساتھ وابستگی نہیں ہے وہ اگر ایسے الفاظ صاف صاف مجھے بتائے گی تو

ہیں خوش مزاج رہوں گا مجھے کوئی حسد نہیں ابھرے گا۔ میں ایسا نظارہ دیکھنا چاہتا ہوں جس سے کہ وہ مجھے یہ کہیں کہ آپ کا دل غریب ہے تو میں غریب کے ساتھ اپنا دل پیش نہیں کرتا ہوں۔ مجھے ان اصولوں پر بھی کوئی رونا نہیں آئے گا۔ مجھ میں حسد کی آگ نہیں ابھرے گی میں صرف یہ سننا چاہتا ہوں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ باوجود اس کے میں دونوں صورتوں میں اپنا نظارہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ نظارہ دیکھ کر میں خوش اور واہ واہ کرنے والا ہوں۔ جب کہ معشوق خود یہ کہیں کہ مجھے آپ کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اگر چہ رشتہ نہیں ہے یہ بات سن کر مجھے حسد کی آگ نہیں ابھرے گی۔ اسی لئے شاعر فرماتا ہے کہ مجھے کسی بات کا حسد دل میں نہیں ابھرتا ہے بلکہ میں ہر ایک چیز کا نظارہ اس دنیا میں دیکھتا ہوں اور نظارہ دیکھ کے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس دنیا میں پاکِ محبت کے اصولوں پر ہی انسان کو کاربندرہنا چاہئے۔

۲۔ طرز جمہور میں غریب لوگ بھی ہیں اور امیر لوگ بھی لیکن دونوں کو یکسانیت کے قوانین نافذ العمل ہے۔ اب اپنی اپنی محنت سے ہر ایک بڑے عہدے پر پہنچ سکتا ہے اور بڑے عہدے والا نچلے عہدے پر بھی پہنچ سکتا ہے۔ ہمیں صرف محنت کی ضرورت پڑتی ہے۔ طرز جمہور میں ترقی کرنے پر حسد کی آگ نہیں ابھرتی ہے بلکہ ہر ایک شہری ہر ایک حال پر نظر ڈالتا ہے۔ صرف حال دیکھ کر اپنے خیالات اپنے دوستوں تک پہنچتا ہے اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ حسد کی آگ مجھے دل میں نہیں ابھرتی ہے نہ ابھرے گی اسی طرح سے طرز جمہور میں عوامی حلقوں میں کسی بھی بات پر حسد کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگ اختلاط کا
ہے دل پہ بار، نقش محبت ہی کیوں نہ ہو

۱۔ شاعر فرماتے ہیں میں اختلافات ڈالنے یا اختلافات رکھنے والا آدمی نہیں

ہوں اگر چہ میری محبت میں کئی ایسے بھی افراد ہے جو میری پاک محبت پر تناؤ ڈالنا
اور رکاوٹ ڈالنا چاہتے ہیں لیکن میں ان کو بھی آفرین کرنے والا بندہ ہوں۔ اب جبکہ
پاک محبت ہے تو ان افرادوں کی سازش ناکامیاب میرے معشوق کے ذریعے ہی
ہو جائے گی۔ لیکن محبت کے کشمکش میں دل کو بہت سے اُتار چڑھاؤ دیکھنے پڑتے ہیں
جس کی وجہ سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو بھی کسی کے محبت میں رُکاوٹ ڈالتا ہو وہ
کامیاب نہیں ہوسکتا ہے۔ جبکہ دل معشوق کا محبوب کے ساتھ پاک محبت کے اصولوں
کے تئیں ہونا چاہئے۔ اسی طرح سے میں اپنے معشوق کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے
کبھی کوئی اختلاف آپ کے تئیں نہیں رکھا ہے نہ میں اپنے اختلاف آپ کے تئیں رکھ
سکتا ہوں۔ مجھے پاک محبت پر ہی بھروسہ ہے۔ اور بھروسہ کرتے رہوں گا۔

۲۔ طرز جمہور میں بہت سے ایسے افراد بھی دیکھنے میں آئے ہیں جو کسی کام میں
رکاوٹ ڈالنے کے لئے لوگوں کو بھڑکاتے ہیں۔ لیکن بھڑکانا کامیاب نہیں ہوتا ہے اسی
طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ میں وہ رنگت پیش کرنے والا نہیں ہوں جس سے کہ کسی کو
تکلیف محسوس ہو۔ میں ایسی رنگت پیش کرنے والا ہوں جس سے کہ ہر ایک بیمار صحت
یاب ہوسکتا ہے۔ اسی لئے طرز جمہور کو صحت یاب بنانے کیلئے اختلافات کے اصولوں کو
ترک کرنا چاہئے اور صحت منداصولوں پر ہر ایک شہری کو اپنا کام نبھانا چاہئے۔

واں اس کو ہول دل ہے تو یاں میں ہوں شرمسار
یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہ ہو

ا۔ شاعر فرماتے ہیں سچائی کبھی بھی دب نہیں سکتی۔ جس طرح میرے دل میں
سچائی موجود ہے میری سچائی پر معشوق شرمسار ہوسکتی ہے۔ جس طرح ایک آدمی غلط
باتیں کرتا ہے اور اس سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ غلط بات ہے۔ جب صحیح ثابت ہوتا ہے تو
وہ کہنے اور سننے پر شرمسار ہوتا ہے۔ مطلب وہ مایوس رہتا ہے اور خود بخود یہ سوچتا ہے

کہ میں نے کیوں ایسی بات کی یا ایسی بات چھیڑی۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں
کہ جب میں اپنے صحیح اصولوں پر کاربند ہوں تو میرے معشوق کو میری صحیح بات پر یہ
کہیں گے کہ آپ غلط بات کہتی ہو یا غلط باتوں کے اصولوں پر چلتی ہو۔ وضاحت
کرنے کے بعد خود بخود معشوق کو محسوس ہوگا کہ یہ صحیح ہے۔ صحیح بات میں الجھ کر معشوق
خود بخود شرمسار ہو جائے گی۔ یعنی شاعر کا مطلب ہے جب وہ شرمسار ہو جائے گی تو
اس سے میری محبت پر افسوس کے الفاظ ابھر کر آئیں گے۔ وہ یہ محسوس کریں گے کہ
میں نے اپنے محبوب کے تئیں صحیح طور پر غلطی کی ہے۔ اس غلطی پر جب شرمسار ہوگی تو اس کو
میرے دل کے تئیں تاثر ضرور آئے گا۔ جس سے پاک محبت کے اصولوں کو اپنانے پر
کاربند رہے گی۔

۲۔ طرز جمہور میں کئی افواہوں پر بھی کام نبھاتے ہیں اور افواہ باز اپنی افواہ کو گرم
کر کے عوام کے سامنے صحیح ثابت کرتے ہیں لیکن جب اس افواہ پر تنقید ہوتی ہے تو
لوگوں میں نفرت محسوس ہوتی ہے۔ اور ان افواہ بازوں کے خلاف محبت نہیں ابھرتی
ہے بلکہ انہیں دشمن کے برابر عوام کے دلوں میں جذبہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح سے شاعر
فرماتے ہیں کہ میں ایسا آدمی ہوں کہ میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے اور جب معشوق
اپنی غلطی پر پچھتائے گی تو پچھتاتے پچھتاتے شرمسار ہو جائے گی۔ اسی طرح سے
طرز جمہور میں افواہ باز شرمسار ہو جاتے ہیں۔

دل کو میں اور مجھے دل محوِ وفا رکھتا ہے
کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہم کو

۱۔ شاعر فرماتے ہیں میں نے اپنا دل ہمیشہ وفاداری کے اصولوں پر پیش کیا ہے۔
میں ایسی وفاداری پیش کرتا ہوں جس سے کہ میں اپنے شوق کو الگ رکھ کر معشوق کے
تئیں پاک محبت کے اصولوں سے دل کو گرفتار رکھتا ہوں۔ مطلب میں کسی غیر کے

ساتھ اپنا دل پیش نہیں کرنے والا ہوں نہ کروں گا میں نے اپنا دل معشوق کو پیش کیا ہے لیکن بات سوچنے کے قابل ہے کہ مجھے اگر کسی نے اپنا دل دینے کے لئے گزارش کی میں نے اپنا دل ان کو نہیں دیا۔ مطلب میں معشوق کے بغیر کسی غیر کو اپنا دل دینے والا نہیں ہوں۔ مجھ میں پاک محبت کا اصول ہے وہی اصول اپناتے اپناتے اپنے معشوق کے تئیں اپنا دل گرفتاری میں رکھتا ہوں اور دل کو پاک محبت کے اصولوں پر برقرار رکھتا۔ مطلب میں اپنے ہی معشوق کے تئیں دل دے کر گرفتاری میں ہوں۔ اسی لئے میں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ معشوق میرے ساتھ ہے اور وہ بھی میرے ساتھ ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں عام طور پر لالچ کے اصولوں سے کئی غلط کام کرتے ہیں غلط کام کرنے سے انسان کو دُور رہنا چاہئے۔ قوم کو وفاداری کے اصولوں پر کاربند رہ کر نقص امن سے الگ رہنا چاہئے قوم کو دیانتداری کے اصولوں سے گرفتار رہنا چاہئے جس طرح شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے کئی غیر لوگوں نے دل پیش کرنے کی گذارش کی لیکن میں نے اپنا دل پاک محبت کے اصولوں سے کسی غیر معشوق کو نہیں دیا۔ اسی طرح سے طرز جمہور میں ہمیں انہی اصولوں پر کاربند رہنا چاہئے۔

کسی کو دے کے دل، کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اگر میں نے اپنا دل معشوق کو پیش کیا مجھے اس میں کیوں اختلاف ہے۔ اگرچہ اختلافات رونما ہوتے ہیں وہ میرے دل سے نہیں بلکہ معشوق کے دل سے ہی اختلاف رونما ہوتے ہیں۔ اگر اختلافات رونما نہیں ہوتے تو کیسے معشوق اور عاشق کی داستان وجود میں آتی۔ تو کیسے لیلیٰ مجنوں کی داستان پڑھنے کے لئے میسر ہوتی۔ مطلب ان واقعات سے ایسی داستان پڑھنے اور سننے میں آتی ہیں۔ اسی لئے اگر معشوق اور محبوب کے ساتھ آپس میں تناؤ نہیں پیدا ہوتا تو کہانی

مختصر بنتی ۔تناؤ سے ہی کہانی ابھرتی ہے اسی لئے شاعر کہتے ہیں کہ میرے دل میں اگر ان کے تئیں وفاداری ہے میں وفاداری دیکھتا ہوں لیکن ان کو شرم ہے اسی لئے وہ اپنے منھ سے کوئی بھی وفاداری نہیں بتاتی ہے۔اگر ایسے واقعات رونما نہیں ہوتے تو کیسے شاعر کی شاعری ابھرتی ۔اسی لئے شاعر فرماتا ہے کہ انہی واقعوں سے داستان وجود میں آئی اور انہیں واقعات سے ہم ایسی داستان پڑھتے ہیں۔اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ ایسے واقعات رونما ہونے سے مجھے کوئی بھی غم نہیں ہے۔اور میں تاابد اپنی پاک محبت کے اصولوں پر چلنے والا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں کئی ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں جن پر لوگ حیران ہوتے ہیں حیرانگی اس بات کی ہوتی ہے کہ جب وہ مختلف اخباروں میں مختلف واردات پڑھتے ہیں اور ایسے خیالات پڑھ کر ان میں یہ خیال بھی ابھرتے ہیں کہ اگر دنیا میں کارنامے نہیں ابھرتے تو ہم کیسے دنیا کے مختلف واقعات سنتے اور ان واقعات پر صحافی تجارت کے اصولوں سے اپنی تجارت کرتے ۔اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ ہم نے معشوق کو دل دیا ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم اپنے زبان پر کاربند رہے اور ایسے اصولوں پر کاربند ہیں جن سے کہ پاک محبت کے اصول سمجھیں جائیں ایسے واقعات لوگوں کو اسی لئے پیش کئے جاتے ہیں جس سے کہ شاعر بھی اپنی نظم پیش کر سکتا ہے اور نثر نگار بھی اپنی داستان لکھ سکتا ہے ۔اسی لئے طرز جمہور میں ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں اور دیکھنے میں بھی آتے ہیں۔

وفا کیسی کہاں کا عشق؟ جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

ا۔شاعر فرماتے ہیں میں نے آج تک وفاداری سے عاشق کے ساتھ اپنی زندگی بتائی لیکن وہ میری وفاداری پر شک وشبہ سے دیکھتا ہے میں یہ سوچ کر کہتا ہوں کہ

میرا عشق وفاداری میں نہیں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اب میں کیا اس کے دروازے پر سر جھکاؤں کیا یہی عشق ہوتا ہے عشق میں ایسی باتیں نہیں ہوتی، عشق میں وفاداری کا امتحان ہی لیا جاتا ہے۔ جب میں اس امتحان میں پورا کامیاب ہوا ہوں تو پھر یہ کونسا عشق میں معشوق کے ساتھ نبھاؤں۔ ہاں میں یہ مانتا ہوں کہ انہیں میرا سر نیچے کرنے کی مرضی ہے۔ خیر میں عشق ہونے کے ناطے سر کو خم بھی کرسکتا ہوں کیونکہ میرے دل میں اس کا دل بیٹھا ہوا ہے۔ میرا دل اس کے ساتھ وابستہ ہوا ہے ایک پتھر کی طرح لیکن میں اس کے دل کو بھی اپنے دل کے ساتھ پتھر جیسا سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے وہ میرے دل کو سنگ دل کے حیثیت سے نہیں سمجھتا ہے۔ جس طرح ہم کسی قبر کے پاس جا کر جھکتے ہیں کیونکہ وہ کسی فقیر درویش یا کسی بزرگ کا نشانہ ہوتا ہے جس سے کہ لوگ جھک کر کچھ نہ کچھ دل سے فراغ دلی محسوس کرتے ہیں۔ میں اپنے معشوق کو اسی طرز سے دیکھتا ہوں اور دیکھتا رہوں گا پھر بھی وہ میری وفاداری پر شک کرتا ہے وہ میرے عشق پر شک کرتا ہے۔ تو کیسے میں ان کے ساتھ پیار بھری باتوں پر ٹھہر سکوں۔

۲۔ طرز جمہور میں ملک کی وفاداری پر لوگ قربانیاں دیتے ہیں تو ہم ان کی یادگار قائم ودائم رکھتے ہیں تاکہ لوگ ان کی یادگار کو دیکھ کر یہ نصیحت لیں کہ کس طرح ملک کی وفاداری کیلئے قربانی دینی چاہئے۔ ہر ایک ان یادگاری جگہوں پر جا کر طرز جمہور کے اصولوں کو اپنا کر انہی کی نصیحتوں پر چل کر ملک کے وفاداری کیلئے کام نبھاتے ہیں۔

یہ کہہ سکتے ہو ہم دل میں نہیں ہیں پر یہ بتلاؤ
کہ جب دل میں تمہیں تم ہو، تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

۱۔ شاعر فرماتے ہیں آپ مجھے کہتے ہو کہ آپ کو میرے دل کے ساتھ کوئی وابستگی نہیں یہ کہنا صحیح نہیں ہے اگر صحیح ہے تو شاعر فرماتا ہے کہ اے معشوق آپ مجھے بتاؤ کہ تیرے دل میں ہمیشہ ٹھہرتا ہوں آپ بھی میرے دل میں ٹھہرتی ہو۔ اگر آپ میرے

دل میں نہیں ٹھہرتی تو اے معشوق آپ اپنی شرمندہ آنکھوں سے کیوں دیکھتی ہو۔ مطلب جب میں راستے میں چلتا ہوں آپ مجھے دور سے دیکھتی ہو دیکھ کر اپنی آنکھیں شرمسار رکھتی ہو۔ اس کا مطلب آپ کو میرے دل کے بارے میں کوئی خیال ہے جس سے کہ آپ اپنی آنکھیں شرمسار رکھ کر چلتی ہو۔

۲۔ طرز جمہور میں بہت سے اصول پائے جاتے ہیں جن اصولوں کے تحت ہر کوئی غلطی کر کے اپنی شرمساری سے الگ رہنا چاہتا ہے۔ کئی غلطیاں ایک انسان طرز جمہور میں کرتا ہے لیکن ان غلطیوں کو راز میں رکھ کر شرمساری کی نظروں سے دُور رکھنا ہے۔ مطلب اس میں یہ قاعدہ ہے کہ وہ اپنی غلطی کو دوسروں سے نہ کہہ سکے۔ جس سے کہ کوئی بدنامی قوم میں سن کر عزت میں گراوٹ آسکتی ہے۔

غلط ہے جذب دل کا شکوہ، دیکھو جرم کس کا ہے
نہ کھینچو گر تم اپنے کو، کشاکش درمیاں کیوں ہو

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق آپ میں اگر کوئی غلط فہمی ہے تو اسے کسی طریقے سے دور کرنا چاہئے تاکہ دل میں محبت کا جذبہ پیدا ہو سکے۔ ورنہ جب آپ دل میں شکوہ رکھو گے تو میرے دل کیلئے کوئی جگہ نہیں رہے گی۔ اگرچہ آپ غلط فہمیوں کو دور کرو گے تو مجھے آپ جرم وار تسلیم نہیں کرو گی۔ میرا جرم کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ دل میرا بیقرار رہتا ہوں۔ اگر آپ میرے دل کے ساتھ وابستگی نہیں رکھتی ہو تو پھر مجھے بتاؤ کہ آپ اپنی گردن کو میرے پاس کیوں کھینچتی ہو۔ گردن کو کھینچنے سے ہی کچھ نہ کچھ تصور محسوس ہوتا ہے۔ آپ میرے درمیان پہنچنے کے لئے مختلف کوشش کرتی ہو۔ یہ کوشش اگر آپ میں نہیں کرتیں تو پھر میں یہ کہتا کہ میرے دل میں کچھ غلط فہمی ہے اور میں اپنی غلط فہمی کا دل میں جذبہ نہیں رکھتا۔ پھر اے معشوق مجھے بتائیے کہ دل میں غلط فہمی کا جذبہ کیوں رکھا ہے وہ اسی لئے کہ آپ کو میرے ساتھ کوئی نہ کوئی وابستگی ہے

اور رہے گی۔

۲۔طرز جمہور میں بہت سارے ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں جن سے لوگ بہت سی تکلیف اٹھاتے ہیں۔لیکن وہ تکلیف لوگوں میں دور تب ہوسکتی ہے جب کوئی رہنما ان غلطیوں کو درست کرنے کے لئے کوئی جذبہ اختیار کرتا ہے اور غلط فہمیوں کو لوگوں کے تئیں دور کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے جو غلط فہمیوں کو ابھارتا ہے ان کو مجرم تصور کر کے قوم کی آنکھوں سے الگ رکھ کر یہ بتاتے ہیں کہ غلط فہمیوں کو دور کر کے سیکھنا چاہئے کہ کس طریقے سے کئی اشخاص غلط فہمیوں کو عوام کے سامنے رکھ کر نقص امن ابھارتے ہیں۔

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب ہم چاند کو دیکھتے ہیں تو اس کی شکل کا سایہ آئینہ پر پڑتا ہے دل میں عجیب سی خواہش ابھرتی ہے ہم آئینے میں چاند کا عکس دیکھ کر محسوس کرتے ہیں کہ یہ ایسی روشنی ہے جسے ہم نے عمر بھر نہیں دیکھی ہے۔اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں معشوق کا چہرہ آئینے میں دیکھتا ہوں تو میرے دل میں چاند کا سایہ یاد آتا ہے۔جو کہ میں نے شیشے میں دیکھا ہوتا ہے۔اسی لئے میں کوشش کر رہا ہوں کہ میں اپنی معشوق کی شکل چاند کے برابر تصور کر کے یہ بتاؤں کہ میرا معشوق چاند جیسا ہے۔اس کے چہرے میں چاندنی جیسی روشنی دیکھنے میں آتی ہے۔ میں آپ سے یہ بھی کہہ رہا ہوں دل کی روشنی سے ہی آپس میں کوئی میل رہ سکتا ہے جس سے کہ ہم دونوں یہ کہہ سکیں گے کہ چاند کی روشنی کے برابر بنیاد ہے۔چاند کی روشنی اس لئے کہتا ہوں اس میں سورج کی روشنی کی طرح گرمی نہیں بلکہ برداشت کرنے کے قابل ہے۔

۲۔طرز جمہور میں عوامی رابطہ قائم کر کے کوئی بھی غلط فہمی ابھر نہیں سکتی ہے۔طرز جمہور کے اصول چاند کی روشنی کے برابر ہے۔طرز جمہور میں کسی کو بھی اندھیرے پن میں رہنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہر ایک شہری کا اثر چاند کی روشنی کے برابر پایا جاتا ہے لیکن انسان کو صرف محنت و مشقت کی ضرورت ہے۔

دے داد اے فلک دل حسرت پرست کی

ہاں کچھ نہ کچھ تلافی مافات چاہیے

۱۔شاعر فرماتے ہیں میں حیران ہوں آپ کو مجھ سے کوئی ناراضگی .ہے میں آپ سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ آپ فلک داد دے کر فرصت عطا کریں ، کچھ نہ کچھ غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں اگر میرے طریقے سے کوئی غلطی ہے تو آپ سے معذرت خواہ ہوں اگر آپ کے طریقے سے کوئی غلطی ہے تو میں پہلے سے ہی اس سے معذرت کرنا چاہتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں ہر ایک مخالف دھڑے کے پاس کئی غلط باتیں ہوتیں ہے جن سے سرکاری دھڑے کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔آخر کار دونوں میں مفاہمت ہونے کے بعد کوئی دھڑا برقرار نہیں رہتا ہے اور ہر ایک یہ سوچتا ہے کہ رہنماؤں کے درمیان جمہوری دور میں ایسا تناؤ رہ جاتا ہے اور پھر ہٹ بھی جاتا ہے۔

خیال مرگ کب تسکین دل آزردہ کو بخشے

مرے دام تمنا میں ہے اک صید زبوں وہ بھی

۱۔غالب فرماتے ہیں کہ میں اپنے خیالوں کو ان گلستانوں میں رکھتا ہوں جہاں بیٹھ کر مجھے دل کو سکون محسوس ہوتا ہے لیکن اب میں معشوق کے خیال سے الگ ہو چکا ہوں۔اسی الگ ہونے کی وجہ سے میری تمنا یہ ہے کہ مجھے اپنے خیال ان گلستانوں اور باغوں کی طرف کب رجوع ہوں جس سے دل میں تسکین پیدا

ہو جائے۔ میری یہ بھی آرزو ہے کہ مجھے دلی تسکین ہوتی کہ میں سکون سے بیٹھوں۔ اب مجھے تمنا یہ ہے کہ مجھے کسی نہ کسی طریقے سے سکون آئے میں مانتا ہوں کہ معشوق نے میرے ساتھ بے وفائی نہیں کی ہے اس نے میرے تمناؤں کو الگ کیا ہے لیکن میں جب ان کے تمناؤں کو یاد کرتا ہوں۔ یاد کرتے کرتے مجھے ان گلستانوں کی تصویر یاد آتی ہے جسے دیکھ کر مجھے معشوق کے سوچنے سے سکون آتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ کب میں معشوق کے ساتھ بیٹھ کر اپنی تمنا اور آرزو ان گلستانوں میں پوری کرروں۔ اگرچہ مرگ ایسے ڈھلوان پہاڑی کو کہتے ہیں جہاں بیٹھ کر گلستان کی طرح پھول اور پیڑ قسم قسم کے درخت سجائے ہوں لیکن شاعر فرماتے ہیں میرے خیالوں میں ایسا ہی گلستان ہونا چاہئے۔

۲۔ طرز جمہور میں لوگوں کو فرصت ہی نہیں لوگ اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ انہیں سکون ہی نہیں مزور اپنے کام میں اس قدر مشغول رہتے ہیں کہ انہیں بات کرنے کی فرصت نہیں۔ جب کسی شخص کو فرصت ملتی نہیں تو وہ کسی لہلہاتے ڈھلوان میں بیٹھ کر تھوڑا سا سکون محسوس کرتا ہے یہ سکون کئی منٹوں اور کئی گھنٹوں کے لئے اس سے ملتا ہے دراصل ہر ایک فرد کو طرز جمہور میں فرصت ہی نہیں اسی لئے انسان باغوں اور گلستانوں میں زندگی نہیں بسر کرسکتا ہے۔ اگر کرے گا بھی تو وہ چند منٹوں اور چند گھنٹوں کے لئے۔

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھو اے آرزو و خرامی
دل جوش گریہ میں ،ہے ڈوبی ہوئی اسامی

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی تمنا پوری کی تو مجھے یہ یقین تھا کہ یہ تمنا عمر بھر اپنے پاس موجود رہے گی لیکن مجھے اس تمنا سے ہاتھ دھونا پڑا تو مجھے محسوس ہوا کہ یہ تمنا مجھے چند منٹوں کے لئے خدا نے میرے ہاتھ میں دے دی اور پھر ہاتھ سے چھین

کر محسوس ہوا کہ دراصل ہر ایک تمنا یا آرزو پوری کی پوری انسان کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔ دل میں ولولہ اور جوش انسان کو آتا ہے لیکن یہ جوش بھی قلیل وقت کے لئے انسان کے دل میں نہیں رہتا ہے۔ اس لئے اے معشوق مجھے آپ کے ساتھ وابستگی رہے لیکن یہ وابستگی چند منٹوں اور چند سیکنڈوں کے لئے رہی۔ میں سوچتا ہوں کہ ہر کوئی چیز اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لئے نہیں دیتا ہے۔ اسی لئے مجھے معشوق یہ معلوم ہوا ہے کہ تمنا محدود خدا نے بخشی ہے اور ہر ایک تمنا انسان کی پوری نہیں ہوتی، تمنا حاصل کرنے کے لئے انسان کوشش کرتا ہے لیکن پوری کی پوری اس سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ جس طرح دوکاندار کے پاس اسامی آتی ہے لیکن کچھ وقت کے بعد پھر اسامی کے لئے تڑپتا ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں ہم بہت سے مطالبات منوانے کے لئے اپنے اپنے رہنماؤں کے پاس جاتے ہیں ہر کوئی رہنما ہر ایک کو یقین دلاتا ہے کہ ان کے ہر ایک مطالبات منظور کئے جائیں گے لیکن بعد میں جب ہم ان مطالبوں پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کے سب مطالبات پورے نہیں ہوتے ہیں۔ مطلب ہر رہنما کئی مطالبوں کو مسترد بھی کرتا ہے اور کئی مطالبوں کو منظور بھی کرتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمنا پوری کی پوری انسان کو فراہم نہیں ہوتی ہے چاہے وہ شخصی راج ہو یا عوامی راج ہو۔

لیتا نہیں مرے دل آوارہ کی خبر
اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے

۱۔ شاعر فرماتے ہیں میں نے اپنے معشوق کے لئے دل کو آوارہ پایا وہ اس لئے کہ ہمیشہ راستے میں چلتے وقت محسوس کرتا ہوں کہ معشوق کی نگاہیں میری آنکھوں پر پڑے لیکن افسوس ہے کہ معشوق کی نگاہیں ان کے دل پر نہیں پڑتی ہیں معشوق کو

ڈھونڈنے کے لئے اس کو آوارہ پن دیکھنا پڑتا ہے۔ آوارہ پن تب ترک ہوسکتا ہے جب معشوق کو دیکھیں۔ مطلب معشوق کو ڈھونڈنے کے لئے محبوب کی زندگی آوارہ پن میں تبدیل ہوتی ہے۔ یہ آوارہ پن تب تک نہیں ختم ہوسکتا ہے جب تک کہ محبوب معشوق کو پالے۔ معشوق کو پانے کے لئے آوارہ پن میں اپنی زندگی رکھنا جیسے کہ لیلی مجنوں کی داستان ہم پڑھتے ہیں۔

۲۔ طرز جمہور میں بہت سے ایسے ظلم بھی ہوتے ہیں جن ظلموں کو ختم کرنے کے لئے عوامی لہر کا امکان نظر آتا ہے عوامی رائے لینے کے بعد ظلم خود بخود ختم ہوہی جاتا ہے۔ کسی وقت کوئی ایسا واقعہ دیکھنے میں آتا ہے جس سے کہ لوگ اپنی زندگی آوارہ پن میں تبدیل کرتے ہیں۔ جیسے کہ کسی وقت ملک میں کوئی ایسی غربت آتی ہے جس کی وجہ سے لوگ اپنے ملک سے بھاگ کر دوسرے ملک جاتے ہیں وہاں آوارہ پن میں بھیک مانگ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔

ہے وہ غرور حسن سے بیگانۂ وفا
ہر چند اُس کے پاس دل حق شناس ہے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں انہیں معشوق کے حسن پر غرور ہے غرور سے انہیں اپنی زندگی بیگانہ پن دیکھائی دیتی ہے۔ مطلب جب وہ معشوق کا حسن دیکھتے ہیں تو دیکھ کر دیوانگی میں اپنے دل کو محسوس کرتے ہیں۔ اے معشوق اس دیوانگی پر آپ وفائی کے اصول نہیں اپناؤ گے لیکن یہ وفائی نبھانا معشوق کا کام ہے۔ اگر چہ ہم اس کے حسن پر دیوانہ ہوگئے دیوانگی سے ہی وفائی ثابت ہوسکتی ہے۔ باوجود اس کے اگر ہم وفادار ہیں لیکن اس وفاداری کو ماننے اور تسلیم کرنے کے لئے معشوق ہی ہے جو کہ ہمیں تسلیم کرے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ اگر ہم کئی وجوہات پر معشوق کی وفاداری کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس وفاداری کا دعویٰ تسلیم کرنے کے لئے محبوب کے پاس ہی منظوری ہے۔ اسی لئے شاعر

فرماتے ہیں کہ مجھے اگر حسن پر غرور ہے لیکن دیوانگی مجھے معشوق کی وفائی پر ہے۔
۲۔طرز جمہور میں لوگ کسی چیز پر تڑپتے ہیں۔ ہر ایک چیز کو پانے کے لئے وہ کئی جدو جہد کا سامنا بھی کرتے ہیں لیکن ہر ایک جدو جہد وفاداری کے اصولوں پر تسلیم کی جاتی ہے لوگوں کو جمہوریت پر غرور ہے لیکن جمہوریت کے مطالبات پر انہیں وفائی اور بے وفائی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

کس کو سناؤں حسرت اظہار کا گلہ
دل فرد جمع وخرچ زباں ہائے لال ہے

شاعر فرماتے ہیں میں حیران ہوں اپنے معشوق پر اور میں اپنی وفائی بے وفائی کا گلہ کیسے کسی کو سناؤں۔ میں کسی کو اظہار نہیں کرسکتا لیکن جب مجھے مجبور ہونا پڑے گا تو مجھے اپنے گلہ اور شکوہ کسی نہ کسی کو بتانے ضروری ہیں۔ جب میں کسی کو اپنے شکوے گلے سناؤں گا تو اس کے دل میں فرصت ہونی چاہیئے کہ وہ میرا شکوہ گلہ سنے جب وہ میرے سننے پر رضامند ہو جائے گا تو ضرور میرے سننے پر وہ اظہار افسوس کرے گا۔ اے معشوق جب وہ اظہار افسوس کرے گا تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی وہ تعریف میں نہیں سنائے گا۔ آپ کا نام تعریفوں میں نہیں جمع کیا جائے گا بلکہ آپ کا خرچ غم اور بے وفائی میں حاصل ہوسکتا ہے۔ اسی لئے اے معشوق کتنے کتنے افسانے اور داستان میں اپنے شعروں میں بتاتا ہوں اس سے خرچ کرنے اور سننے کے وقت یہ کہیں گے کہ وفاداری پر ہی انسان کو کارآمد رہنا چاہیئے۔ آخر کار وہ یہی کہیں گے کہ وفاداری کے راز میں بہت کچھ اچھا ہے اور اچھائی ثابت ہوتی ہے۔ غالب یہ بھی فرماتے ہیں کئی اس طریقے کے گلے وشکوے سناتے ہیں جس پر کئی اظہار افسوس کرتے ہیں باتوں سے ہی مطلب ہاتھوں سے نہیں اظہار کرتے۔ کیونکہ باتوں سے خرچہ نہیں دینا پڑتا ہے۔ ہاتھوں سے خرچے کی وصولیابی پیش کرنی ہے۔

۲۔طرز جمہور میں ہم حیران ہو جاتے ہیں جب ہم کوئی گلہ سرکار تک پہنچاتے ہیں، سرکار ہر ایک گلہ کو دور کر کے لوگوں میں اس بات کا احساس دلاتے ہیں جمہوری سرکار ہی لوگوں کے لئے اچھی کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔

بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

شاعر فرماتے ہیں جب ہم سڑک پر چلتے ہیں چلتے چلتے کئی دوکانوں پر نظر پڑتی ہے چیزوں کو دیکھ کر دل کی چاہت اس طرح مدغم ہوتی ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کاش یہ چیز میرے پاس ہوتی۔اسی طرح اے معشوق جب بھی آپ کی نگاہیں میرے دل پر پڑتی ہیں تو میں بھی ایسے ہی الفاظ کہتا ہوں کہنے اور سننے میں کوئی گناہ نہیں۔اس لئے گناہ نہیں ہے کہ ہم نے تجربہ نہیں کیا ہے صرف ہم نے دیکھا ہے۔دیکھنے سے بھی گناہ ہے لیکن کوئی بری حرکت نہیں کی۔بری حرکت اگر ہم نے کی تو وہ اپنی آنکھوں سے کی ہے۔شاعر فرماتے ہیں کہ پھر بھی ہم مفت بہت سارے گناہ کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اے معشوق ہم کبھی گرے ہوئے الفاظ سے آپ کو نہیں پکارتے ہیں بلکہ جی کے الفاظ سے آپ کو ہمیشہ احترام کرتے ہیں۔مطلب ربط وضبط سے ہی ہم محبت کو پانے کے لئے کام کرتے ہیں۔کئی ایسے بھی افراد اس دنیا میں دیکھنے میں آتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے دل سے برداشت کیا اور آنکھوں سے دیکھا تو دیکھنے سے کیا ہوا۔مطلب ان کا کہنا یہ ہے کہ خدا نے آنکھیں دیکھنے کے لئے دی ہے اور کان سننے کے لئے دیئے ہیں ان دونوں حالات کے مدنظر ہم ہمیشہ احترام کے نگاہوں سے اپنے معشوق کو دیکھتے ہیں۔ہم یہ کہتے ہیں کہ راستے میں دیکھنے سے ہم کوئی پیشہ ادا نہیں کرتے ہیں مطلب ہم آنکھوں سے مفت دیکھتے ہیں اور مفت ہی اپنا دل کسی کو دیتے ہیں۔اس میں کسی قسم کی خرچے کی گنجائش ہی نہیں ہے اسی لئے اے معشوق میں آپ کی

تصویر کو دیکھ کر کہتا ہوں کہ دیکھنے سے اور سننے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا نہ کسی نے آج تک دل کو خریدا ہے۔ مطلب دل کو پیش کرنے کے لئے کوئی دکان نہیں ہے اور نہ یہ خرید سکتے ہیں اور نہ بیچ سکتے ہیں۔ مطلب دل دینا اور دل لینا معشوق اور محبوب کے قدروں پر منحصر ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں بہت سے لوگ ایسے کام کرتے ہیں جس میں کوئی خدشہ نہیں ہے۔ مطلب مفت کے اصولوں سے کام نبھایا جاتا ہے۔ رہنما لوگ مفت کیوں کام نبھاتے ہیں تا کہ وہ لوگوں کے دلوں میں جگہ پالے۔ لوگوں کے دلوں میں روپیوں سے نہیں بلکہ اپنے اخلاق سے جگہ حاصل کر سکتے ہیں۔

دل و جگر میں پر افشاں جو ایک موجہ خوں ہے
ہم اپنے زعم میں سمجھے ہوئے تھے اس کو دم آگے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں معشوق آپ کے دل میں ہوں اور آپ میرے دل میں ہو۔ دونوں میں ایک دوسرے کا خونی رشتہ ہے جس رشتے کے تحت اپنا دل آپ کو پیش کر رہا ہوں اور آپ مجھے اپنا جگر پیش کر رہی ہو۔ اے معشوق مجھے آپ کے دل پر رحم آتا ہے کہ آپ میری وفاداری کے اصولوں پر ہمیشہ رہی۔ مگر آپ کو اب میرے اصولوں پر کوئی رحم نہیں آتا ہے لیکن اس رحم کو حاصل کرنے کے لئے میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ کتنے روپے آپ موصول کروگی جس سے کہ آپ مجھ پر رحم کروگی۔

۲۔ طرز جمہور میں کئی باتوں پر یا کئی بار آفت کے وقت لوگوں کی مشکلات پر رحم آتا ہے۔ رحم آتے ہی لوگ شکریہ کرتے ہیں۔ اگر عوام کی مشکلات پر رحم نہیں آئے تو اس پر عوامی حلقوں میں بہت ہی برا اثر پڑتا ہے۔ لوگ بے رحموں پر کبھی بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتے بلکہ انہیں ظلم کے لفظ سے پکارتے ہیں۔ طرز جمہور میں یا کسی بھی دور میں ہمیں ناگہانی آفتوں پر رحم آنا چاہئے۔ جس سے ہم پر ایسی آفت نہ پڑے اور تکلیف سے

ہمیں لوگوں کو کئی طریقوں کی مشکلات پر مدد فراہم کرنی چاہئے۔

جلا ہے جسم جہاں، دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق اس دنیا میں ہم آپ کے لئے بہت کچھ کہتے ہیں آپ کو کئی الفاظ سے تعریف کرتے ہیں لیکن ہم کبھی بھی ناراض یا غصے میں نہیں ہوتے ہیں جب بھی ہم آپ پر آفرین کا لفظ کہتے ہیں ہم شوق سے آپ کی ہر ایک چیز کی تعریف کرتے ہیں۔ خواہ وہ غلط ہو یا غلطی پر مشتمل ہو۔ ہم ان صورتوں میں بھی آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمارا جواب آپ کے غم پر یہی ہے کہ آپ یہ محسوس کریں کہ جستجو کیا ہے جب آپ کو جستجو کا مطلب دل میں ملے ہوگا تو اسی وقت آپ ہمارے دل کے ساتھ اپنا دل وابستہ رکھوگی۔

۲۔ طرز جمہور میں کئی کئی پریشانیوں کے باوجود لوگ ہر ایک کو پریشانی سے الگ کرنے کے لئے بہت سی ایسی تدبیروں کا استعمال کرتے ہیں جس سے کہ کوئی بھی تکلیف محسوس نہ ہو۔

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا
دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق میں ہمیشہ آپ کے لئے ترستا ہوں اور آپ بھی میرے لئے ترستی ہو۔ مجھے آپ کی وفائی پر بہت ہی ناز اور نخرے ہیں لیکن میری بدقسمتی کے ناطے آپ نے مجھے وفائی کا جامہ نہیں پہنایا جس سے کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ میری قسمت میں غم اٹھانے پڑتے ہیں اور میں آپ سے کیوں شکوہ کروں۔ میں خدا سے ہی شکوہ کرتا ہوں جس نے مجھے آپ کے لئے دل فراہم کیا لیکن آپ نے میرے دل کو دل سے نہیں جوڑا جس کی وجہ سے میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ یہ میری

قسمت میں ہی لکھا ہے کہ میں غم وغصہ میں مبتلا ہوا ہوں ۔ اگر چہ آپ میری قسمت سے وابستگی نہیں رکھتی ہو لیکن میں آپ کی قسمت سے وابستہ رکھنا چاہتا ہوں ۔ ان ہی صورتوں میں میں اپنا شکوہ اس خدا سے کہہ رہا ہوں کہ خدا آپ مجھے وصل کے لئے کوئی ایسی تدبیر دیں جس سے کہ وصل فراہم ہو جائے ۔

۲۔ طرز جمہور میں عوام ہی خود بخود اپنے اپنے امیدوار کو چنتے ہیں لیکن لوگوں کے سامنے بہت سے امیدوار ہوتے ہیں جن میں سے لوگ کسی ایک کو چنتے ہیں جب نتیجہ فراہم ہوتا ہے تو اُس وقت ہارنے والا اور جیتنے والا یہی کہہ رہا ہے کہ سب کچھ خدا کے فضل پر ہے ۔ اگر خدا کو منظور ہو تو لوگوں کے خیالوں میں اسی طریقے کے جامے دیکھنے میں آئیں گے جس سے کہ ہار اور جیت کا منظر عوام کو دیکھنے میں آئے ۔ صرف ہمیں اپنے اپنے کام کے لئے جدو جہد عوامی طرز حکومت میں ضروری اور لازمی ہے ۔

دل کو آنکھوں نے پھنسایا، کیا مگر
یہ بھی حلقے ہیں تمہارے دام کے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق تم نے اپنے لئے کئی ایسی دوکانیں کھولیں ہیں جن کو دیکھ کر ہم اور ہمارے دل ترستے ہیں ۔ اسی طرح جب میں آپ کو دل سے دیکھتا ہوں مطلب آنکھوں سے دیکھتا ہوں تو میرے دل میں جادو سا پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ میں کوئی ایسی لرزش ہے جس سے کہ میں آپ کے لئے اپنا دام مفت پیش کرتا ہوں ۔ مطلب میں ہر ایک چیز آپ کو مفت دیتا ہوں ۔ میں کوئی پیسہ وصول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں ۔ مطلب میں جب بھی آپ کو آنکھوں سے دیکھتا ہوں تو میں مفت اپنی آنکھیں آپ کی آنکھوں کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔ مجھے اے معشوق یہ بتایئے کہ کتنے حلقے آپ کے تحویل میں ہے جس سے کہ میں کوئی بھی دام وصول کرنے پر رضامند نہیں ہوتا ہوں ۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ کی آنکھوں

سے میرا دل ترستا ہے کیا آپ کا بھی اپنا دل میرے دل کے لئے ترستا ہے۔ اس کا مطلب آپ ایک دوکان کے مالک ہو اور آپ کو چیزوں کے دام کے لئے کچھ نہ کچھ کہنا ہے جس سے کہ ہم کوئی نہ کوئی چیز آپ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح آپ کو بھی میرے دل کا دام بتانا ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں ہر ایک اپنی رائے دے کر ہمیں بیداری اس قسم کی دی ہے کہ ہم یہ بات کہتے ہیں کہ ہم خود بخود عوامی حکومت تشکیل دے سکتے ہیں اور تشکیل دینے کے لئے اپنی رائے دینا ضروری ہے۔ رائے ہم تب دے سکتے جب ہم اپنے کئی رہنماؤں کے مدمقابل کسی کو چن کر اس بات کا احساس دلائیں گے کہ قوم میں کس قسم کا رہنما ہونا چاہئے۔

چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل
بارے، اب اس سے بھی سمجھا چاہیے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میرے دل نے یہ سمجھا کہ آپ مجھے چاہتی ہو لیکن مجھے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا آپ مجھے چاہتی ہو اس بات کا احساس مجھے سمجھ میں نہیں آتا۔ اسی لئے ان باتوں کو دیکھ کر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اپنی رائے نہ دینے سے ہی معشوق کے نام سے مشہور ہوئی ہو۔ کیونکہ آپ کبھی بھی یہ کسی کو نہیں کہتی ہو کہ میں کسی کو چاہنے والی ہوں۔ اس چاہت کے لئے بہت سارے قربان ہوتے ہیں۔ اگر اس بات کا احساس ہمارے دل میں اور دماغ میں آتا تو ہم آپ کے ساتھ لین دین نہیں رکھتے لیکن آپ کے چاہنے کے لئے آپ کے اندرونی راز کو نہ پانے کے لئے ہم آپ کو چاہتے ہیں۔ ہمیں چاہت کے بارے میں کوئی بھی اشارہ نہیں دیتی ہو پھر بھی اے معشوق میں آپ کو اپنا دل آپ کے دل پر نچھاور کرتا ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں جب بھی عوامی رائے کا موقعہ آتا ہے تو ہزاروں رہنماؤں کے

دل منتشر رہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ لوگ کس کے حق میں اپنی اپنی رائے فراہم کریں گے۔ اس نتیجے کے لئے بہت سارے رہنما لوگوں کے پاؤں پکڑ کر اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ وہ ہمارے ہی حق میں اپنی رائے دیں لیکن طرز جمہور میں اس طرح کا ماحول رہنماؤں کو معلوم ہی نہیں ہوتا۔ یہ سب اپنے اپنے دلوں کے اندر معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

نکتہ چیں ہے غم دل اُس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات، جہاں بات بنائے نہ بنے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق ہمیشہ آپ کے لئے اس بات کا غم وغصہ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی اپنا دل آپ کے دل پر نچھاور کرتا ہے لیکن جو بھی آپ کو اپنا دل نچھاور کرتا ہے وہ کسی اور کو آپ کے بارے میں سناتا ہے۔ سن کر بہت سارے ان میں بھی آپ کے چاہنے والے ہوتے ہیں۔ جس سے کہ تناؤ پیدا ہوتا ہے وہ چاہنے والے دوسرے چاہنے والوں کو اس بات کا احساس دلانا چاہتے ہیں تاکہ انہیں آپ کے ساتھ نفرت ہو جائے اور وہ اپنا دل آپ کے لئے نچھاور کریں لیکن اتنی باتوں کے باوجود بھی وہ اس نکتہ چینی کو ماننے پر رضامند نہیں رہتے ہیں۔ مطلب کوئی اپنا دل آپ کے دل کے لئے نچھاور کرتے ہیں جس سے کہ بہت سے غم وغصے اور افسوس رونما ہوتے ہیں کیا معشوق آپ کے چاہنے کے لئے اتنا تناؤ اس دنیا میں پیدا ہوا ہے۔ اس بات کے لئے میں یہی کہوں کہ اگر تناؤ پیدا ہوا ہے وہ تو آپ کے فتنے اور فساد کے لئے ورنہ آپ کے پاک محبت کے اصولوں کے لئے اور آپ کے پاک محبت کے جذباتوں کے لئے کسی ایک کے لئے فراہم کرتی۔

۲۔ طرز جمہور میں ایسے بھی واقعات رونما ہوتے ہیں جن واقعاتوں پر بہت سارے نکتہ چینی کا ماحول نظر میں آتا ہے۔ جس ماحول کو امن میں تبدیل کرنے کے

لئے بہت ساوقت لگتا ہے۔مطلب طرز جمہور میں تناؤاور امن میں خلل پیدا ہوسکتی ہے لیکن اس خلل کوخود بخود عوام امن میں دیکھنا چاہتی ہے۔

جلوے کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کیجئے خیال
دیدۂ دل کو زیارت گاہ حیرانی کرے

ا۔شاعر فرماتے ہیں آپ کے جلوے سے لوگوں میں خیالات اُبھرے ہیں۔کیا اے معشوق آپ کے جلوے میں اتنا قدر موجود ہے کہ آنکھوں کو دیکھ کر ہی دل منتشر ہوتا ہے۔جیسے کہ ایک زیارت میں جب بہت سے زائرین اپنی حاضری دیتے ہیں وہ خدا سے رجوع ہوکر اپنے اپنے مطالبات دل میں رکھ کر یہ تلقین کرتے ہیں کہ اے خدا مختلف مطالباتوں کومنظور کیا جائے۔اسی طرح سے جب لوگ آپ کو دیکھتے ہیں ان کے دل میں دھڑکن سی پیدا ہوتی ہے۔جیسے کہ زیارت میں زائرین اپنی حاضری دیتے ہیں۔اتنا قدر اے معشوق پاک محبت میں ہے۔

۲۔طرز جمہور میں جب بھی کوئی عجیب وغریب واقعہ رونما ہوتا ہے تو لوگ حیران ہوتے ہیں لوگوں کا ایسا واقعہ دیکھنے کے لئے پریشانی محسوس ہوتی ہے۔تا کہ ایسا واقعہ لوگ آنکھوں سے دیکھیں۔ایسے ایسے واقعات ہمیشہ طرز جمہور میں پیدا ہوتے ہیں اور دیکھنے میں بھی آتے ہیں۔

کہوں کیا دل کی کیا حالت ہے ہجر یار میں غالبؔ
کہ بیتابی سے ہر یک تار بستر خار بستر ہے

ا۔غالب فرماتے ہیں اے معشوق میں کیا کہوں جبکہ میں اپنے معشوق کے لئے ترستا ہوں مجھے معشوق نے عشق میں الگ رکھا ہے۔الگ ہونے کے ناطے میں ترستا ہوں کہ کس طرح مجھے معشوق کے ساتھ وابستگی ہوگی۔وابستگی کے لئے میں بہت ہی بے تاب ہوں میں اس بے تابی سے بہت سے کانٹوں کا مقابلہ کرتا ہوں۔اب

میں معشوق سے یہ کہنا چاہتا ہوں آپ نے مجھے دیدار فراہم نہیں کیا مجھے بے تابی میں رکھا اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اے معشوق جب بھی میرا حال آپ بستر پر دیکھو گی کیا اُس وقت میری مزاج پرسی کے لئے آپ میرا دیدار کروگی۔ کیونکہ میں آپ میں ملاقات کے لئے عمر بھر ترستا رہا۔

۲۔ طرز جمہور میں کئی رہنما ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ لوگوں کی قربانی کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں اور لوگوں کے مطالبات منوانے کے لئے حکومت کے ایوانوں کے سامنے لوگوں کے مطالبات پیش کرتے ہیں۔ اسی لئے جب بھی کوئی رہنما بیمار کی حالت میں گھر پر اپنی حاضری دیتا ہے تو اس کی مزاج پرسی کے لئے جوق در جوق عوام حاضر ہوتی ہے اور ان کی صحت یابی کے لئے خدا سے رجوع ہوتی ہے۔

نہ پوچھ نسخہ مرہم جراحتِ دل کا

کہ اُس میں ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق جب آپ میرا خط نہیں پڑھتی ہو نہ آپ اپنے خط وکتابت سے مجھے شریک رکھتی ہو تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ کے عشق کے لئے بیماری میں مبتلا ہونا پڑا اور میں اب اس بیماری کے نسخے آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں جن کو پڑھ کر آپ کو محسوس ہوگا کہ میرے دل کے لئے اور چاہنے کے لئے بیماری ابھری ہے۔ اور آپ کے دل کا مریض بنا ہوں۔ جب ان نسخوں کو پڑھو گی پڑھ کر آپ کو میرے خیال میں اس بات کا احساس ضرور پیدا ہوگا کہ اس بیماری کا علاج میں ہی اپنے دل میں فراہم کرسکتی ہوں لیکن اے معشوق کیا آپ مجھے علاج سے فراہم کرسکتی ہو۔ مطلب شاعر کا یہ ہے کہ میری بیماری کا علاج معشوق ہی کرسکتی ہے اور معشوق کے جذبے سے میں بالکل ٹھیک اور صحتیاب ہوسکتا ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں ایسے مناظر بھی دیکھنے میں آتے ہیں جن سے لوگ ان

رہنماؤں کے پاس جاتے ہیں جن کو تحریک چلانے کی واقفیت ہے جن کے تلے لوگوں کو بہت سی سہولیات فراہم ہوتی ہیں لوگ ایسے رہنماؤں کو ہمیشہ ملنے کے لئے آتے ہیں اور طرز جمہور میں ایسے رہنماؤں کو عوام ہمیشہ یاد کرتی ہے اپنے عہدے کے نام سے پکارتے ہیں۔

دیا ہے دل اگر اس کو بشر ہے، کیا کہیے
ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیے

۱۔شاعر فرماتے ہیں اگر میں نے اپنا دل معشوق کو دیا ہے لیکن دل دینے کے لئے کیا کچھ معشوق کے جذبے میں اثر ہوا ہے۔کیا وہ میرے دل دینے سے دشمن تو ثابت ہوئی نہیں ہے اور میں اس تحقیق پر بہت ہی شکست خوردہ ہوا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں میں معشوق کے دل میں ہوں یا وہ میرے دل میں ہے۔میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ وہ دل مجھے دے سکتی ہے۔دراصل شاعر نے یہ کہا ہے کہ اندرونی جذباتوں اور اثراتوں پر ہمیں معشوق کے بارے میں کچھ بھی معلومات فراہم نہیں ہوتی ہیں شاعر یہ بھی فرماتے ہیں کہ معشوق کے انداز بیان سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک چیز پوشیدہ ہے۔جس پوشیدگی کی وجہ سے کوئی جذبہ ہمیں معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کس جذبے سے معشوق کی رضامندی موجود ہے۔اس بات سے ہم الگ ہیں۔

۲۔طرز جمہور میں ایسی باتیں بھی ہے جن سے ہم عوام کو پریشانی کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔پریشانی ناگہانی حالات میں رونما ہوتی ہے اور عوام مدد کے لئے ترستی ہے۔دنیا کے کونے کونے سے اس بات کا احساس دلایا جاتا ہے کہ بیکس لوگوں کے لئے امداد ضرور فراہم کی جائیگی۔ایسے ایسے مناظر دیکھ کر بہت سارے لوگ پریشان دیکھنے میں آتے ہیں۔

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھے سے ہو گئے
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

ا۔غالب فرماتے ہیں اگر میں نے اپنا دل معشوق کو پیش کیا اور پیش کرتے ہوئے جذبہ عشق پیدا کیا۔ سبھی یہ بتا رہے ہیں غالب کو کس جذبے پر عشق تھا۔ جب وہ غور سے اس بات کی تحقیق کریں گے تو انہیں اس بات کا احساس پیدا ہوگا اس عشق کے جذبے سے دل کا لگاؤ پیدا ہوا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں لوگوں کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اگر ہم کسی کو رہنما مان لیں گے کیا وہ رہنمائی کے اصولوں پر چل کر عوام کی مشکلات کو حل کریں گے۔ پھر بھی عوام ان کے شک وشبہ پر نگاہ نہیں ڈالتے ہیں۔ وہ ایسے جذبات پیدا کرنے کے لئے تلے ہوتے ہیں جن سے کہ طرز جمہور کی عوامی لہر میں تا ابد لوگوں کے لئے کام کریں۔

سوزش باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ یاں
دل محیط گریہ ولب آشنائے خندہ ہے

شاعر فرماتے ہیں مجھے عشق سے اتنا لگاؤ ہے کہ میں اپنے عشق سے الگ نہیں رہنا چاہتا ہوں میں عشق میں رہ کر یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی مٹھاس ہے۔ مٹھاس اس بات کی کہ عشق سے اتنی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ میں کسی بھی بیماری کا شکار نہیں ہوں۔ معشوق کے لگاؤ کے ساتھ اپنا دل ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ وہ اس دل کو زندہ رکھنے کے لئے عشق میں ڈوب کر بہت خوش رہ کر زندگی گزارتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں لوگوں میں اس بات کا احساس بھی رہتا ہے کہ وہ اپنے اردگرد لوگوں کو خوشحال دیکھیں۔ جب اردگرد لوگوں کو خوشحال دیکھتے ہیں تو وہ اپنے آپ میں خوشی محسوس کرتے ہیں اور ایسی خوشی کو تا ابد موجود رکھنے کیلئے خدا سے رجوع ہوتے ہیں۔

افسردگی نہیں طرب انشائے التفات
ہاں درد بن کے دل میں مگر جا کرے کوئی

ا۔شاعر فرماتے ہیں اے معشوق اگر آپ صحیح طور پر یہ سمجھتی ہو کہ میں اپنا دل معشوق کو پیش کرتا ہوں تو اس دل کو پیش کرنے پر یہ نہیں سوچنا کہ وہ بڑے خاندان کا یا چھوٹے خاندان کا آدمی ہے اُس وقت بڑے یا چھوٹے کا لفظ دل میں نہیں رکھنا چاہئے۔ اگر لفظ رکھنا ہے تو انسانیت کا۔ یہ نہیں سوچنا کہ کوئی افسر ہے یا کوئی نوکر اپنے دل کو بلالحاظ و مذہب وملت پیش کرنا چاہے۔ مطلب عشق میں انسانی جذبہ ہونا چاہئے اور انسانی جذبوں کے تحت ہی اپنا دل کسی کو فراہم کرنا چاہئے۔ ہاں جب انسان اپنا دل کسی کو پیش کرنے پر رضامند ہوتا ہے تو اس صورت میں اس سے اس کے دکھوں کا علاج کرنا چاہئے تا کہ ہر ایک دکھ منسوخ ہو جائے۔ جب ہر مصیبت کا دور ختم ہو گا تو وہ جذبۂ دل میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ کوئی بھی شخص جب انسانی اصولوں کے تحت عشق میں جذبہ رکھے گا تو اس کو حسن کے برابر محبت کے اصول رونما ہو سکتے ہیں۔

۲۔طرز جمہور میں عوامی مشکلات کو کئی طریقوں سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ حل کرتے وقت رہنما کو لوگوں کی خدمت کا جذبہ ہونا چاہئے۔ جب اس سے انسانی جذبہ پیدا ہو جائے گا تو اُسی وقت وہ لوگوں کی خدمت کرنے پر رضامند ہوگا۔

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

ا۔شاعر فرماتے ہیں معشوق میں آپ کا بہت ہی شرمسار ہوں لیکن میں ملامت رونے کے لفظ سے نہیں دکھاتا۔ میں جانتا ہوں آپ کو میرے دل کے ساتھ اور مجھے آپ کے دل کے ساتھ بہت واقفیت ہے۔ لیکن مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ جب کوئی میرا دوست یا میرا ہمسفر آپ سے ملتا ہے تو آپ میرے لئے اس کے پاس زار زار روتی ہے

اور ندامت میرے لئے دکھاتی ہو اور ایسی ملامت سے مجھے کوئی گناہ بھی نہیں اور ثواب بھی نہیں لیکن اے معشوق میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں اگر آپ کو میرے لئے دل میں محبت ہے تو پھر آپ کو رونے سے کیا فائدہ اب کسی کے پاس رو کر میری ملامت کر رہی ہو اس سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ آپ کے دل میں میرا عقیدہ ہے میں عقیدہ کے بارے میں اعتقاد رکھتا ہوں کیونکہ دوسرے کو اپنی باتیں بتانا اچھا نہیں ہے۔

۲۔طرز جمہور میں کئی وزیر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا کام بیرونی ممالکوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور تجارتی تعلقات باہمی طور پر نبھانے ہوتے ہیں اور عملی جامہ بھی پہننا پڑتا ہے اسی طرح سے غالب کہتے ہیں کہ اگر ہمیں بیرونی تعلقات رکھنے ہیں تو ہمیں روبرو باتیں کرنی چاہیئے جیسے کہ میرے معشوق کو اگر میرے ساتھ وابستگی ہے تو وہ کیوں دوسروں کے ذریعے میری بات چھیڑتے ہیں یہ بہت ہی غلط ہے۔ہمیں بیرونی ممالک میں اپنے ملک کا اعتقاد اور عزت واحترام رکھنا چاہیئے۔

چال جیسے کڑی کمان کا تیر
دل میں ایسے کے جا گرے کوئی

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق آپ کی نگاہیں میرے دل پر کڑی ہے میں ان نگاہوں کو کمان کی صورت میں محسوس کرتا ہوں جیسے کہ بادشاہی دور میں جب جنگ آپس میں چھیڑتی تھی تو اس وقت بندوق کے بدلے تیر کمان کا استعمال کیا جاتا تھا اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ میں آپ کی آنکھوں پر نظر ڈالتا ہوں اور کڑی نگاہیں میری آپ کی آنکھوں پر پڑتی ہیں تو میرے دل میں تیر جیسا محسوس ہوتا ہے جب یہ تیر میرے دل میں لگتا ہے تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنا درد اس تیر کا کس کو کہوں۔شاعر فرماتے ہیں کہ آپ کی نگاہوں سے میرے دل میں دھڑکن سی پیدا ہوتی ہے۔میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اپنی نگاہوں سے تیر پھینکا ہے اور اس تیر سے مجھے جو درد

محسوس ہوا ہے میں کسی کو نہیں بتا سکتا ہوں۔ مطلب شاعر محبت کو اپنے ہی خفیہ انداز میں رکھنا چاہتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں دفاعی معاملے میں راز کو فاش نہیں کر سکتے ہیں اسی طرح غالب نے کہا ہے کہ مجھے بھی معشوق کے ساتھ آپس میں تعلقات ہیں کہ اگر وہ مجھے آنکھوں سے تیر لگاتی ہے مجھے درد محسوس ہوتا ہے میں وہ درد کسی کو نہیں بتا سکتا ہوں مطلب دفاعی طریقے کی طرح سے پوشیدہ راز رکھنا چاہتا ہوں۔

دل لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے ہمیں
ورنہ یاں بیرونقی، سود چراغ کشتہ ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے دل میں یہ تمنا رہتی ہے کہ میں چین سے بیٹھوں لیکن میں سکون سے نہیں بیٹھ سکتا جب میں نے اپنا دل کسی کے سپرد کیا ہے۔ مجھے یہ شوق ہے کہ اگر کسی کو اپنا دل سپرد کیا ہے تو کیا وہ میرے دل کو تسلیم کریں گے۔ مجھے اس بات پر بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے میرا دل سکون سے نہیں بیٹھا۔ نہ اس دل کو کوئی سکون محسوس ہوتا ہے۔ایسی باتیں کس کو بیان کروں میرے پاس کوئی ایسی دوائی نہیں ہے اور ایسا کوئی مرا ہوا دل نہیں ہے ایسا مرا ہوا دل بھی میرے دل کے سکون کے لئے اچھا نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے معشوق کے سوچنے پر کوئی بھی سکون فراہم نہیں ہوگا۔ اسی لئے میں معشوق کا دل ہی تندرست رکھنا جانتا ہے جو معشوق کے پاس ہی ہے۔ وہ مجھے دل سے دل لگا کر صحت یابی کا دل دکھائیں کوئی کشتہ بھی کھلائے گی تو میں چراغ جلاؤں گا اور خوش رہوں گا۔

۲۔طرز جمہور میں گہرے انداز کے سوچنے والے رہنماؤں کو بہت سی بیماریوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کسی وقت کوئی ایسا نقطہ ملک کے مفاد کے لئے ابھرتا ہے جس کو حل کرنے کے لئے بہت سے رہنما ناکامیاب ہوتے ہیں۔اس ناکامیابی کے سبب

بہت سے بیماریوں کا شکار بھی ہوتے ہیں۔اسی طرح سے غالب فرماتے ہیں کہ مجھے دل میں سکون نہیں آتا ہے میرے دل میں صحت یابی ہے لیکن مرا ہوا دل کے ساتھ وابستگی سے بے چین ہوا ہوں۔ مطلب صحت یابی کے دل سے سکون معشوق ہے جس سے میں دل لگا کر چراغ جلا سکتا ہوں اور چراغاں کر سکتا ہوں ۔ اسی طرح سے طرز جمہور میں جب کوئی رہنما قومی مفاد کے لئے مسئلہ حل کرتا ہے تو لوگ اس خوشی میں چراغاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیت ہوئی اس جیت پر لوگ چراغاں کرنے بیٹھتے ہیں ۔ غالب فرماتے ہیں کہ جب میرا معشوق کے ساتھ دل بہ دل مل جائے تو اسی وقت میں بھی چراغاں کروں گا کیونکہ مجھ میں مسرت پیدا ہو جائے گی ۔

عمر ہر چند کے ہے برق خرام
دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ کبھی بھی میں سکون سے نہیں بیٹھا اور نہ مجھے سکون سے بیٹھنے کی مہلت ہے ۔ میں نے عمر بھر بہت سے مسائل دیکھے اور کئی مسائل کا حل بھی ڈھونڈا لیکن حل ڈھونڈنے کے بعد بھی کئی مسائل پیدا ہوئے جس سے کہ عمر بھر چین سے نہیں بیٹھا اور نہ چین سے سویا۔ایسی باتیں معشوق کے لگاؤ سے بھی پیدا ہوتی ہیں زیادہ تر شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کے لگاؤ سے ہی مجھے کوئی سکون محسوس نہیں ہوا۔ ایسا مجھے معشوق کے سلوک سے پیدا ہوا۔ وہ بجلی کی طرح چل پڑتی اسے فرصت ہی نہیں سوچنے کی وہ مجھے وصل کے سلوک سے کام نبھاتی تو میں کوئی بھی دکھ نہیں محسوس کرتا۔میرے دل میں اس کے سلوک سے ہی سکون نہیں رہا جس سے مجھے سکون محسوس ہو اور یہ سکون حاصل کرنے کے لئے معشوق کے ساتھ دل بہ دل تعلقات رہنے چاہئے۔لیکن افسوس ہے وہ بجلی کی طرح چل پڑتی ہے۔

۲۔طرز جمہور میں بہت سے ایسے اتار چڑھاؤ ہیں جس سے کہ ہر کوئی شہری سکون

سے نہیں بیٹھتا ہے۔ مطلب طرز جمہور میں ہر کوئی اپنا روزگار ڈھونڈتا ہے اور اپنے پیٹ کو پالتا ہے۔ مطلب محنتی لوگوں کے لئے ہی جمہوریت تا ابد برقرار رہ سکتی ہے۔ محنت کش لوگوں کے لئے جمہوریت میں اپنا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ جب ہر کوئی محنت کرے گا تو وہ اپنی کمائی سے ہی پیٹ پال سکتا ہے۔ اس کا مطلب طرز جمہور میں محنت کش طبقے کے لئے محنت سے ہی روزگار کمانی ہے اور کمائی سے مختلف گھر کے کام انجام دیتے ہیں۔

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رُسوا کیا مجھے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں مجھے دل کے لگاؤ سے بہت سے خیالات ابھرتے ہیں میں دل کے لگاؤ سے ایک پھول کی طرح باغ میں کھلا ہوں۔ جب کوئی پھول پر نظر ڈالتا ہے وہ کئی خیالات سوچتا ہے۔ مطلب پھول کو دیکھنے سے ہی خیالات ابھرتے ہیں اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ مجھے معشوق کے لگاؤ سے بہت سے خیالات ابھرے ان خیالات سے مجھے کوئی رسوائی محسوس نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ مجھے شعروں کا مقام حاصل ہوا۔ معشوق کی جدائی سے مجھے کئی کئی شعر دل میں ابھرنے لگے جن سے کہ میں ان کے خیالات پر کئی غزلیں، ردیف، کافیہ، نظم، مرتب کر سکتا ہوں۔ مطلب میں یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے اگر معشوق کے ساتھ محبت ہوئی تو اس محبت میں کامیاب ثابت ہوا کیونکہ مجھے اس کی محبت سے شعر کہنے کا اندازہ آیا۔ جس سے کہ میں ایک بہت بڑا شاعر تسلیم کیا گیا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کے کھلنے سے مجھے شاعری ابھرنے لگی جس سے میں ایک بہت بڑا شاعر ابھرا اور لوگ مجھے تسلیم کرنے لگے۔ اگر چہ مجھے معشوق کے محبت پر کئی طنز کرتے ہیں لیکن میں نے انہیں اپنی قلم سے ہی رسوا کیا۔

۲۔ طرز جمہور میں جب کوئی انقلاب کا دور دیکھنے میں آتا ہے تو ہم اس اہم کردار

کا نام اپنی زبانوں میں دہراتے ہیں ۔وہ یہ کہ جب ہم اس کردار کو جلسے میں تقریر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اس کی تقریر سنتے ہیں وہ کسی خاص لہجے میں لوگوں کو سمجھاتا ہے جس سے لوگ بہت ہی متاثر ہوتے ہیں اور لوگ اسے بہت ہی مشہور کرتے ہیں ۔جس مشہوری سے ایک رتبہ ملتا ہے اور وہ خاص آدمی خاص رہنما لوگوں کے دلوں اور آنکھوں میں موجود رہتا ہے۔لوگ وقت پر انکی تقریر سنتے ہیں اور جلسے میں رونق بڑھاتے ہیں ۔اسی طرح سے شاعر فرماتا ہے کہ مجھے معشوق کیساتھ کوئی رسوائی نہیں مجھے اس رسوائی سے ہی شاعری ابھرنے لگی اور میں عالمگیر شاعر بن بیٹھا۔

دل ہی تو ہے سیاستِ درباں سے ڈر گیا
میں اور جاؤں در سے ترے بن صدا کیے

ا۔شاعر فرماتے ہیں ہمیں دُنیا میں کئی باتوں کا جواب دینا پڑتا ہے اور ہم بھی کئی ایسی باتیں محفل میں کہتے ہیں جسے سن کر مختلف کان خبردار رہتے ہیں ۔اسی طرح سے شاعر فرماتا ہے کہ معشوق کے ساتھ رشتہ یا تعلقات جوڑنے کے لئے دل کو سیاسی طور طریقے سے جواب دینا پڑتا ہے ۔اسی لئے معشوق یا عاشق اپنی محبت کی داستان میں کامیاب ہوسکتا ہے جو کہ سیاسی اُتھل پتھل جاننے والا ہو۔جس سے معشوق کو محبوب کے بیان سے تصدیق مل سکے اور تصدیق ہونے کے بعد دل سے دل لگائے۔مطلب شاعر کا یہ ہے کہ محبت کو کامیاب کرنے کے لئے ہمیں ڈرنا نہیں چاہئے۔ ہمیں سیاسی چال بازی سے کام لینا چاہئے ۔ہاں جب ایسے قسم کا سلوک ابھاریں گے تو قدرتی معشوق ہمیں اپنا دل ضرور پیش کرسکتا ہے۔شاعر کا کہنا ہے کہ معشوق کو پانے کے لئے سیاست سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں رہنما کے دل میں سیاسی چال بازی کا لین دین ہونا لازم ہے۔ جو کوئی سیاسی چال جانتا ہو وہی طرز جمہور میں کامیاب ہوسکتا ہے اور سیاسی چال سے

ہی لوگوں کے دلوں کو جیت سکتا ہے۔ ورنہ کوئی بھی رہنما لوگوں کو نہیں جیت سکتا ہاں ایسے بھی رہنما لوگوں کے دلوں میں ابھرتے ہیں جن رہنماؤں نے سماجی، اقتصادی کام لوگوں کی بھلائی کے لئے کئے ہونگے۔

نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں
مانا کہ تیرے رُخ سے نگہ کامیاب ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں میری ایسی مرادیں ہیں جن سے میں معشوق کو پاسکوں لیکن دل کی مراد پوری نہیں ہوتی ہے کیونکہ معشوق کے الفاظ سے کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملتا ہے۔مطلب معشوق ہمیں دل سے ترساتا ہے ترسانے کے لئے وہ ہمارے دلوں کو دیوانگی میں اُبھارتا ہے۔ہم معشوق کو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کیا آپ ہمارے دل کو تسلیم کرسکتی ہیں۔ہاں جب ہم مختلف طریقوں سے معشوق کی نگاہیں دیکھتے ہیں تو دل میں شکوک پیدا ہوتے ہیں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کیا معلوم معشوق کے دل میں کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔مطلب ہمیں معلوم نہیں کہ کیا معشوق ہمارے دل کو چاہتا ہے۔یہ نہیں سمجھنا کہ وہ ہمیں رُخ دکھلاتا ہے اور رُخ دکھانے سے ہمارے دل میں سکون نہیں آتا۔ہمیں کبھی نہیں ان کی نگاہیں دیکھنے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔شاعر کا کہنا ہے کہ ہمیں نگاہوں سے ہر کسی چیز کی واقفیت مل سکتی ہے۔اتنی تیز تر آنکھیں معشوق کی ہیں جس سے کہ مختلف احساس ہمارے دل میں ابھرتے ہیں۔اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ معشوق کے رخ سے ہماری سوچ میں کسی قسم کی کامیابی ضرور ملتی ہے۔لیکن رُخ سے دل کی توجہ تبدیل ہوکر اس کی نگاہوں سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

۲۔طرز جمہور میں ہر کسی کی اپنی مرادیں ہوتی ہیں لیکن عوامی لہر میں واحد کو مراد حاصل نہیں ہوسکتی جبکہ جماعت کی مرادوں کیساتھ ہوں گی مطلب فرد کے مطالبات نہیں مانتے ہیں بلکہ جماعت کے مطالبات تسلیم کئے جاتے ہیں۔طرز جمہور میں کسی

خاص آدمی کا ذکر نہیں بلکہ بہت سے افراد پر مشتمل ذکر کیا جاتا ہے۔

ہاتھ دھو دل سے، یہی گرمی گر اندیشے میں ہے
آبگینہ تند صہبا سے پگھلا جائے ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں جب بھی ہم کسی کا دل پانے کے لئے اپنے ہاتھ سے کوشش کرتے ہیں اپنادامن پھیلاتے ہیں تو معشوق کا ہی ہاتھ ضرور ملنا چاہئے۔ جب معشوق ہمارے لئے ہاتھ سے ہاتھ ملائے تو کسی اندیشے کا امکان نہیں رکھنا چاہئے ہمیں یہ کہنا ہے کہ ہاتھ سے ہاتھ ملا کر ہی پاک محبت ہے۔ ہاتھ سے ہاتھ ملانے کے لئے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ان مشکلات کا حل نکالنے کے بعد ہی معشوق کے ساتھ آسان دیکھائی دیتا ہے۔ پاک محبت ایسی محبت ہے کہ جب برف پڑتی ہےتو وہ کئی سالوں تک جم جاتی ہے۔اور آفتاب کے کرنوں سے برف پگھلتی ہے پگھلنے کے بعد دریا بنتے ہیں۔اسی طرح سے شاعر فرماتا ہے کہ جب بہت سی تکلیف معشوق کے دیکھتے ہیں اور سامنا کرتے ہیں ہمیں پھر ایسے نتیجے فراہم ہوتے ہیں جن سے کہ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم کامیاب ہوئے۔اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ ہمیں معشوق کو پانے کے لئے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان مشکلات سے برف گرتی ہےاور وہی برف جم جاتی ہے۔شاعر فرماتے ہیں کہ اگر ہم برف کے انداز سے معشوق کوحوالہ دیں تو یہی کہیں گے کہ معشوق کے ساتھ دل بہلانے کے لئے بہت سی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہی تکلیف دور ہوجاتی ہیں ۔کسی وقت ہاتھ پھیلانے سے ہاتھ دھوتے ہیں جس طرح گرمی سے برف پگھلتی ہے۔

طرز جمہور میں معاشی، اقتصادی، تعلیمی بحران کا مقابلہ کرتے کرتے ہمیں اقتصادی بحران بھی دیکھنا پڑتا ہے لیکن بعد میں ہمیں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

اُس کی بزم آرائیاں سن کر، دل رنجور، یاں
مثل نقش مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں جب میں معشوق کے بزم میں حاضر ہوتا ہوں وہاں پر ہر کوئی معشوق کے تاثرات کے بارے میں اپنے خیالات بتاتے ہیں مطلب وہ ہمیں ان خیالاتوں سے واقفیت کراتے ہیں جو ہمیں معلوم نہیں۔ان باتوں کو سن کر ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک بزم ہے جو کہ معشوق کی دل لگی کے لئے ہے۔لیکن غمگین بھی ہوتے ہیں۔

شاعر کا کہنا ہے کہ معشوق کے بارے میں بہت سی باتیں اُبھرتی ہیں ہر کوئی ان باتوں کو سننے کے لئے رضامند رہتے ہیں وہ باتیں سن کر بہت ہی خوش مزاج لگتا ہے۔شاعر فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب معشوق کے بغیر کوئی بزم ہے ہی نہیں۔جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم نے بزم آراستہ کی بزم آراستہ کرنے کے باوجود بھی معشوق حاضر نہیں ہے۔اس کا مطلب بزم میں معشوق کے ہی بارے میں باتیں سننے کیلئے آتی ہیں۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب میں اس کی غیر حاضری میں بیٹھتا ہوں تو وہاں کوئی مشعل جلتی نہیں۔میں کہنا چاہتا ہوں کہ میرے لئے وہ مشعل کیوں نہیں جلاتے۔مجھے اس محفل میں غیر تصور کیا جاتا ہے جبکہ معشوق کی حاضری میں مشعل جلا کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ غیر نہیں۔بزم کو غمگین تسلیم کرتے۔

۲۔طرز جمہور میں جب بھی ہم کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں تو مختلف بزم آراستہ کئے جاتے ہیں اور مختلف بزموں میں مختلف باتیں کی جاتی ہیں۔ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے کوئی جیت حاصل کی ہے اسی لئے بزم بہت ہی اچھی سننے اور دیکھنے میں آتی ہے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں میں محسوس کرتا ہوں کہ محفلوں بزموں میں کوئی وقعت ہے ہی نہیں جب میں تقریر کرنے بیٹھتا ہوں تو میری تقریر سے لوگوں میں کوئی لذت ہی محسوس نہیں ہوتی ہے۔ لیکن جب معشوق تقریر فرماتے ہیں تو اس وقت لوگوں میں بہت ہی لگاوٗ دیکھنے میں آتا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا میرے بولنے میں لذت نہیں ہے۔ جب کہ میرے مخالف کو اپنی باتوں پر لذت محفل اور بزم میں تسلیم کرتے ہیں کیا وجہ ہے کہ کیا میں نے اپنا دل بہتوں کے لئے نچھاور نہیں کیا ہے. مجھ میں کونسی سی کمزوری ہے اگر مجھ میں کمزوری ہے تو وہ معشوق کے لئے میں سوچتا ہوں معشوق کے بغیر محفل میں لذت بے مثال ہے۔ میری تقریر کی لذت میرے سے میرے دلبر کو خوشی محسوس ہوتی۔

۲۔طرز جمہور میں کوئی رہنما مختلف باتوں پر لوگوں کے سامنے تقریر فرماتے ہیں لیکن ان میں سے چند رہنماؤں کی تقریر سے لوگ متاثر رہتے ہیں اور کسی کی تقریر سے لوگ تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں۔ رہنما سوچتے ہیں جب ایک کی تقریر لوگوں کے کانوں میں اچھی ثابت ہوئی ہے تو میری تقریر کیوں نہیں لوگوں کے سامنے اچھی ثابت ہوئی۔ اس کا مطلب کوئی نہ کوئی خامی ہے. جس سے کہ میری تقریر نا کامیاب ثابت ہوئی۔ طرز جمہور میں کوئی بھی اپنی باتیں بتا سکتا ہے کسی کو کسی تقریر پر پابندی نہیں ہوتی ہے۔

جلوہ رازِ آتش دوزخ ہمارا دل سہی
فتنۂ شورِ قیامت کس کی آب وگل میں ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں ہم جب بھی کوئی جلوہ دیکھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں اسی طرح سے جب میں معشوق کا جلوہ دیکھتا ہوں تو مجھے ایسی آتش محسوس ہوتی ہے کہ میرا دل گھبرانے لگا۔ گھبرا کر میں یہ کہتا ہوں کہ اے خدا تو نے صحیح طور پر معشوق میں ایسا جلوہ پیدا کیا ہے. جس سے کہ دل میں خوشی کی لہر محسوس ہوتی ہے لیکن اے خدا میں یہ کہہ

رہا ہوں کہ یہ خوشی نہیں بلکہ ایسے آتش کو میں دوزخ کے برابر پکارتا ہوں۔ جسکی روشنی سے ہمیں بہت سے غم اور فتنے ابھرتے ہیں۔اس کی روشنی سے ہمیں قیامت محسوس ہوتی ہے۔اب ہم یہ کہتے ہیں کہ معشوق کوگل کے برابر تسلیم کیا جائے۔کئی لوگ یہ کہتے ہیں کہ معشوق گل ہے۔شاعر فرماتے ہیں کہ اسے گل کے برابر مشابہت نہیں دیتا ہوں کیونکہ اس گل کو دیکھنے سے ہی ہمیں آنکھوں میں پانی محسوس ہوتا ہے جب ہم معشوق کے ساتھ محبت کرتے ہیں تو ہم محبت کے تناؤ میں روتے بھی ہیں اور رُلاتی بھی ہے ۔اسی لئے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ فتنہ،فساد ہے اس سے گل تصور نہیں کرتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ گل کو دیکھنے سے ہمیں بہت سی مشکلات دیکھنی پڑتی ہیں۔اے خدا میں معشوق کو ایسے رتبے سے مبرا کرتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں ایسے حالات بھی رونما ہوتے ہیں جس کو دیکھ کر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ شاید خوشی کی لہر لوگوں میں موجود رہے گی اس لئے کہ کبھی لوگ کوئی ایسی بات سنتے ہیں یا کسی ایسے قانون کو نافذ العمل کیا جاتا ہے جس سے کہ لوگ بہت ہی خوشی محسوس کرتے ہیں۔اس کے عوض کئی دنوں کے بعد لوگ پھر پریشان دیکھنے میں آتے ہیں۔وہ خوشی کی لہر غم میں مدغم ہوتی ہے اس کا مطلب طرز جمہور میں خوشی کا دور بھی اور غم کا دور بھی آتا ہے۔

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی

ا۔شاعر فرماتے ہیں جب بھی میں معشوق کی نگاہیں دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے دل میں اتار چڑھاؤ محسوس ہوتے ہیں لیکن آپ بھی میری نگاہوں پر نظر ڈالتی ہو۔جب دونوں کی نگاہیں بیک وقت ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں تو اے معشوق اُس وقت مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم دونوں اپنے اپنے اصولوں پر رضا مند ہوئے ہیں اور دونوں

ایک ہی بات میں تلے ہوئے ہیں۔ لیکن معشوق یہ بھی غلط ثابت ہوا جیسا کہ کبھی کوئی رضامندی ہوتی ہے تو کسی وقت الگ ہو کر رہتی ہے۔ اس کا مطلب آپ کے دل پر کوئی اعتبار ہی نہیں اگرچہ میں نے آپسی نگاہوں سے ہی بیک وقت دیکھا اور محسوس ہوا کہ دونوں کا خیال ایک ہی ہے اور دونوں رضامند ہیں لیکن پھر بھی یہ رضامندی بیک وقت دیکھنے سے بھی صحیح ثابت نہیں ہوتی ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں اس بات پر یقین نہیں کرنا چاہئے کہ کسی کو خاص نمائندہ کہیں گے لوگوں کے دلوں پر مختلف جذبات مختلف وقت پر تبدیل ہوتے ہیں اسی لئے ان جذبات کو مدِ نظر رکھ کر اور سمجھ کر کوئی بھی رہنما عمر بھر کے لئے لوگوں کو تسلیم نہیں ہوتا ہے کوئی رہنما تین دن تک لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے اور کوئی رہنما عمر بھر لوگوں کے لئے رہنمائی کرتا ہے لیکن لوگ رہنمائی رہنما کی کارکردگی سے ہی تسلیم کرتے ہیں۔

آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کسی چیز پر بھی اعتبار نہیں کرنا چاہئے جیسے کہ معشوق کو میرے دل پر ہنسی آتی تھی اور میں یہ سوچتا تھا کہ یہ ہنسی میرے لئے عشق پر آتی ہوگی۔ جب بھی کسی کے ذریعے میں نے اور میرے معشوق نے آپس کے بارے میں حال پوچھا تو انہوں نے معشوق کے بارے میں کوئی رائے نہیں دی اور مجھے محسوس ہوا کہ اب معشوق کے دل پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اسے میرے دل پر کوئی صدمہ ہی محسوس نہیں ہوتا میری جدائی پر وہ کچھ بتاتی ہی نہیں۔ اسی لئے میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ معشوق میرے ساتھ وفاداری کر رہی ہے۔ جب کہ وہ میرے بارے میں بہتوں سے میرا حال پوچھتی تھی اور مجھے اس حال پر ہنسی آتی تھی۔ اسی لئے معشوق پر کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ عشق بے بھروسہ ہے۔ پھر بھی ہم سب عشق کرنے پر مطمئن رہتے ہیں۔

۲۔طرز جمہور میں ایسی بھی باتیں لوگوں کے سامنے آتی ہیں جن سے لوگ بہت متاثر ہوتے ہیں اور غلط بیان بازی سے مختلف کرداروں پر ہنستے ہیں جب لوگوں میں ایسا مذاق محسوس ہوتا ہے تو ان جذبات کو پھر سے نہیں دُہراتے ہیں۔

داغ دل گر نظر نہیں آتا
بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی

ا۔شاعر فرماتے ہیں معشوق اور محبوب کے دلوں میں کوئی غلط فہمی دیکھنے میں نہیں آتی ہے اور پاک محبت کرنے والے کو ایسی بو بھی نہیں آتی ہے جس سے کہ ہم اپنے دماغوں کو معطر سمجھتے اور اگر گندی بو محسوس ہوتی ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی علاج بھی ڈھونڈتے ہیں پاک محبت سے دل بے داغ دیکھنے میں آتا ہے۔جب بھی کوئی آپسی تناؤ دیکھنے یا سننے میں آتا ہے تو اس تناؤ کو ختم کرنے کے لئے کئی ایسی تدبیریں باہمی طور پر کی جاتی ہیں جس سے کہ تناؤ ہی نہیں دیکھنے میں آتا ہے اور کوئی داغ بھی دیکھنے میں نہیں آتا۔اس لئے شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق اگر آپ کو میرے ساتھ پاک محبت کے اصول رکھنے ہیں تو اپنے دل کو داغ سے صاف کیا جائے اور کوئی گندی باتیں سننے میں آئی ہیں تو اس کو کسی علاج کے ذریعے یا کسی تدبیر کے ذریعے منسوخ کیا جائے۔

۲۔طرز جمہور میں ایسے رہنماؤں کو لوگ جگہ دیتے ہیں اور ان کو ہی دلوں میں رکھتے ہیں جو لوگوں کی بھلائی کیلئے کام انجام دیں جو لوگوں کیلئے بے داغ کام انجام دیتے ہیں مطلب وہ لوگوں کے سامنے دیانتداری کا دعویٰ صحیح انداز میں دکھاتے ہیں۔طرز جمہور میں بد یانتداروں کو کوئی بھی جگہ نہیں دی جاتی ہے اور نہ انہیں تسلیم کیا جاتا ہے۔

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ اس دُنیا میں کسی بھی شخص کو اپنے دل پر قابو نہیں رہتا ہے۔

قابو میں دل رکھنا بہت ہی مشکل ہے۔ جب دل قابو میں نہیں رہتا ہے تو انسان کئی غلطیوں کا شکار ہوسکتا ہے۔ اسی لئے شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق مجھے دل میں قابو ہی نہیں ہے جب مجھے دل میں قابو ہی نہیں ہے تو میرا دل ناداں بنا ہے۔ یہ نادانی آپ کے وصل سے یا کئی میری مرادوں سے ہی دور ہوسکتی ہے جب آپ ان مرادوں کو پوری کروگی تو میرے دل میں نادانی نہیں رہے گی اور میرا دل قابو میں رہے گا۔ اسی لئے اے معشوق اس دل کو نادان سمجھنا چاہتی ہے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس نادانی کو دور کرنے کے لئے کوئی ایسی دوائی پیش کریں جس سے کہ میرا دل قابو میں رہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ دل کی نادانی سے بیماری کا شکار ہونا لازمی ہے۔ اسی لئے اس بیماری کو ختم کرنے کے لئے معشوق کے پاس ہی ایسی دوائی ہے جس سے کے میرا دل نادان نہیں بن سکتا ہے۔ مطلب شاعر کا یہ ہے کہ معشوق کی حرکتوں سے ہی دل نادان بنتا ہے اور انہیں حرکتوں سے ہی دل کی دوا میسر ہوسکتی ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں زیادہ تر لوگ غریب ہوتے ہیں اور امیروں کا غلبہ غریبوں پر زیادہ رہتا ہے طرز نظام کو بنانے والے غریب طبقے ہیں۔ لیکن امیروں کی اقلیت سے اکثریتی طبقہ دب جاتا ہے۔ طرز جمہور میں مختلف ذاتوں کے لوگ رہتے ہیں۔ ہر ایک طبقے کو ایوان میں نمائندگی دی جاتی ہے۔ اسی لئے غربت ہونے کے ناطے اکثریتی طبقے غریبوں کے دل نادان بناتے ہیں۔ غربت غریبوں کے رواج دیکھتی ہے اور رواج دیکھ کر ایسے رہنما نمائندگی غریبوں کی بیوی کے لئے کام انجام دیتے جو ایسی چیزوں کی فراہمی ہوتی ہے جس سے کہ ان کے دلوں میں غربت دور ہو۔ اب طرز جمہور میں ایسے دلوں کی نادانی دور کرنے کیلئے عوامی رہنما حکومت کے ایوانوں میں بات چھیڑتے ہیں جس سے کہ غریب لوگوں کا درد کم ہو۔ اسی طرح سے غالب فرماتے ہیں کہ عشق میں معشوق کو دیکھ کر ہی دل دھڑکتا ہے اور دل نادانی میں مبتلا ہوتا ہے اس

نادانی کو دور کرنے کے لئے معشوق کے پاس ہی دوائی میسر ہے۔ مطلب عشق کی رہنمائی محبوب یا معشوق کرتا ہے۔

پھر اک دل کو بیقراری ہے
سینہ جویائے زخم کاری ہے

ا۔شاعرفرماتے ہیں ہمیشہ کسی کا دل بیقرار رہتا ہے۔ بیقرار اسی لئے رہتا ہے کہ وہ معشوق کے اطوار دیکھتا ہے۔ جن حرکتوں سے معشوق محبوب کو دل کی دھڑکن کے لئے مجبور کرتا ہے۔ اسی لئے شاعرفرماتے ہیں کہ معشوق کی بیقراری سے محبوب کو زخم ہوتے ہیں زخموں کو ٹھیک کرنے کے لئے اور زخموں کا علاج کرنے کے لئے معشوق ہی حکیم کی طرح کام انجام دے سکتی ہے۔

۲۔طرز جمہور میں عوامی شکایتوں کا ازالہ کرنے کیلئے عوامی رہنماؤں کو پریشانی محسوس ہوتی ہے۔ اسی لئے کئی عوامی رہنما کئی بیماریوں کے شکار ہوتے ہیں وہ عوامی خدمت کے لئے اپنی صحت کا بھی خیال نہ رکھ کر لوگوں کی مشکلات کا حل کرتے ہیں اسی لئے ان کے دلوں میں بیقراری پیدا ہوتی ہے وہ بیقراری تب تک محسوس ہوتی ہے جب تک نہ حل عوام کا کچھ نہ کچھ کیا جائے۔ اسی طرح سے شاعرفرماتے ہیں کہ عشق میں معشوق ہی محبوب کو بیقراری میں مبتلا کرتا ہے اور معشوق ہی محبوب کو بیقراری دور کرسکتا ہے۔

جنوں تہمت کش تسکیں نہ ہو، گرشادمانی کی
نمک پاش خراش دل ہے لذت زندگانی کی

ا۔شاعرفرماتے ہیں جب بھی لوگ دیکھتے ہیں کہ محبوب کو معشوق کے ساتھ پورے پورے تعلقات ہیں۔ ایسے تعلقات مٹانے کیلئے کئی کام انجام دیتے ہیں۔ انجام دینے کے بعد معشوق اور محبوب میں دوری رہتی ہے۔ جس سے کہ دونوں میں کشش کا جنون ہوتا ہے۔ تو بگاڑنے والے انہیں طنز کرتے ہیں۔ ان دونوں میں

ایسے طنز اور مذاق ہوتے ہیں ان کے دلوں میں بہت ہی صدمہ محسوس ہوتا ہے۔ صدمے کے وقت دونوں یہ کہہ رہے ہیں کیوں ہم نے اس طریقے کی محبت آپس میں اپنائی۔ جس سے کہ ایسی نوبت آئی۔ اب کئی ایسے بھی ٹکراؤ کرنے والے ہوتے ہیں جو کہ طنز کرنے سے خوش رہتے ہیں انہیں طنز کرنے سے بہت ہی خوشی محسوس ہوتی ہے تو وہ ان لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں نمک ہمارے زخموں پر چھڑکتے جس سے ہمارا دل بہت ہی صدمہ محسوس کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو مزہ چکھنا چاہئے اس سے ہمارے دل میں کوئی ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا ہے ہم بہت ہی خوشی محسوس کرتے ہیں ہمیں زندگی میں ایسے آدمیوں سے لذت دیکھنے اور سننے میں آتی ہے۔ دنیا میں ایسے آدمی بھی ہونے چاہئے جو اس طرح کا سلوک کرتے ہیں۔

۲۔ طرز جمہور میں ایسے حالات بھی آتے ہیں جن سے کہ لوگ کم ہمت ہوتے ہیں بہتوں کو ہمت ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں دنیا کا کاروبار چلتا ہے اگر چہ ہمسایہ ممالک کسی ملک کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ کئی ایسے ممالک بھی ہیں جو کہ طرز جمہور میں کسی بھی ہمسایہ ملک کو نقص امن میں نہیں دیکھنا چاہتے۔ وہ ملک امن میں رہنا چاہتے ہیں اور طرز جمہور میں دنیا کے سارے ممالک امن میں رہنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ ہم نے مانا کہ عشق میں کئی ایسے بھی عناصر ہوتے ہیں جو کہ محبوب اور معشوق کے ٹکراؤ کے لئے کام کرتے ہیں ان کی لذت بھی لوگ دیکھتے ہیں۔

جو نہ نقد داغ دل کی، کرے شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہاں ہے بہ کمین بے زبانی

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق ہم تیرے ستم سے تنگ نہیں آئے ہیں بلکہ آپ کے ستم شعلہ کی صورت میں پاتے ہیں۔ جس کو پا کر ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں

اور یہ دیکھتے ہیں کہ دل میں کتنے داغ جو معشوق کے شعلے سے پیدا ہوئے۔ ان داغوں کو مٹانا ہے زبانی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کتنے داغ نقدی اور ادھار کی صورت میں مٹے ہیں یہ کہنا بہت ہی دشوار ہے۔ شاعر فرماتے ہیں عشق سے شعلے ابھرے یہ شعلے نہیں ہیں بلکہ معشوق کی بے وفائی اور سلوک ہیں۔ اگر ایسا سلوک نہیں کیا ہوتا تو شعلہ ہی دیکھنے میں نہیں آتا۔ معشوق ان شعلوں کو دکھانے پر کسی کے پاس اظہار نہیں کرتا ہوں۔ ان شعلوں سے تنگ آ چکا ہوں کیونکہ میرے دل میں ان شعلوں سے داغ دیکھنے میں آئے لیکن کئی کئی داغ میں ٹھیک کرتا ہوں وہ گننے کے لئے مجھے فرصت نہیں ہے نہ میں زبانی طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ کتنے داغ ختم ہوئے ہیں اور کتنے داغ ابھی تک موجود ہیں۔ ان کی گنتی کر سکتا ہوں جب معشوق میرے سامنے ہوگی اور میں ایسے داغوں کا اندازہ معشوق کو دکھاؤں گا زبانی طور پر داغ گنے کہ جدائی کے دوران کتنے داغ ابھرے ہیں اور ان کا مرہم معشوق کے وصل سے ہی ہو سکتا ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں جن سے عوام پریشان دیکھنے میں آتی ہے۔ پریشانی لوگوں کی کئی مشکلات سے اُبھرتی ہے جیسے کہ کسی محلے میں یا قصبہ میں آمد و رفت ٹھیک نہیں ہے یا تجارتی حالات ٹھیک نہیں ہے ان کو کئی سالوں تک ٹھیک نہیں کیا جاتا ہے جس سے کہ لوگوں میں شعلے ابھرتے ہیں مطلب لوگ عوامی نمائندوں کے خلاف ہوتے ہیں۔ جس سے کہ عوامی نمائندے پریشان رہتے ہیں جب ایوان کے رکن خود دیکھتے ہیں تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ اس قسم کا سلوک بہت ہی خراب ہے اور ٹھیک کرنے کے لئے عوامی نمائندہ رضامند ہوتے ہیں اور مطالبات لوگوں کے مانے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں کہ محبوب اور معشوق کے درمیان جو بھی ٹکراؤ دیکھنے میں آتا ہے وہ شعلوں کی طرح ثابت ہو کر دیکھنے والے دیکھتے ہیں۔

دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت
ہے نگاہ آشنا ، تیرا سر ہرمو مجھے

ا۔شاعر فرماتے ہیں اے معشوق جب آپ کے ساتھ ہمدم چلیں گے آپ میرے دل کو خوشحال دیکھنا چاہو گے کس وقت ایسا ماحول دیکھنے میں آئے گا خدا ہی جانتا ہے بہر حال میری نگاہیں ایسے ماحول کو دیکھنے کے لئے تڑپتی ہیں مجھے شوق ہے کہ ہمیشہ دل میں کب آپ کے ساتھ ہم خیالات میں دیکھوں اور دونوں خوشی اور مسرت میں ملاقاتیں کریں۔ یہ خدا پر ہی سب کچھ منحصر ہے مجھے ایسا بھی شوق ہے کہ میں یہ دیکھوں کہ تیرے بال کیسے ہیں اور کس طرح ان بالوں کو میں اپنے جذباتی اصولوں سے کچھ کہوں۔ایسا موقعہ آنے کے لئے وقت ہی نہیں ہے کیونکہ میں وقت کا انتظار کرتا ہوں کہ کب وقت آئے اور دونوں ساتھ ساتھ ملیں۔

۲۔طرز جمہور میں ہر ایک اپنا ملک ترقی یافتہ دیکھنا چاہتا ہے مطلب ہر ایک ملک اپنے اپنے ملک میں ہر قسم کی ترقی پر رضامند رہتا ہے۔خواہ وہ معاشی ہو اقتصادی ہو تعلیمی ہو یا زراعتی ہو ترقی کو تہس نہس کرنے کے لئے طرز جمہور میں کئی عناصر بھی دیکھنے میں آتے ہیں لیکن ان کے جذبات آخر کار تہس نہس ہوتے ہیں اور عوامی حلقوں میں ترقی کا ہی جذبہ رہتا ہے۔ کسی وقت کوئی ایسی ترقی رک جاتی ہے مالی بحران کے وجہ سے لیکن ان رہنماؤں کو پریشانی رہتی ہے۔

تب چاک گریباں کا مزہ ہے دلِ ناداں
جب اک نفس اُلجھا ہوا، ہر و تار میں آوے

ا۔شاعر فرماتے ہیں اے معشوق آپ نے مجھے کئی صدمہ دیئے لیکن ان صدموں پر میں کبھی جھکنے والا ، بزدل نہیں ہوں آپ کی سوچ یہ ہے کہ میں آپ کے گریبان کو پکڑوں میں ایک بڑی بھاری ہستی ہوں ایسا کرنے سے میں پرہیز کرتا ہوں نہ کہ میں ایسے

طریقے سے محبت نبھانے والا ہوں ۔ میرا دل ان صورتوں میں نادان نہیں بن سکتا ہے ۔ میں نفس کو قابو میں رکھنے والا بندہ ہوں ۔ آپ کے لہجے پر اور آپ کی صورت پر میں کمزوری محسوس کرتا ہوں اس کمزوری سے میرا دل نادانی میں مبتلا ہوتا ہے ۔ پھر بھی اے معشوق میں آپ کے دامن پر سر نہیں رکھنے والا جو آپ کی چاہت ہے اور جس سے آپ کو خوشی محسوس ہوگی ان صورتوں میں محبت کرنے والا نہیں ہوں ہاں اگر مجھے آپ کے لئے دل نادانی میں مبتلا ہوتا ہے پھر بھی میں قوت برداشت والا بندہ ہوں ۔

۲۔ طرز جمہور میں کمزور معاشی حالت پر ملک کے لوگوں کی حالت خراب دیکھنے میں آتی ہے ۔ معاشی حالت کو سدھارنے کے لئے لوگ برداشت بھی کرتے ہیں کیونکہ ملک کا وقار اور عزت رکھنے کے لئے کیا کیا نہیں کرتے ۔ کسی وقت معاشی حالت سدھارنے کے لئے ہمسایہ مما لک کے پاس جا کر جھکنا پڑتا ہے تا کہ ملک کے لوگوں میں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ ہو ۔ شاعر فرماتا ہے کہ میں اپنا گریبان معشوق کی محبت کے لئے نہیں پکڑوں گا میں نفس پر قابو رکھ کر برداشت کرسکتا ہوں ۔

میں بلاتا تو ہوں اُس کو مگر اے جذبۂ دل
اُس پہ بَن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

ا۔ شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق میرے دل میں ایسا جذبہ ہے میں آپ کو الگ نہیں رکھنا چاہتا نہ میں آپ کو الگ دیکھنا چاہتا ہوں شک وشبہ دل میں پیدا ہوئے جس کی وجہ سے میں آپ کو بھول نہیں سکتا ہوں ۔ اگر میں آپ کو بھلاتا تو اس وقت میرے بلانے پر آپ رضامند رہتی اسی لئے مجھے اپنی عزت کا احترام ہے جس کے لئے میں آپ کو بھول نہیں سکتا اگرچہ میرے دل میں آپ کے بھلانے کے لئے جذبہ ہے لیکن میں سوچتا ہوں کہ میرے کہنے پر آپ رضامندی دکھاؤ گی یا نہیں ۔ مجھے معشوق کے ساتھ پاک محبت ہے مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا معشوق کو بھی مجھ سے

پاک محبت ہے۔ ایسے جذبات دیکھنے کے لئے مجھے کبھی بھی موقعہ نہ آیا اور نہ موقعہ فراہم کیا۔ صرف میں پاک محبت کے اصولوں پر کاربند رہا۔ کاربند رہ کر مجھے ایسا جذبہ بھی پیدا ہوا کہ میں اپنے معشوق کو بلاؤں۔ لیکن کن حالتوں میں بلاسکتا ہوں۔ میرے کہنے کا احترام معشوق کرے گی یا نہیں اسی لئے احترام کے الفاظ پر مجھے شک پیدا ہوا تب تو میں جذبہ دل سے پاک محبت کے اصول پر کاربند ہوں لیکن بلا نہیں سکتا ہوں۔

۲۔ طرز جمہور میں کئی ایسی دشواریاں بھی پیدا ہوتی ہیں جن دشواریوں سے ہر کوئی عزت اور احترام کا جذبہ رکھتے ہیں۔ ہر کوئی اپنے ملک کے لئے عزت کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں اسی لئے ہمسایہ ملکوں کے تعلقات سے وہ عزت واحترام کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمسایہ ملک بھی احترام کی نگاہوں سے دیکھے۔ آپسی ملاپ آپسی جذبہ آپسی خیالات ایک دوسرے ممالک میں جانے اور آنے سے ہوسکتا ہے۔ طرز جمہور میں جذبہ احترام سے بھی کام لیا جاتا ہے۔

''آئینہ دیکھ اپنا'' غالبؔ

جمہوریت روبرو عوامی لہر

غالب نے کئی شعر غزلوں میں لکھیں ہیں جن سے ہم پڑھ کر بہت ہی متاثر ہوتے ہیں۔ خاص کر لفظ آئینہ پر شاعر نے ہمیں اس بات کا احساس دلایا ہے کہ ہم معشوق کے ساتھ اپنی بیتی ہوئی باتیں بتانا چاہتے ہیں تو کئی شعر لکھ کر حرف آئینہ کے بھی شعروں میں تشبیہ دیتا ہوں۔ طرز جمہور میں ہم ایسے شعروں کی مشابہت کئی رہنماؤں کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں اور غزل کے صحیح مطلب بھی بیان کرتے ہیں۔

مرا ہر داغ دل، اک تخم ہے سرو چراغاں کا
کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے

ا۔شاعر فرماتے ہیں اے معشوق میرے دل میں آپ کی جدائی سے ایک داغ نمودار ہوا جس داغ کو نیست و نابود کرنے کے لئے میں نے کئی حکیموں کے ساتھ صلاح و مشورہ کیا اور انہوں نے مجھے مختلف شربت پلانے کا احساس دلایا۔ پھر بھی میں شربت پی کے ان کے دیئے ہوئے نسخوں کے مطابق جڑی بوٹیاں استعمال کرتا ہوں

لیکن جو داغ نمودار ہوئے ہیں وہ آپ کے بغیر ختم نہیں ہو سکتے ۔ جب تک نہ آپ میرے آئینے کے برابر سامنے آؤ گی یا جب تک نہ روبرو آپ کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے۔تو پھر نمودار داغ دل میں ختم ہو سکتے ہیں۔اے معشوق تجھے اور تیرے جلوے سے ہی ان داغوں کا ختم ہونا ممکن ہے۔اپنا چہرہ اپنے آئینہ سے دیکھا اور دیکھ کر آئینے میں درار پیدا کیا۔جس سے یہ معلوم ہوتا ہے آئینہ بھی آپ کی صورت سے گھبراتا ہے۔

۲۔طرز جمہور میں جب عوامی حکومت مرتب ہوتی ہے لوگ خود بخود اپنا حق ادا کر کے انہیں چنتے ہیں۔ مطلب رہنماؤں کو لوگ ہی چنتے ہیں لیکن بہت سے رہنما ایسے ہوتے ہیں جنہیں غلط کام کا ذمہ وار ٹھہرایا جاتا ہے۔لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں انہیں لوگ نہیں چنتے ہیں نہ انہیں پسند کرتے ہیں ۔اسی طرح سے غالب فرماتے ہیں کہ کوئی بھی بدنما داغ دور نہیں ہو سکتا اگر چہ اس بدنما داغ کو دور بھی کیا جائے پھر بھی وہ بدنما داغ لوگوں کے دلوں سے نہیں ہٹ سکتا ہے۔

سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا

روبرو کوئی بتِ آئینہ سیما نہ ہوا

ا۔غالب فرماتے ہیں اے معشوق تیری مقبولیت ہر ایک کے دل میں ہے ہر ایک آپ کو چاہتا ہے خواہ وہ ہندو، مسلمان ہو، سکھ ہو مطلب بلا لحاظ مذہب وملت آپ کو سب چاہتے ہیں لیکن اے معشوق میں یہ تب تک تسلیم نہیں کروں گا جب تک نہ آپ میرے سامنے دیکھنے میں آئے گی۔ میں آپ کو آئینے کی طرح اپنے دل میں رکھنا چاہتا ہوں ۔اور آپ کو میں آئینہ سمجھتا ہوں ۔آئینہ سمجھ کر میں آپ کے سامنے ناز ونخرے دیکھنا چاہتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں ہر کوئی رہنما لوگوں میں مقبول ہونا چاہتا ہے لیکن جو جو رہنما ایسی کوشش میں لگا رہتا ہے اس سے بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ان

میں سے کئی ایسے رہنما اپنے کام میں کامیاب رہتے ہیں اور کامیابی کے بعد وہ لوگوں میں مقبول ہوتے ہیں ان کی مقبولیت پر لوگ ناز و نخرے کرتے ہیں لیکن ہر شہری انہیں روبرو دیکھنے کے لئے ترستے ہیں۔ مطلب عوام ان کو دیکھنے کے لئے جلسہ منعقد کرتے ہیں جس جلسے میں انہیں بلایا جاتا ہے اور لوگ ان کے تاثرات سنتے ہیں اور ان کو روبرو ایسے رہنما کو دیکھتے ہیں اور اچھے طریقے سے عوامی استقبال کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح سے شاعر نے اپنے شعر میں فرمایا ہے بلالحاظ و مذہب و ملت میرا معشوق بہت ہی مقبول ہے لیکن میں اس کی مقبولیت تب تک نہیں تسلیم کروں گا جب تک نہ میں ان کے دیدار روبرو کروں۔

آئینہ دیکھ، اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا!

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق کئی لوگ یہ سوچتے ہیں کہ انہوں نے آپ کو دیکھا ہے وہ بھی ہمارے سامنے۔ مجھے یقین نہیں آتا ہے کہ میرے یقین کے لئے وہ مجھے آئینہ کے انداز میں آپ کی صورت کے بارے میں بتاتے ہیں۔ مطلب وہ آپ کی شکل بتاتے ہیں اور آپ کی کیسی شکل ہے لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں اگر چہ آپ کو وہ دیکھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نے معشوق کو دیکھا ہے ان کو آپ اپنا دل دیتی ہو جس سے کہ انہیں غرور پیدا ہوتا ہے۔ اے معشوق اگر چہ آپ ان کو اپنا دیدار کراوتو پھر انہیں آپ کے دیدار سے غرور پیدا ہوتا ہے کیا میں ایک بدنصیب ہوں جو کہ آپ کی تعریف بہت سے شعروں میں لکھتا ہے۔ مجھے روبرو دیدار کیوں نہیں ملتا ہے۔ کیا وہی آپ کی آئینہ کے حقدار ہے اگر چہ اتنے لوگ آپ کے حقدار ہیں کیا میں حقدار نہیں ہوں۔ پھر بھی میرے دل میں آپ کا غرور ہے۔

۲۔ طرز جمہور میں کئی ایسے رہنما بھی پیدا ہوتے ہیں جن کو لوگ روبرو نہیں دیکھتے

ہیں پھر بھی ان کے کارنامے سن کر خوش ہوتے ہیں ۔ مطلب انہوں نے لوگوں کی بھلائی کے لئے بہت سے کام کئے ہوتے ہیں جب وہ اس دنیا سے چل بسے پھر بھی ان کے کارناموں پر تاریخی ورقہ چھاپ کر لوگوں کے لئے دستیاب کئے جسے پڑھ کر ان کے کارناموں پر غرور پیدا ہوتا ہے ۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں مجھے روبرو معشوق نہیں ملی پھر بھی نہ ملنے کی صورت میں میں اپنے دل میں غرور کو الگ کر کے جگہ دیتا ہوں ۔

شکوہ رنج رشک ہم دیگر نہ رہنا چاہئے
میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا

ا۔ شاعر فرماتے ہیں اے معشوق مجھے کوئی فکر نہیں غم نہیں ہے لیکن میرے دل میں شکوہ اور رنج اس بات کا ہے کہ کئی دوسروں سے آپ اپنا کچھ احوال سناتی ہو مجھے اس احوال سے الگ رکھ کر میرے دل کے لئے شکوہ پیدا کرتی ہو ۔ میں اس پر بھی ناراض نہیں رہتا ہوں ۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کسی نہ کسی وقت ملو گی اور روبرو ان ساری باتوں کا ذکر کروں گا ۔ جس سے کہ آپ مجھے ایسے رشک سے الگ رکھو گی ۔ اے معشوق میں آپ کے الگ تھلگ ہونے سے ہمیشہ اپنی زندگی میں خوشی بھی محسوس کرتا ہوں اور رشک بھی محسوس کرتا ہوں میں یہ چاہتا ہوں ۔

۲۔ طرز جمہور میں جب کوئی رہنما لوگوں کی خدمت کرتا ہے تو لوگ اسے ہمیشہ یاد کرتے ہیں ان کے کارناموں کا ذکر آئینہ کی صورت میں دکھاتے ہیں ۔ جس سے کہ لوگ بہت ہی متاثر رہتے ہیں ۔ اور اس بات کا احساس ان رہنماؤں کو دلاتے ہیں جو نئے طریقے سے اپنی رہنمائی لوگوں میں کرتے ہیں ۔ انہیں اس بات کا بھی احساس دلاتے ہیں کہ ایسا رہنما لوگوں کے لئے ملنا چاہئے ۔ جس کا کام لوگوں کو آئینہ کی طرح مقبول عام ہوتی ہے اور آئینہ کی مثال دینا چاہتے ہیں ۔ اسی طرح سے شاعر نے فرمایا

ہے کہ میں معشوق کے روبرو شکوہ دیکھنا چاہتا ہوں جن شکوں سے مجھے بہت ہی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔آئینہ کی طرح صاف رکھنا چاہتا ہوں۔

مدعا محو تماشائے شکست دل ہے
آئینہ خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے

شاعر فرماتے ہیں میرا مدعا یہ نہیں کہ مجھے محبت میں شکست ملی۔میرا مدعا یہ ہے کہ لوگوں کو سمجھ آنا چاہئے کہ شکست ہی جیت ہے۔شکست کی وجوہات دیکھنے چاہئے اور ان پر غور کرنا چاہئے کن اصولوں سے باہمی شکست ملی اور میں تماشا بین نہیں بننا چاہتا ہوں۔

۲۔طرز جمہور میں جب عوامی چناؤ کا وقت آتا ہے تو کئی رہنما چناؤ میں حصہ لیتے ہیں کئی رہنما منتخب ہوتے ہیں اور کئی ہار جاتے ہیں۔ہارنے والے کو شکست خور کہتے ہیں وہ ہار کو تسلیم کرتے وقت اس بات کا اندازہ لگاتا ہے کہ کن وجوہات سے شکست ہوئی ان وجوہات کو دور کر کے دوسری بار کامیابی حاصل کرنا چاہتا۔اسی طرح سے شاعر فرماتا ہے میں شکست خور نہیں بننا چاہتا ہوں میں اپنی شکست کی وجہ دیکھنا چاہتا ہوں جس وجہ سے میں ان کمزوریوں کو دور کر سکتا ہوں۔

کس کا سراغ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا
آئینہ فرش شش جہت انتظار ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں اے معشوق تیری تعریفوں سے میں حیران ہوتا ہوں اور خدا سے شکوہ کرتا ہوں کہ اے خدا اس معشوق میں اتنا جلوہ ہے اس کے جلوے سے ہر ایک حیران رہتا ہے اور جلوہ دیکھنے کے لئے ہر کوئی راستے میں،کوچہ میں،ہر ایک جگہ ہوتے ہیں۔لوگ ایسا آئینہ کہہ کے پکارتے ہیں اور دیکھنے کے لئے ہر کوئی ترستا ہے۔اے خدا آپ میں اتنا جلوہ نہیں ہے جتنا کہ لوگ معشوق کے جلوے کا ذکر کرتے ہیں اے

خدا میں آپ کے جلوے سے ہی مطمئن ہوں آپ کا ہی جلوہ اور آپ کا ہی ذکر میں اپنے دل میں رکھتا ہوں میں حسرت بھری باتیں سن کر باتوں کے لئے ہمیشہ انتظار کی گھڑی میں رہتا ہوں اے معشوق میں پاک محبت کا احترام ہمیشہ کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔اگر چہ لوگ آئینے کے برابر اور آئینے کے تعریفوں کے ذکر سے معشوق کو رتبہ دلاتے ہیں لیکن ان کے دل میں پاکِ محبت کا ذکر ضرور موجود ہے۔تب انہی اصولوں کے ساتھ خدا کا حوالہ دے کر پاکِ محبت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۲۔طرز جمہور میں ہر کوئی خدا پر بھروسہ کرتا ہے جس سے انہیں ہر ایک کام میں کامیابی حاصل ہوتی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک جلوہ گری خدا کی ہے۔خدا طریقے طریقے سے ایسا جلوہ دیکھا کر ہمیں اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ وہ ہمیں آئینہ دیکھاتے ہیں اور ہم کامیابی کے لئے انتظار کرتے کرتے ایسے آئینے کا ذکر دل میں ابھارنا چاہتے ہیں جس سے کہ کامیابی حاصل ہو سکے۔

دل خوں شدہ کشمکش حسرتِ دیدار
آئینہ بہ دست بت بدمست حنا ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں ہم ہمیشہ کئی ایسے واقعات دیکھتے ہیں جن سے دل میں حیرانی پیدا ہوتی ہے حیرانگی میں یہ کہتے ہیں کہ یہ کشمکش سے ہی سب کچھ ہوا ہے لیکن ہمیں اس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ کشمکش سے ہی ہر کام آسان طریقے سے حل ہوسکتا ہے۔حل ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ کشمکش کا دیدار میسر ہوا۔ہم اس سے بت کی طرح دل میں رکھتے ہیں۔تا کہ ایسی دشواریاں مٹ جائیں اور مٹنے کے بعد دوسری کشمکش کا انجام آسان طریقے سے حل کر کے کامیابی حاصل کریں۔

۲۔طرز جمہور میں بہت سی مشکلات دیکھنے میں آتی ہیں اور ان مشکلات کو حل کرنے کے لئے بہت سے لوگ اور بہت سے رہنما اپنی اپنی رائے دیتے ہیں۔اور ان

پر بحث ومباحثہ کر کے مشکلات کو دور کرتے ہیں۔اس طرح سے طرز جمہور کا نیا مرحلہ ہے۔شاعر نے اس بات کا جذبہ دلایا ہے کہ عشق میں کامیابی کے لئے کشمکش کا دور بھی ہمیں دیکھنے میں آتا ہے۔

معلوم ہوا حال شہیدان گزشتہ
تیغ ستم، آئینہ تصویر نما ہے

ا۔شاعر فرماتے ہیں کہ جب ہم معشوق کے ساتھ تعلقات رکھتے ہیں تو بہت لوگ کامیاب ہوتے ہیں کئی محبت میں الگ رہتے ہیں لیکن کئی محبت کرتے کرتے اس دنیا میں اپنی امانت جنت کے دروازوں کے حوالے کرتے ہیں۔جب لوگ محبت میں شہید ہوتے ہیں تو ان کا ذکر اور ان کا حوالہ پاک محبت سے کرتے ہیں۔کئی معشوق کو کہتے ہیں کہ کس طرح اپنی محبت میں شہید ہوا۔جیسے کہ ہم لیلیٰ مجنوں کی داستان اور شیریں فرہاد کی داستان پڑھتے ہیں اور پڑھ کر ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ معشوق اور محبوب کے درمیان پاک محبت کے ذکر میں کیا کیا جذبات پڑھنے میں آتے ہیں۔ اسی طرح سے شاعر فرماتے ہیں اپنی محبت میں شہید ہوتے ہیں۔انہیں محبت کے لئے سب کچھ دیکھنے میں آتا ہے۔اب کئی ایسے ستم بھی دیکھتے ہیں۔مطلب شاعر فرماتے ہیں کہ اے معشوق جب میں اس دنیا سے الگ نہیں ہوا ہوں میں آپ کی محبت پر شہید ہوا ہوں اگر میں زندہ ہوں کیوں نہ آپ مجھے ایسا تیغ چلانے پر رضامند ہوتی ہو کہ میں اس دنیا سے دستبردار ہوجاؤں۔ اور آپ کے لئے دل میں ایک تصویر رونما ہوجائے گی اور وہ تصویر دیکھ کر آپ کے لئے ایک آئینہ کے برابر کام میں لاسکتی ہے۔ آپ محبت کرنے والے کو یہ کہہ سکتی ہو کہ ایسے بندے بھی میرے لئے شہید ہوئے ہیں اور تصویر دکھا کر یہ کہو گی کہ اب یہ تصویر میں نے ایک آئینہ کی طرح دیوار پر لٹکائی ہے۔ شاعر فرماتے ہیں کہ پاک محبت میں قربانیاں دینے والے کے لئے ایک تصویر نمودار

ہو سکتی ہے اور اس تصویر کو شیشے کی طرح لٹکانے سے یہ دیکھتے ہیں کہ ایک آئینے کی طرح
دیوار پر لٹک کر یہ کہتے ہیں کہ کیسا معشوق ہے جس نے محبوب کیلئے قربانی دی ہے۔

طرز جمہور میں بہت سے رہنماؤں کے کارنامے لوگوں کے دلوں میں موجود
ہوتے ہیں لیکن کئی رہنما لوگوں کی خدمت کرتے کرتے رحمت حق ہوتے ہیں لیکن
لوگ ان کو مردہ نہیں کہتے ہیں بلکہ انہیں قوم کا شہید کہہ کر انہیں ہمیشہ امر ہونے کے لفظ
سے یہ کہتے ہیں کہ ایسا رہنما قوم میں زندہ ہے اور تا ابد زندہ رہے گا۔ ایسے رہنما کے
کاموں کو دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ ان کے کارنامے زندہ ہیں جن کارناموں کو قوم کبھی
بھول نہیں سکتی ہے۔